قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی

ستمبر اکتوبر
1956

ماہنامہ

خالد

ربوہ

خلافت نمبر

Anwar

خالد "خلافت نمبر" ماہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۵۶ء

جلد ۴ مضامین کی ایک جھلک نمبر ۱۱ و ۱۲

مضمون	مصنف	صفحہ
حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا پُر شوکت پیغام ۔ اہل پیغام کے نام ۔ نظم		۲
عزل خلافت کا ناپاک ڈرامہ (اداریہ)		۳
سُبحان من یّرانی (نظم)	جناب ثاقب صاحب زیروی مدیر "لاہور"	۵
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی واضح پیشگوئیاں ۔	جناب شیخ عبد القادر صاحب لاہور	۶
پسر موعود (نظم)	جناب عبد المنان صاحب ناہید کیمبلپورہ	۱۰
حضرت مصلح موعود کا پاکیزہ عہد طفولیت	جناب قاضی محمد عبد اللہ صاحب بی اے بی ٹی ربوہ	۱۴
مسئلہ خلافت	جناب سلطان احمد صاحب پیر کوٹی "	۱۵
تصویر (نظم)	بلبغ العصر جناب حکیم قیس صاحب مینائی کراچی	۲۲
سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کا درد انگیز پیغام جماعت احمدیہ کے نام ۔		۲۴
اسلامی خلافت کا صحیح نظریہ	حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب	۲۵
اسلام میں اختلافات کا آغاز	سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ	۳۱
خوارج کا فتنہ اور ان کے عقائد	جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی	۸۹
مقام محمود (نظم)	جناب اختر صاحب گوبند پوری	۹۲
تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را	حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری	۹۳
ایک پاکیزہ عہد	عبد الرشید صاحب سماٹری	۹۶
تاریخ غیر مبایعین کا ایک ورق	جناب محمد نذیر صاحب فاروقی	۹۷
دل سے اس نور سراپا کے پرستار ہیں ہم ۔ (نظم)	حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل	۱۰۴
حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ مفسدین کے جواب میں	جناب چوہدری محمد اسحاق صاحب خلیل بی اے ۔	۱۰۵
سازشِ عزل ہوگئی ناکام (نظم)	جناب ماسٹر محمد ابراہیم صاحب شاد	۱۰۷
فتنہ خارجیت اور ہمارا فرض	جناب اختر صاحب گوبند پوری لاہور	۱۰۸
خطبہ الہامیہ میں خلافت	ابو البشارت مولانا عبد الغفور صاحب فاضل	۱۱۰
اسلام کی عالمگیر روحانی حکومت کی تعمیر	جناب بشارت احمد صاحب بشیر نائب وکیل التبشیر	۱۱۳
مجھے سیدنا محمود سے کیوں محبت ہے ۔	. . . .	۱۲۱

نائب مدیر :۔ دوست محمد شاہد

سید عبد الباسط پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر رسالہ خالد ربوہ ضلع جھنگ سے شائع کیا ۔

سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ کا نہایت پُرشوکت پیغام

"اہلِ پیغام" کے نام

اہلِ پیغام! یہ معلوم ہوا ہے مجھ کو
بعض احباب وفا کیش کی تحریروں سے

میرے آتے ہی اِدھر تم پہ کھلا ہے یہ راز
تم بھی میدانِ دلائل کے ہو رنبیروں سے

تم میں وہ زور ہے وہ طاقت ہے کہ گر چاہو تو
چھلنی کر سکتے ہو تم پشتِ عدا تیروں سے

آزمائش کے لئے تم نے چُنا ہے مجھ کو
پشت پر ٹوٹ پڑے ہو مری شمشیروں سے

مجھ کو کیا شکوہ ہو تم سے کہ مرے دشمن ہو
تم یونہی کرتے چلے آئے ہو جب پیروں سے

حق تعالیٰ کی حفاظت میں ہوں میں یاد رہے
وہ بچائے گا مجھے سارے خطا گیروں سے

میری غیبت[1] میں لگا لو جو لگانا ہے زور
تیر بھی پھینکو کرو حملے بھی شمشیروں سے

پھیر لو جتنی جماعت ہے مری بیعت میں
باندھ لو ساروں کو تم مکر کی زنجیروں سے

پھر بھی مغلوب رہو گے مرے تا یوم البعث
ہے یہ تقدیر خداوند کی تقدیروں سے

ماننے والے مرے بڑھ کے رہیں گے تم سے
یہ قضا وہ ہے نہ بدلے گی جو تدبیروں سے

مجھ کو حاصل نہ اگر ہوتی خدا کی امداد
کب کے تم چھید چکے ہوتے مجھے تیروں سے

ایک تنکے سے بھی بدتر تھی حقیقت میری
فضل نے اس کے بنایا مجھے شہتیروں سے

تم بھی گر چاہتے ہو کچھ تو جھکو اس کی طرف
فائدہ کیا تمہیں اس قسم کی تدبیروں سے

نفسِ طامع بھی کبھی دیکھتا ہے روئے نجات
فتح ہوتے ہیں کبھی ملک بھی کفگیروں سے

تم مرے قتل کو نکلے تو ہو پر غور کرو
شیشے کے ٹکڑوں کو نسبت بھلا کیا ہیروں سے

جن کی تائید میں مولیٰ ہو انہیں کس کا ڈر
کبھی صیّاد بھی ڈر سکتے ہیں نخچیروں سے؟

---

[1] سنہ ۱۹۲۴ء کے سفرِ یورپ کی طرف اشارہ ہے (ادارہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ⁂ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
وَالسَّلَامُ عَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خالد ——— (خلافت نمبر) ——— ماہ ستمبر ۱۹۵۶ء ربوہ
و اکتوبر

"عزلِ خلافت" کا ناپاک ڈرامہ

یزید نے جگر گوشہ رسولؐ کو اور عبد اللہ بن سبا نے اسلام کو شہید کرنے کی کوشش کی تھی

میدان کربلا سے مدینہ کی گلیوں تک

عبد اللہ بن سبا جس کے سازشی دماغ نے فقط ایوانِ خلافت کو ہی نہیں کشتی اسلام کو بھی نذرِ طوفان کر دیا تھا۔ شمر۔ زیاد اور یزید سے بھی بڑھ کر مجرم ہے۔ اور قابیل کی طرح پورے عالم اسلام کی چودہ سو سالہ مصیبتوں، دکھوں اور تکلیفوں کا واحد ذمہ دار۔ کیونکہ یزیدیت کے علمبرداروں نے جگر گوشۂ رسول سیدنا امام حسین علیہ السلام کا مقدس خون بہایا۔ اور اس بدبخت نے عزل خلافت کا ناپاک ڈرامہ کھیل کر خود اسلام کو شہید کرنے کی سازش کی۔ چنانچہ اگر ہم تاریخ کے آئینہ میں کربلا کے ریگزاروں سے مدینہ کی مقدس گلیوں تک نگاہ ڈالیں۔ تو ہمیں قدم قدم پر سبائی تحریک کی خون آشام تلوار کی جھنکار سنائی دے گی اور صاف کھل جائے گا۔ کہ گو اداکار مختلف ہیں۔ پردے جدا جدا ہیں۔ مگر ڈرامہ اوّل سے آخر تک ایک ہی ہے۔

عہد عثمانی کی قلمی فلم

یہی وہ ڈرامہ ہے۔ جس کو پوری طرح بے نقاب کرنے کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۲۶ر فروری ۱۹۱۹ء کو مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی اسلامیہ کالج کے زیر اہتمام حبیبیہ ہال لاہور میں ایک معرکۃ الآراء لیکچر دیا تھا۔ "جو اسلام میں اختلافات کا آغاز" کے نام سے چھپ کر سند قبولیت حاصل کر چکا ہے۔ اور اب ادارہ خالد بھی زیر نظر شمارہ میں (صفحہ ۳۳) اس کی مکمل اشاعت کا فخر حاصل کر رہا ہے۔

یہ زبردست لیکچر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے روحانی کمالات کا ابدی شاہکار ہونے کے علاوہ تاریخ اسلام کی مستند ترین تاریخ اور عہد عثمانی کے آخری دور کی ایک قلمی فلم ہے جس میں حقیقت و صداقت ہزاروں پردوں سے نکل نکل کر خود بخود دکھا رہی ہے۔

پروفیسر سید عبد القادر ایم۔ اے مرحوم نے جو اس تاریخی اجلاس کے صدر تھے اس بے مثال لیکچر کی اشاعتِ اوّل پر لکھا تھا:۔

> "مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شُدبُد ہے۔ اور میں دعوٰی سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمان کے عہد کے اختلافات کی تہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرایہ میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوانِ خلافت مدتوں تک متزلزل رہا۔"

حیرت انگیز توارد

سید عبد القادر مرحوم اگر آج دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں آجائیں۔ تو وہ یقیناً اس حیرت انگیز توارد کو دیکھ کر دنگ رہ جائیں۔ کہ عین اُسی مقام پر جہاں اس برگزیدہ انسان نے سبائی ریشہ دوانیوں سے نقاب اُٹھایا تھا عزلِ خلافت کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ پھر قبائے خلافت کو پارہ پارہ کرنے کے منصوبے کئے جا رہے ہیں۔ پھر عہد اول کی طرح خلیفہ اول رض کا ایک بیٹا نمایاں طور پر شریک ہنگامہ نظر آرہا ہے۔ پھر فتنہ پرداز اکابرین صحابہ کی آڑ میں فتنے اُٹھا رہے ہیں۔ اور سب سے عجیب بات یہ کہ پہلی دفعہ یہ تحریک اس پاک نہاد انسان (حضرت عثمان رض) کے خلاف کھڑی کی گئی تھی۔ جس نے عالم اسلام میں قرآن کی اشاعت کی اور اب خلافت کا وہ تاجدار نشانہ طعن و تضحیک بن رہا ہے۔ جس کے لبوں کی ایک ہی جنبش سے ایک عالم نے معارف کے دریا اُمڈتے دیکھے ہیں۔ جو بوڑھا ہونے کے باوجود قرآن کی خدمت کے لئے ایک جوان اور مضطرب دل رکھتا ہے۔ اور جس کی شبانہ روز کوششوں اور دعاؤں کی بدولت قرآن مجید کے متعدد تراجم دنیا کے کناروں تک پہنچ چکے ہیں۔ اور ہر طرف قرآنی علوم کی ضیاء پاشیاں ہو رہی ہیں۔

قرآنی پیشگوئی

ان تمام امور کا سینتیس سال کے بعد مجتمع ہو جانا محض اتفاق نہیں قرار دیا جا سکتا۔ یقیناً اس کی پشت پر خدا کی خاص تقدیریں کام کر رہی ہیں۔ اور جن سے یہ نتیجہ نکالنا چنداں کچھ مشکل نہیں۔ کہ قرآنی پیشگوئی فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (بقرہ ع ۱۶) یعنی اللہ تعالیٰ ضرور ان سے انتقام لے گا۔ اور وہ بہت سننے والا اور جاننے ہے۔ جس کے حروف پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خونی چھینٹے گرے تھے۔ موجودہ زمانہ میں بھی پوری شان سے پوری ہوگی۔

"ہم خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہاتھ پر مدینہ والا معاہدہ کرتے ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رض کی طرح حضور سے عہد کرتے ہیں۔ کہ ہم حضور کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے، دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے۔ اور دشمن اس وقت تک آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک ہماری لاشوں کو روندتا ہوا آگے نہ آئے"

دُعا

آؤ صبر و تحمل کا عدیم النظیر نمونہ دکھاتے ہوئے نہایت رقت و زاری کے ساتھ دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق خود ہی آسمان سے نازل ہو۔ اور اسلام کے خلاف اُبھرنے والی تمام سازشوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کردے۔ شمعِ محمود (ایدہ اللہ تعالیٰ) قیامت تک نہایت آب و تاب کے ساتھ فروزاں رہے۔ اور ہم اس پر پروانوں کی طرح جانثار ہوتے رہیں۔ آمین

دوست محمد شاہد

مرے پکڑنے پہ قدرت کہاں تجھے صیاد ٭ کہ باغِ حسنِ محمدؐ کی عندلیب ہوں میں

(المصلح الموعود)

سُبحان مَن یّرانی

(در مدح المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

رخصت ہوئی شبِ غم پھوٹی سحر سہانی
ایماں کی تمکنت پر پھر آ گئی جوانی
کی غمکدوں پہ صبحِ فطرت نے ضوفشانی
یہ روز کر مبارک ۔ سُبحان مَن یّرانی

زندانیو! مبارک "وہ رستگار" آیا
باصد ادائے شوکت اک "شہر یار" آیا
جس کا کنواریوں کو تھا انتظار آیا
یہ روز کر مبارک ۔ سُبحان مَن یّرانی

افسونِ رنگِ مغرب عالم پہ چل رہا تھا
تہذیبِ معصیت کا لاوا اُبل رہا تھا
اس نورِ حق سے پہلے باطل مچل رہا تھا
یہ روز کر مبارک ۔ سُبحان مَن یّرانی

گونجی فضائیں چونکیں انوار مسکرائے
الحاد و شیطنت کے بیمار مسکرائے
پھر دیں کی یورشوں کے آثار مسکرائے
یہ روز کر مبارک ۔ سُبحان مَن یّرانی

یہ آ گیا تو چھایا عنبر فشاں سویرا
بے روح شعبدوں کو روحانیت نے گھیرا
لہرایا ٹھاٹھ سے پھر اسلام کا پھریرا
یہ روز کر مبارک ۔ سُبحان مَن یّرانی

اے غمزدوں کے آقا تشنہ لبوں کے داتا
اے بے بسوں کے والی ۔ اے بیکسوں کے مولا
ہو جائے کاش دائم یہ دلنشیں اُجالا
یہ روز کر مبارک ۔ سُبحان مَن یّرانی

تازہ تجلّیوں سے باہی نجوم بھاگے
اُمید کی ضیا سے غم کے ہجوم بھاگے
بزمِ خرد میں اب تک تھی جن کی دھوم بھاگے
یہ روز کر مبارک ۔ سُبحان مَن یّرانی

بزمِ شکوہ و سطوت کی رُوح آ گیا ہے
"فرزند ارجمند و ممدوح" آ گیا ہے
"عطرِ رضائے حق سے ممسوح" آ گیا ہے
یہ روز کر مبارک ۔ سُبحان مَن یّرانی

آ و حشتیوں کے رُخ سے نقاب اُٹھائیں
فرطِ خوشی سے اُچھلیں ۔ کودیں مزے اُڑائیں
اُس ماہ رُو کی راہ میں قلب و نظر بچھائیں
یہ روز کر مبارک ۔ سُبحان مَن یّرانی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی واضح پیشگوئیاں

حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق

(از مکرم جناب شیخ عبد القادر صاحب لاہور)

مصلح موعود کی پیشگوئی کے متعلق سب سے پہلا تحریری بیان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالےٰ کے حکم کے ماتحت جنوری ۱۸۸۶ء میں ہوشیارپور کا سفر اختیار فرمایا اور چالیس روز وہاں علیحدگی میں عبادت الٰہی بجا لاتے رہے۔ اور اسلام کی سربلندی کے لئے اللہ تعالےٰ سے ایک عظیم الشان آسمانی روح مانگتے رہے۔ سو الحمد للہ کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی اس دعا کو قبول فرمایا۔ اور ایک ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری اور باطنی برکتیں تمام دنیا میں پھیلیں گی۔ چنانچہ آپ نے ہوشیارپور میں ہی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار شائع کیا۔ جس میں فرمایا۔ کہ

"خدائے رحیم وکریم بزرگ و برتر نے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے (جلشانہ وعز اسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعا کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام! خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں — اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجاوے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جاوے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفےٰ ؐ کو انکار اور تکذیب کی راہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو۔ کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا ایک ذکی غلام تجھے ملیگا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت ونسل ہو گا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ جس کا نام عنمانوایل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئیگا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت اور غیوری نے اُسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا۔ اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائیگا۔ اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہو گا۔

دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر۔ مظہر الحق والعلاء۔ کان اللہ نزل من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالینگے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھیگا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے۔ وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔"

مصلح موعود کی پیدائش کی میعاد

"ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی نو سال کے عرصہ میں ضرور پیدا ہوگا۔ خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔" (اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء)

پیشگوئی کے الفاظ دو لڑکوں کی پیدائش پر مشتمل تھے

اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں جو پیشگوئی درج ہے۔ وہ دراصل دو سعید لڑکوں کی پیدائش کے متعلق تھی پہلے لڑکے کا نام حضور نے عمنوایل اور بشیر قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ وہ بطور مہمان آئے گا جس میں یہ اشارہ تھا۔ کہ گو وہ کمالات استعدادیہ کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کا ہے لیکن وہ جلد فوت ہو جائے گا۔ اور اس کے معًا بعد جو لڑکا پیدا ہوگا۔ وہ مصلح موعود ہوگا۔ چنانچہ ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں حضور نے پہلے لڑکے یعنی بشیر اول کی پیدائش کی خبر دی اور فرمایا۔ کہ

"غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں۔ لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہوگا۔ یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا

اور پھر اس کے بعد یہ بھی الہام ہوا کہ "انہوں نے کہا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔"

اور تتمہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۶ء میں دوسرے لڑکے یعنی اولوالعزم محمود کی پیدائش کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ

"خدا تعالےٰ نے۔۔۔۔ ایک اور لڑکا کا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا۔ جس کا نام محمود احمد ہوگا اور اپنے کارناموں میں اولوالعزم نکلیگا۔"

سو مندرجہ بالا پیشگوئی کے مطابق بشیر اول ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوا اور نومبر ۱۸۸۸ء کے آخر میں فوت ہو گیا۔ اس پر حضور نے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو سبز رنگ کے اوراق پر ایک اشتہار شائع فرمایا جس کا نام حقانی تقریر یا سبز اشتہار ہے۔ اسمیں بشیر ثانی یا اولوالعزم محمود کے متعلق فرمایا۔ کہ

"الہام نے پیش از وقوع دو لڑکوں کا پیدا ہونا ظاہر کیا۔۔۔۔۔ مطابق پہلی پیشگوئی کے ایک لڑکا پیدا ہوا اور فوت بھی ہو گیا۔ اور دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالےٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ نادان اس کے الہامات پر ہنستا ہے اور احمق اس کی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا کرتا ہے۔ کیونکہ آخری دن اس کی نظر سے پوشیدہ ہے۔ اور انجام کار اس کی نظروں سے چھپا ہوا ہے۔"

(اشتہار مذکور ص۷)

دونوں لڑکوں کے متعلق پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے الفاظ کی تعیین

اس سبز اشتہار میں جس کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے۔ حضور حاشیہ ص۷ میں فرماتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی

پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی۔ اور اس عبارت تک کہ "مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے" پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا۔ اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔"

دونوں لڑکوں کے اکٹھا ذکر کرنے میں حکمت

پھر فرماتے ہیں:۔ "مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے۔ وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ "اس کے ساتھ فضل ہے کہ جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا"۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں **فضل** رکھا گیا۔ اور نیز دوسرا نام اس کا **محمود** اور تیسرا نام اس کا **بشیر ثانی** بھی ہے۔ اور ایک الہام میں اس کا نام **فضل عمر** بھی رکھا گیا ہے اور ضرور تھا کہ اس کا آنا معرض التوا میں رہتا جب تک کہ یہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے پیدا ہو کر پھر واپس اٹھایا جاتا۔ کیونکہ یہ سب امور حکمت الٰہیہ نے اس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے۔ اور بشیر اول جو فوت ہو گیا ہے بشیر ثانی کے لئے بطور ارہاص تھا۔ اس لئے دونوں کا ایک پیشگوئی میں ذکر کیا گیا۔" (حاشیہ اشتہار مذکور صفحہ ۲۱)

اس عبارت سے یہ امر اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ بشیر ثانی یا مصلح موعود کے لئے یہ ضروری تھا کہ بشیر اول کی وفات کے معاً بعد آپ کی پیدائش ہوتی۔ یہ حوالہ اہل پیغام کیلئے خاص طور پر قابل غور ہے۔

مصلح موعود کی پیدائش کی بشارت

چنانچہ حاشیہ اشتہار ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مصلح موعود کی خوشخبری دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"خدائے عزّ و جلّ نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء و اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے اپنے لطف و کرم سے وعدہ فرمایا تھا۔ کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہوگا۔ اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ اولوالعزم ہوگا اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ سو آج بارہ جنوری ۱۸۸۹ء میں مطابق جمادی الاول ۱۳۰۶ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے۔ جس کا نام بالفعل محض تفاؤل کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے۔ اور کامل انکشاف کے بعد اطلاع دی جائے گی۔ مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا۔ کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں اور محکم یقین سے جانتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق مجھ سے معاملہ کریگا۔ اور اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا۔ تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا۔ اور اگر مدت مقررہ (یعنی ۹ سال۔ ناقل) سے ایک دن بھی باقی رہ جائیگا۔ تو خدائے عزّ و جلّ اس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کر لے۔ مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا۔

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد
دیر آمدۂ ز راہ دور آمدۂ

پس اگر حضرت باری جلشانہ کے ارادہ میں دیر سے مراد اسی قدر دیر ہے کہ جو اس پسر کے پیدا ہونے میں جس کا نام بطور تفاؤل بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے ظہور میں آئی ہے تو تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہو ورنہ وہ بفضلہ تعالیٰ دوسرے وقت پر آئیگا۔"

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

یقین غالب ہو تھا کہ مصلح موعود یہی لڑکا ہے۔ جواب پیدا ہوا ہے۔ لیکن دوسری طرف نو سال کی مدت کو ملحوظ رکھنے میں ایک خفیف سا احتمال حضور کے مدنظر یہ بھی تھا کہ شاید یہ نہ ہو کوئی دوسرا ہو۔ لیکن جب مدت گذر گئی۔ تو حضور نے علی وجہ البصیرت فرمایا۔ کہ

"پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا۔۔۔۔ سو پانچ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا۔ اور اب نویں سال میں ہے" (سراج منیر ص۳۱)

سراج منیر کے اسی صفحہ کے حاشیہ میں حضور فرماتے ہیں:۔

"سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف
لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا سو محمود پیدا ہوگیا
کس قدر یہ پیشگوئی عظیم الشان ہے
خدا کا خوف ہے تو پاک دل سے سوچو"

اس موقعہ پر ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہی الفاظ میں اہل پیغام اور موجودہ فتنہ پردازوں سے بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ

"سبز اشتہار کے صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا۔ سو محمود پیدا ہوگیا۔ کس قدر یہ پیشگوئی عظیم الشان ہے۔ خدا کا خوف ہو تو پاک دل سے سوچو"

اس کے بعد پھر حضور نے بغیر کسی شک و شبہ کے تریاق القلوب ص۴۲ میں اور نزول المسیح ص۱۹۳ میں نیز حقیقۃ الوحی ص۲۱۷ اور ص۳۶ میں واضح الفاظ میں حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہی کو پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق قرار دیا۔

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا اور حضرت مصلح موعود کی عظمت شان کے متعلق واضح ارشادات

گو اوپر کے حوالہ جات حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ کے دشمنوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا دم بھرنیوالوں پر مزید حجت پوری کرنے کے لئے اور مومنوں کے ایمان کو بڑھانے کے لئے ہم ذیل میں چند اور حوالے درج کرتے ہیں جن سے نہ صرف حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ ہی کی عظمت شان کا اظہار ہوتا ہے۔ بلکہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا اور انکے خاندان کی عظمت بھی نمایاں طور پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ حضور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

۱۔ اُشْکُرْ نِعْمَتِیْ رَئَیْتَ خَدِیْجَتِیْ (براہین احمدیہ ص۵۵۸)

"خدا نے اس لئے میری بیوی کا نام رکھا کہ وہ ایک مبارک نسل کی ماں ہے جیسا کہ اس جگہ بھی مبارک نسل کا وعدہ تھا" (نزول المسیح ص۱۴۷)

۲۔ "چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا۔ اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا۔ جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اس لئے اس نے پسند کیا۔ کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے۔ اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جنکی میرے ہاتھ سے تخمریزی ہوئی ہے۔ دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے۔۔۔۔۔ خدا تعالیٰ نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے" (تریاق القلوب ص۶۴-۶۵)

۳۔ (ترجمہ از عربی عبارت) حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ کہ مسیح موعود شادی کرے گا۔ اور صاحب اولاد ہوگا۔ اس بشارت نبوی میں اسبات کیطرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعود کو ایک ایسا لڑکا عطا کریگا۔ جو صالح اور اپنے باپ کا مثیل ہوگا اور اس کے احکام کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیگا اور اللہ تعالیٰ کے مکرم بندوں میں سے ہوگا۔ اور اس میں یہ راز ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ انبیاء اور اولیاء کو صرف اس صورت میں اولاد کی بشارت دیتا ہے کہ جب اس نے اس کا صالح ہونا مقدر کیا ہو"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۸-۵۷۹)

نتیجۂ فکر جناب عبد المنان صاحب ناہید کیمبلپوری

پسرِ موعود

بعثت مسیح موعود علیہ السلام سے قبل

تڑپتی پھر رہی ہیں بلبلیں سی آسمانوں میں
چمن کے رہنے والو آشیانوں کی خبر لینا

کہاں کھوئے گئے ہیں عشق کی تسبیح کے دانے
نگاہِ عشق اِن گم گشتہ دانوں کی خبر لینا

ہزاروں کارواں ہیں جو رہِ منزل سے بھٹکے ہیں
خدائے دو جہاں اُن کاروانوں کی خبر لینا

کبھی ایمان کامل جاگزیں تھا جن مکانوں میں
فلک کے چاند تارو! اُن مکانوں کی خبر لینا

نگاہیں منتظر ہیں یہ طلسمِ گمرہی ٹوٹے
شبِ تاریک میں امید کی کوئی کرن پھوٹے

بعثت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

سُنو اے سائلو! اِک صاحبِ جُود و کرم آیا
ہنسو اے رونے والو! مدعائے چشمِ نم آیا

چلو بادہ کشو! بادہ کشی کا لطف آئے گا
بڑی مدت کے بعد اس میکدہ میں جامِ جم آیا

بہت پتھرا گئی تھی کشتِ ایماں پھر ہری ہوگی
خدا کا شکر ہے پھر جھوم کر ابرِ کرم آیا

ہوئی روشن مرے تاریک ویرانے کی تنہائی
یہ کس ناز آفریں کا خلوتِ دل میں قدم آیا

مریضوں کو بتا دو ابنِ مریم آگیا آخر
دوائے درد آئی زندگی کے دم میں دم آیا

جُڑ گئے ٹکڑے باہم اُمتِ مرحوم کے پھر سے
سُنا ہے میں نے اِک شیشہ گرِ خیر الامم آیا

گیا دورِ نفاق و افتراق و انشقاق آخر
مسیح و مہدیٔ آخر زماں ہو کر حَکَم آیا

نیا علمِ کلام آیا ہے ذہنوں کو جِلا دینے
بصد اندازِ سلطانی وہ سلطان القلم آیا

عجب انداز سے اذہان کو بیدار کر ڈالا
ہر اک خاموش لب کو مائلِ گفتار کر ڈالا

بشارتِ مصلح موعود

فلک سے اس زمیں پر آنیوالا آگیا آخر
چلو چل کر محمد مصطفےٰ کا دیں اسلام اسکو

اگرچہ آج اُسے اقوامِ عالم نے نہ پہچانا
ملے گی ایک دن اقوامِ عالم کی زمام اسکو

بفضل اللہ بڑی سرعت سے جو منزل کو جالیگا
ملا ہے ایک ایسا کاروانِ تیز گام اسکو

خدا کے قول سے ناآشنا ہیں کان دنیا کے
مگر پہچانتے ہیں آج بھی اُس کے غلام اسکو

متاعِ بے بہا ایماں گم تھی ایک مدت سے
ملی اَوجِ ثریا سے وہ تیغِ بے نیام اسکو

مہ و خورشید بھی گہنا گئے ہیں اُسکے آنے پر
ازل کے روز سے بخشا گیا وہ حُسنِ تام اسکو

مقدر تھا کہ وہ شادی کرے گا جب وہ آئیگا
خدا نے ہمعناں دی زوجۂ عالی مقام اسکو

بشارت دی کہ دُوں گا ایک بیٹا یادگار ایسا
کہ دیکھیں گے فرشتے بھی بنظرِ احترام اسکو

خدا نے اُس کے گھر میں دولتِ مہر و وفا رکھدی
زمینِ قادیاں میں مرکزِ دیں کی بنا رکھدی

یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ

خرابہ میں جہاں کے مژدۂ تعمیر تو لے کر
مسیح پاک کے گھر سیّدہ نصرت جہاںؓ آئی

وہ نعمت جو ملی تھی خواجہ[1] ناصر کے گھرانے کو
وہ چل کر آپ سے تا مہدئ آخر زماں آئی

تری نسلاً بعیداً کی جسے حق نے بشارت دی
جہاں میں وارثانِ دولتِ ایماں کی ماں آئی

چلو میں باغِ احمد کے سبھی شیریں ثمر لیکر
بہار و رونقِ بستاں میانِ بوستاں آئی

جو دُلہن اِک مبارک نسل کی ہونے والی تھی
بفضلِ ایزدی دِلّی سے چل کر قادیاں آئی

گئیں کشتِ وفا سے خشک سالی کی کڑی گھڑیاں
نسیمِ صبح آئی لے کے بوئے سنبل و ریحاں

---

[1] خواجہ محمد ناصر صاحب عندلیب والد خواجہ میر درد صاحب۔ تفصیل کے لئے دیکھئے سیرت حضرت ام المومنین مصنفہ شیخ محمود احمد صاحب عرفانی صفحہ ۲۱ تا

آمدِ مصلح موعود

بالآخر ساعتِ سعد آگئی نور و ضیا لے کر
مسیحِ پاک کی پیہم دعاؤں کا ثمر آیا

زمیں پر پھر خدا کی بادشاہت کی نوید آئی
خدا کے حکم سے فرمانروائے بحر و بر آیا

نظیرِ حسن و احسانِ مسیحائے زماں بن کر
مسیحائے زماں کا وہ حسیں لختِ جگر آیا

شبِ تاریک پر ڈالے گئے انوار کے سائے
بالآخر اوجِ گردوں پر وہ نبیوں کا قمر آیا

وہی عشق و جنوں لیکر وہی جذبِ دروں لیکر
وہی دورِ مسیحائی باندازِ دگر آیا

شکوہ و عظمت و دولت نچھاور اسکے قدموں پر
مثیلِ مہدی و فخرِ رسل فضلِ عمر آیا

جسے اس کے خدا نے کلمۂ تمجید سے بھیجا
علومِ ظاہر و باطن سے پُر عالی نظر آیا

وہ بچہ نصرتِ دیں جس کے آنے سے تھی وابستہ
وہ بچہ سیدہ نصرت جہاں بیگم کے گھر آیا

بصد شوکت قرار و صبرِ جانِ بے قرار آیا
وہ آنے والا حسبِ وعدۂ سبز اشتہار آیا

مستقبل

اولوالعزمی پہ جس کی ذاتِ باری نے گواہی دی
اُسی کے عزم سے راسخ مرا عزمِ جواں ہوگا

مٹائیگا دلوں کی تشنگی آبِ زلال اس کا
جہاں حلقہ بگوشِ مہدیٔ آخر زماں ہوگا

دلوں کو پھر وہ اندازِ جنوں سکھلائے جائینگے
چٹانوں کا جگر جن سے حریر و پرنیاں ہوگا

وہ دن آنے کو ہے جنسِ وفا بیچی نہ جائے گی
دلِ درد آشنا بیگانۂ سود و زیاں ہوگا

مقدر ہو چکی ہے احمدیت کی فراوانی
یہ قطرہ قطرہ آخر ایک بحرِ بیکراں ہوگا

کبھی جب آنے والے کارواں در کارواں آئے
ہجومِ خلق سے ارضِ حرم دارالاماں ہوگا

خدا کے آستاں پر پھر خدائی کی جبیں ہوگی
یہ اک تقدیرِ مبرم ہے کمی اس میں نہیں ہوگی

اِحساسِ فرض

تحیّر زا ہے اسپِ وقت کی یہ برق رفتاری
یہ ساعت جو میسّر آج آئی پھر نہ آئے گی

یہ ممکن ہے اسیروں کے جہاں میں سنگار آئیں
مگر محمود کی فرمانروائی پھر نہ آئے گی

بہاریں اور بھی آتی رہیں گی اس گلستاں پر
مگر بلبل کی یہ رنگیں نوائی پھر نہ آئے گی

میانِ میکدہ چلتا رہے گا دَورِ مے لیکن
مرے ساقی کی طرزِ دلربائی پھر نہ آئے گی

عزیزو! قدر جانو زندگی کے لمحے لمحے کی
عزیزو! وقت کی نغمہ سرائی پھر نہ آئے گی

کہاں پہنچا ہے دن ڈھلتے ہوئے سائے ذرا دیکھو
کرن اِک بار جو ہے مسکرائی پھر نہ آئے گی

قسم ہے سورۂ وَالْعَصْر نازل کرنے والے کی
یہ دولت آج گر ہم نے گنوائی پھر نہ آئے گی

کسے معلوم کب اپنا دلِ بیمار رُک جائے
یہ ناممکن ہے پیارو! وقت کی رفتار رُک جائے

بقیہ صہ ۱۴

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بیٹھے بیٹھے دیوار کے ساتھ لگ جاتے اور میں باوجود بڑا زور لگانے کے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو اپنی جگہ سے ہلا نہ سکا۔ باقی ہمجولیوں میں یہ میری کمزوری شرمندگی کا باعث ہو رہی تھی۔ اس کے نادانی سے یا شرارت سے میں نے ہاتھ پکڑ کر اٹھانے کے لئے زور لگاتے ہوئے یکدم جھٹکا دے دیا۔ جس سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو سخت تکلیف بازو میں محسوس ہوئی۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے چہرہ مبارک کے آثار چڑھاؤ سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ حضور کو اس جھٹکے سے بازو میں بے حد ہی تکلیف اور شدید درد ہوا ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کراہتے ہوئے اٹھے۔ اور اندر گھر تشریف لے گئے۔ ہم سب سخت فکرمند تھے۔ اور میں ڈر رہا تھا کہ میری شکایت ہوگی۔ اس وقت ہم محترمی نانا جان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت ڈرا کرتے تھے۔ خیال تھا کہ آپ ابھی شکایت سنکر بورڈنگ میں آئینگے اور ہمیں سخت جھڑکینگے لیکن حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے گھر کے اندر جاکر کسی سے بھی اپنی تکلیف وغیرہ کا اظہار نہ کیا۔ کوئی کسی قسم کی شکایت نہ کی۔ بلکہ اُسی روز کچھ گھنٹے بعد ہم پھر ایسے ہی تھے جیسے کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں۔

ان دو واقعات کو نوٹ کرنے کے بعد میں اپنے نوجوان دوستوں سے گذارش کروں گا۔ کہ وہ اپنے حلیم اور نہایت ہی بُردبار آقا کی صحت اور سلامتی کے لئے دردِ دل سے دعائیں کریں۔ اور اس نعمتِ عظمیٰ سے مستفید ہونے کی سعی بلیغ کریں۔ وہ بڑے ہی خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحم سے ان کی سرپرستی اور کامل رہبری کے لئے ایسا وجود باجود المصلح الموعود عطا فرمایا ہے۔ اب حقیقی اسلام کا جھنڈا اکناف عالم میں گاڑنے کی پوری جدوجہد کریں۔ و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین ؏

از قلم حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحب بی اے بی ٹی سابق مبلغ انگلستان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا پاکیزہ عہد طفولیت

محترمی مدیر صاحب رسالہ خالد نے مجھ سے خواہش کی ہے۔ کہ حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کے پاکیزہ عہد طفولیت کے متعلق کچھ لکھوں۔ سو باوجود ضعف قلب و دیگر پریشان کن حالات کے جن میں آج کل میں گذر رہا ہوں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے لڑکپن کے زمانہ کے چند ایک واقعات کا ذکر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ جن سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ عہد طفولیت پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ واقعات مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔ جماعت میں حضور ایدہ اللہ مجھ سے ایک سال سینیر تھے۔ مگر ہم ابتدائی زمانہ میں مدرسہ کے اوقات کے علاوہ سب اکٹھے کھیل کود میں شامل ہوتے تھے۔

پہلا واقعہ تو یہ ہے کہ برسات کے موسم میں عام طور پر قادیان کے ارد گرد تمام اطراف سے پانی آ کر پھیل جایا کرتا تھا۔ اور قادیان ایک جزیرہ کی شکل میں ہو جاتا تھا۔ سیر و تفریح کے لئے باہر آنا جانا بند ہو جاتا تھا۔ حضرت اماں جان رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے جہلم سے حضور کے لئے ایک کشتی منگوائی ہوئی تھی۔ جس میں بیٹھ کر حضور ایدہ اللہ تعالےٰ اپنے ہمجولیوں سمیت اس وسیع ڈھاب میں سیر کیا کرتے تھے۔ سیر کرنے کے بعد وہ کشتی ڈھاب کے کنارہ پر مدرسہ کی عمارت کے قریب چھوڑ دی جاتی تھی۔ نزدیک کے محلوں کے بعض غیر احمدی بچے اور کچھ غیر مسلم لڑکے بھی اس تاک میں رہتے۔ کہ ہم بھی کشتی میں بیٹھ کر سیر کریں۔ ان کا معمول تھا کہ وہ ایسے وقت میں جمع ہو جاتے جب ہم میں سے ادھر اُدھر کوئی نہ ہوتا۔ سو نظر بچا کر وہ کشتی کھول کر لے جاتے اور خوب مزے سے کچھ دیر سیر کرتے رہتے۔ پھر کنارہ پر لگا کر بھاگ جاتے۔ وہ کئی دن ایسا کرنے میں کامیاب ہوتے رہے۔ اور اس طرح سے کشتی کو نقصان پہنچاتے۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا۔ کہ جب ایک غیر احمدی بچے اسی طرح کشتی لئے پھر رہے تھے کہ حضور ایدہ اللہ ڈھاب کے کنارہ پر آ گئے۔ ہم نے سمجھا کہ آج یہ پکڑے گئے۔ ان کو خوب مزا چکھایا جاویگا۔

حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کو دیکھ کر وہ بچے جلد کشتی کو کنارے پر لے آئے۔ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے ان کو ڈانٹ کر کہا کہ تم روز ہماری کشتی کو لے جاتے اور خراب کرتے ہو۔ آج ہم تم کو سزا دیں گے۔ یہ کہتے ہوئے حضور نے ایک بڑے لڑکے کے سر پر مارنے کے لئے اپنا ہاتھ فضاء میں اٹھایا اس نے اُسی وقت بجائے بھاگ جانے کے یا کسی قسم کا مقابلہ کرنے کے آگے سے کہہ دیا "اچھا میاں مار لو"۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ حضور ایدہ اللہ کا ہاتھ وہیں فضاء میں یکدم رک گیا۔ ہم دیکھتے ہی رہ گئے۔ اور حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے ان سب کو معاف کر دیا۔

اس واقعہ کا ایک اور لطیف پہلو بھی ہے۔ وہ یہ کہ جب ان غیر احمدی بچوں نے دیکھا۔ کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ مالک کشتی کنارہ پر موجود ہے۔ تو بجائے اس کے کہ وہ دوسری طرف بھاگتے یا فرار کی کوشش کرتے۔ وہ سیدھے کشتی کنارہ پر لے آئے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور ہمیں کچھ نہیں کہیں گے۔ پھر اس لڑکے کا بلا تامل سزا لینے کے لئے تیار ہو جانا بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کے دل میں حضور کے عفو کے متعلق یقین موجود تھا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ اور ہم تین چار لڑکے کنوئیں کے سامنے والے کمرہ بورڈنگ میں ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مجلس ختم ہونے کے بعد کچھ آپس میں زور آزمائی ہونے لگی۔ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ پکڑ کر زور سے اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ (باقی صفحہ ۲۳ پر)

مسئلہ خلافت

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریرات کی روشنی میں

(از مرتبہ جناب سلطان احمد صاحب پیر کوٹی واقف زندگی)

حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی وفات کے بعد جماعت کے ایک ذی اثر اور مقتدر طبقہ نے افتراق و تشتت کا بیج بونا شروع کیا۔ اور پوری کوشش کی۔ کہ جماعت کی وحدت قائم نہ رہے۔ تاکہ وہ لوگ اپنی من مانی کارروائیاں کر سکیں۔ مگر ان کے علی الرغم قرآنی وعدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے جماعت کو خلافت کے انعام سے پھر نوازا۔ اور سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو خلافت کی خلعت پہنا کر جماعت کے افراد کو اُن کے جھنڈے تلے جمع کر دیا۔ خلافت کے مخالفین [?] کے مدعی تھے۔ کہ اکثریت ان کے ساتھ ہے۔ مگر جلد ہی انہوں نے منہ سے اقرار کیا۔ کہ اب ان کے ساتھ جماعت کا صرف پانچ فی صدی ہے۔ اور اب تو خدا کے فضل سے یہ نسبت بھی قائم نہیں رہی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فعل سے ثابت کر دیا۔ کہ وہ جسے چاہتا ہے خلیفہ بناتا ہے۔ اور کوئی نہیں جو اس کے کام کو روک سکے۔ اور پھر وہ جس کو خلیفہ بنایا گیا۔ اُسے اپنی تائیدات سے بہرہ ور فرماتا اور اُسے دنیا پر روحانی۔ علمی اور اخلاقی تفوق اور غلبہ عطا کرتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بیعت کر کے جماعت نے لا انتہا برکات حاصل کی ہیں۔ وہ اس افتراق سے بچ گئی۔ جو خلافت اولیٰ کے بعد اُسے پیش آنے والا تھا۔ اُسے وحدت نصیب ہو گئی۔ اور وہ ایک جان ہو کر اسلام کی اشاعت میں لگ گئی۔ پھر باوجود اس کے کہ جماعت کو کئی اندرونی اور بیرونی فتنوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ وہ دنیا میں بڑھتی اور پھیلتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ اب یہ کیفیت ہے۔ کہ اس جماعت پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا۔

آج کل چونکہ بعض فتنہ پردازوں نے پھر خلافت حقہ کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ اور وہ جماعت کو سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے منحرف کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے خلافت کے مختلف پہلوؤں کے متعلق حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات حضور کی اپنی تحریروں سے پیش کئے جاتے ہیں۔ تاکہ جماعت کے دوست ان سے فائدہ اٹھائیں۔ اور علمی لحاظ سے خلافت کے مخالفین کا مقابلہ کر سکیں۔

خلیفہ کسے کہتے ہیں؟

"خلیفہ اس کو کہتے ہیں (۱) جو کسی کا قائم مقام ہو۔ (۲) خلیفہ اس کو کہتے ہیں جس کا کوئی قائم مقام ہو (۳) خلیفہ وہ جو احکام و اوامر کو جاری کرتا اور ان کی تعمیل کراتا ہے۔"
(برکات خلافت صـ۱)

خلیفہ کی اقسام

"خلیفے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو اصل کے مرنے کے بعد ہوتے ہیں۔ اور ایک اس کی موجودگی میں بھی ہوتے ہیں مثلاً وائسرائے شہنشاہ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی وائسرائے کو کہے۔ کہ چونکہ اُسے دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے یہ شہنشاہ کا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ تو یہ اس کی بہت بڑی غلطی ہے۔ کیونکہ وہ جس بادشاہ کا نائب ہے اسکے پاس صرف حکومت ہی ہے۔ اس لئے وائسرائے حکومت میں ہی اس کا خلیفہ ہے۔ نہ کہ دین میں۔"
(۱۱ صـ۱۱)

قرآن کریم میں بیان کردہ چار خلافتیں

"اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں چار خلافتیں بیان فرمائی ہیں۔

اور فرمایا ہے۔ کہ چاروں قسم کے خلیفے میں آپ ہی بناتا ہوں چنانچہ فرمایا یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ (سورۃ ص ع ۲) اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے پس نبی بھی خلیفہ کہلاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نبی ہم ہی بناتے ہیں۔ اس میں بھی انسانوں کا کچھ دخل نہیں۔ دوم نبیوں کی امت کو کافروں کا خلیفہ کہا ہے۔ جیسے فرماتا ہے عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ (رکوع ع ۱۵) قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر کے تمہیں ان کی جگہ خلیفہ بنادے۔ سوم اولاد کو آباؤ اجداد کا خلیفہ کہا ہے ...... هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ۔ وہی جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ یہ دونوں خلافتیں بھی خدا ہی بناتا ہے۔ مومنوں کو کافروں پر غلبہ بھی خدا ہی دیتا ہے اور بیٹے بھی خدا ہی دیتا ہے۔ چہارم۔ نبیوں کے بعد ان کی امت کے پاکباز لوگوں میں سے خلیفہ بنانے کا وعدہ کیا ہے۔ (سورۂ نور ع ۷) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ یعنی مسلمانو! تم میں سے ایسے مومنوں کو جو سنوار والے کام کرتے ہیں۔ انکو پہلے نبیوں کے جانشینوں کی طرح جانشین بنانے کا اللہ وعدہ کرتا ہے۔ پس چار قسم کے خلیفہ ہوتے ہیں۔ اور چاروں خلیفے خدا ہی بناتا ہے۔"
(خلافت احمدیہ صلا)

خلفاء کے کام

"انبیاء علیہم السلام کے اغراض بعثت پر غور کرنے کے بعد یہ سمجھ لینا بہت آسان ہے کہ خلفاء کا بھی یہی کام ہوتا ہے۔ کیونکہ خلیفہ جو آتا ہے۔ اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اپنے پیشرو کے کام کو جاری کرے۔ پس جو کام نبی کا ہوگا وہی خلیفہ کا ہوگا۔" (منصب خلافت صلا)

"نبی کا کام بیان فرمایا۔ تبلیغ کرنا۔ کافروں کو مومن کرنا۔ مومنوں کو شریعت پر قائم کرنا۔ پھر باریک در باریک امور کا بتانا۔ پھر تزکیہ نفس کرنا۔ یہی کام خلیفہ کے ہوتے ہیں۔" (منصب خلافت صہ)

"روپیہ اکٹھا کرنا ادنیٰ درجہ کا کام ہے۔ خلفاء کا کام انسانی تربیت ہوتی ہے۔ اور ان کو خدا تعالیٰ کی معرفت اور یقین کے ساتھ پاک کرنا ہوتا ہے۔ روپیہ تو آریوں اور عیسائیوں کی انجمنیں بلکہ دہریوں کی انجمنیں بھی جمع کر لیتی ہیں اگر کسی نبی یا اس کے خلیفہ کا بھی یہی کام ہو۔ تو نعوذ باللہ یہ سخت ہتک اور بے ادبی ہے اس نبی اور خلیفہ کی۔" (" صلا)

"حقیقت یہ ہے کہ مذہب تو انبیاء کے ذریعہ سے قائم ہوتا ہے۔ خلفاء کے ذریعہ سنن اور طریقے قائم کئے جاتے ہیں ورنہ احکام تو انبیاء پر نازل ہو چکے ہوتے ہیں۔ خلفاء دین کی تشریح اور وضاحت کرتے ہیں۔ اور مغلق امور کو کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں۔ اور ایسی راہیں بتاتے ہیں۔ جن پر چل کر اسلام کی ترقی ہوتی ہے۔" (الفضل ۴ ستمبر ۳۷ء)

"خلیفہ نبی کی قوت قدسیہ کو جو اس کی جماعت میں ظاہر ہو رہی ہوتی ہے ضائع ہونے سے بچا کر ایک خاص پروگرام کے ماتحت استعمال کرتا ہے۔ اور جماعت کی طاقتیں پراگندہ نہیں ہوتیں۔ اور تھوڑی سی طاقت سے بہت سے کام نکل آتے ہیں کیونکہ طاقت کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہوتا۔" (الفضل ۲۴ ستمبر ۳۷ء)

"خلیفہ کا کام علاوہ روحانی نگہداشت کے جماعت کو متحد رکھنا اور فساد سے بچانا ہے۔" (آئینہ صداقت صـ۱۰۲)

خلیفہ کی پہچان

"خلیفہ کے معنے ہیں۔ کسی کے پیچھے آکر دین کا کام کرنیوالا جو اس سے پہلے کیا کرتا تھا۔ اس کی پہچان کے لئے جس کا کوئی خلیفہ ہوگا۔ اس کے اصل کو دیکھنا چاہیئے۔ کہ وہ کیا کام کرتا تھا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کام یہ بتایا تھا يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ یعنی یہ کہ (۱) خدا کی آیات لوگوں پر پڑھے۔ (۲) ان کا تزکیہ نفس کرے (۳) انہیں کتاب سکھائے (۴) انکو حکمت سکھائے ...... یہ چاروں کام نبی کے دنیا کی کوئی انجمن نہیں کر سکتی۔ یہ وہی شخص کر سکتا ہے جو خدا تعالیٰ کیطرف سے نبی کے بعد

مقرر کیا جاتا ہے۔ اور جسے خلیفہ کہا جاتا ہے۔" (برکات خلافت صث)

خلیفہ خدا بناتا ہے

"میں تمہیں خدا کی قسم کھا کر جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہتا ہوں۔ کہ میں نے حصول خلافت کے لئے کوئی منصوبہ بازی نہیں کی۔ میرے مولیٰ نے پکڑ کر مجھے خلیفہ بنا دیا ہے۔ میں اپنی لیاقت یا خدمت تمہارے سامنے پیش نہیں کرتا۔ کیونکہ میں الٰہی کام کے مقابلہ میں خدمات یا لیاقت کا سوال اٹھانا حماقت خیال کرتا ہوں۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ کہ کوئی کام کس طرح کرنا چاہیئے۔ خدا نے جو کچھ کیا ہے اُسے قبول کرو۔" (القول الفصل صے)

"خوب یاد رکھو کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ اور جھوٹا ہے وہ انسان جو کہتا ہے۔ کہ خلیفہ انسانوں کا مقرر کردہ ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحبؓ اپنی خلافت کے زمانہ میں تواتر اس مسئلہ پر زور دیتے رہے۔ کہ خلیفہ خدا مقرر کرتا ہے نہ انسان۔ اور درحقیقت قرآن شریف کو غور سے مطالعہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک جگہ بھی خلافت کی نسبت انسانوں کی طرف نہیں کی گئی۔ بلکہ ہر قسم کے خلفاء کی نسبت اللہ تعالےٰ نے یہی فرمایا ہے کہ انہیں ہم بناتے ہیں۔" (کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے؟ ص۱۳)

خلیفہ شخص واحد ہوگا۔ انجمن نہیں

"لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ مسلمانوں میں بھی اسی طرح کا خلیفہ بنائے گا۔ جس طرح کے پہلے لوگوں میں بنائے۔ اس آیت سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ ویسے ہی خلیفے بنائے گا۔ جیسے پہلوں میں بنائے۔ اب اگر پہلی امتوں میں نبیوں کے بعد انجمنیں خلیفہ بنتی تھیں تو اب بھی انجمن ہی خلیفہ ہوگی۔ اور اگر پہلی قوموں میں شخص واحد نبی کا قائم مقام ہوتا رہا ہے۔ تو اب بھی شخص واحد ہی قائم مقام ہوگا۔ اب ہم پوچھتے ہیں۔ کہ کیا پہلے کسی نبی کا خلیفہ کوئی انجمن بھی ہوئی ہے؟ کبھی نہیں۔ حضرت موسیٰؑ کا خلیفہ بھی ایک ہی شخص ہوا۔ پس ضرور تھا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بھی ایک ہی شخص ہوتا۔ اور مسیح موعود علیہ السلام کا خلیفہ بھی ایک ہی شخص ہوتا۔ نہ انجمنیں۔ کیونکہ لفظ کما نے اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا ہے۔" (خلافت احمدیہ ص۵۲)

خلافت کیلئے صرف حقیقی اور مستقل نبوت ضروری نہیں

"قرآن کریم میں کہیں نہیں آیا۔ کہ خلافت صرف حقیقی نبی یا مستقل نبی کے بعد ہوتی ہے۔ اور اس نبی کے بعد جو کسی دوسرے نبی کی اتباع سے نبوت حاصل کرے یا نئی شریعت نہ لائے خلافت نہیں ہوتی۔" (القول الفصل ص۱۱)

خلافت حضرت مسیح موعود کا عین منشاء تھی

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خدا تعالےٰ کا وعدہ تھا کہ میں تیری ساری خواہشوں کو پورا کروں گا۔ اب ان لوگوں کے خیال کے موافق تو حضرت صاحب کا منشاء اور خواہش تو یہ تھی کہ انجمن ہی وارث ہے اور خلیفہ ان کے خیال میں نہ تھا۔ تو اب بتاؤ۔ کہ کیا اس بات کے کہنے سے تم اپنے قول سے یہ ثابت نہیں کر رہے کہ نعوذ باللہ خدا نے انکے منشاء کو پورا نہ ہونے دیا۔" (منصب خلافت ص۱۹)

کیا خلافت اکثریت کی اتباع کیساتھ مشروط ہے؟

"اگر نبی کو ایک شخص بھی نہ مانے۔ تو اسکی نبوت میں فرق نہیں آتا وہ نبی ہی رہتا ہے۔ یہی حال خلیفہ کا ہے۔ اگر اس کو سب چھوڑ دیں تو پھر بھی وہ خلیفہ ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ جو حکم اصل کا ہے وہی فرع کا ہے۔ خوب یاد رکھو۔ کہ اگر کوئی شخص محض حکومت کیلئے خلیفہ بنا ہے۔ تو جھوٹا ہے۔ اور اگر اصلاح کے لئے خدا کی طرف سے کام کرتا ہے تو وہ خدا کا محبوب ہے۔ خواہ ساری دنیا اسکی دشمن ہو۔" (" ص۴۲)

جمہوریت کی رو سے بھی خلافت ثابت ہے

"جو شخص یہ کہتا ہے کہ جمہوریت کا ہی فتویٰ درست اور صحیح ہے، پھر بھی خلافت ثابت ہے۔ کیونکہ حضرت صاحب کی وفات کے بعد کل احمدی جماعت کا پہلا اجماع خلافت کے مسئلہ پر ہی ہوا تھا۔ اور کیا غریب، اور کیا امیر، کیا صدر انجمن احمدیہ کے ممبر اور کیا عام احمدی سب نے بالاتفاق بغیر تردّد و انکار کے بلکہ اصرار و الحاح سے حضرت مولوی صاحب کو خلیفہ تسلیم کیا۔ اور عاجزانہ طور پر آپ سے خلیفہ ہونے کی درخواست کی۔ جس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ جمہوریت کے فیصلہ کے مطابق بھی خلافت ثابت ہے۔ کیونکہ جمہور نے خود خلافت کا اقرار کیا" (خلافت احمدیہ صفحہ ۱۲)

خلافت کا قیام عقل کے لحاظ سے بھی ضروری ہے

"ایک خلیفہ کے بغیر عقلاً بھی قوم کا قیام ناممکن ہے۔ کیونکہ خلیفہ کی عدم موجودگی کی وجہ سے قوم کے لوگوں میں یہ تحریک پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ بار بار قادیان میں آئیں۔ اور اس صورت میں ان کے یہاں آنے کی کوئی وجہ بھی نہ ہوگی۔ کیونکہ کوئی عقلمند انسان ایک شہر کی طرف تکلیف اٹھا کر صرف اس لئے کبھی نہیں جاتا۔ کہ وہاں ایک کمیٹی ہے جس کے چند کلرک کام کر رہے ہیں۔ یا ایک سکول ہے یا میگزین یا الحکم، بدر، تشحیذ اور الفضل کے دفتر ہیں۔ پس لوگ اگر قادیان میں آتے ہیں۔ یا آئیں گے۔ تو صرف اسی وجہ سے کہ ایک شخص یہاں موجود ہے۔ جس کے ہاتھ میں انہوں نے ہاتھ دیا ہوا ہے۔ اور امر بالمعروف میں اس کی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر اٹھایا ہے۔ نہ اس لئے کہ یہاں کسی انجمن کا دفتر ہے" (خلافت احمدیہ صفحہ ۲۵)

خلافت سے شرک کا کوئی اندیشہ نہیں

"یہ ایک دھوکہ ہے کہ سلسلہ خلافت سے شرک پھیلتا ہے اور گدیوں کے قائم ہونے کا خطرہ ہے۔ کیونکہ آج سے تیرہ سو سال پہلے خدا تعالیٰ نے خود اس خیال کو ردّ فرما دیا تھا۔ کیونکہ خلفاء کی نسبت فرماتا ہے۔ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا۔ خلفاء میری ہی عبادت کیا کریں گے۔ اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں قرار دیں گے۔ خدا تعالیٰ جانتا تھا۔ کہ ایک زمانہ میں خلافت پر یہ اعتراض کیا جائے گا۔ کہ اس سے شرک کا اندیشہ ہے۔ اور غیر مامور کی اطاعت جائز نہیں" (کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے صفحہ ۵)

خلافت الٰہی نعمت ہے

"خلافت ایک الٰہی نعمت ہے۔ کوئی نہیں جو اس میں روک بن سکے۔ وہ خدا تعالیٰ کے نور کے قیام کا ذریعہ ہے۔ جو اس کو مٹانا چاہتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کو مٹانا چاہتا ہے۔ ہاں وہ ایک وعدہ ہے۔ جو پورا تو ضرور کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے زمانہ کی لمبائی مومنوں کے اخلاص سے وابستہ ہے" (الفضل ۲۲ ستمبر ۳۴ء صفحہ ۱)

خلافت وحدتِ قومی کی جان ہے

"یہ مسئلہ (خلافت۔ ناقل) جس حصہ مذہب سے تعلق رکھتا ہے وہ وحدت قومی ہے۔ کوئی جماعت، کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی۔ جب تک ایک رنگ کی اس میں وحدت نہ پائی جائے۔ مسلمانوں نے قومی لحاظ سے تنزل ہی اسی وقت کیا ہے۔ جب ان میں خلافت نہ رہی۔ جب خلافت نہ رہی۔ تو وحدت نہ رہی۔ اور جب وحدت نہ رہی۔ تو ترقی رک گئی۔ اور تنزل شروع ہو گیا۔ کیونکہ خلافت کے بغیر وحدت نہیں ہو سکتی اور وحدت کے بغیر ترقی نہیں ہو سکتی" (درس سورۃ نور مطبوعہ الفضل)

خلافت انعام خداوندی ہے

"قرآن کریم نے خلافت کو رحمت قرار دیا ہے۔ اور مومنوں کے ساتھ اس نے خلافت کا وعدہ کیا ہے۔ مگر ساتھ ہی فرمایا ہے کہ یہ انعام ہے۔ اور انعام کے وعدے اور حکم میں فرق ہوتا ہے۔ حکم بہرحال چلتا چلا جاتا ہے۔ اور انعام صرف اس وقت تک رہتا ہے جب تک انسان اس کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ جب مستحق نہیں رہتا۔ تو انعام اس سے واپس لے لیا جاتا ہے" (الفضل ۲۸ مارچ [illegible])

خلافت بالمشورہ

"میرا مذہب ہے لَا خِلَافَةَ اِلَّا بِالْمَشْوَرَةِ۔ خلافت جائز ہی نہیں جب تک اس میں شوریٰ نہ ہو" (منصب خلافت صفحہ [illegible])

خلیفہ کا طریقِ حکومت

" خلیفہ کا طریق حکومت کیا ہو؟ خدا تعالیٰ نے اس کا فیصلہ کر دیا ہے۔ تمہیں ضرورت نہیں۔ کہ تم خلیفہ کے لئے قواعد اور شرائط تجویز کرو۔ یا اس کے فرائض بتاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں اس کے اغراض ومقاصد بتائے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کے کام کا طریق بھی بتا دیا ہے۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ۔ ایک مجلس شوریٰ قائم کرو۔ ان سے مشورہ لے کر غور کرو۔ پھر دعا کرو جس پر اللہ تعالیٰ تمہیں قائم کر دے اس پر قائم ہو جاؤ۔ خواہ وہ اس مجلس کے مشورہ کے خلاف بھی ہو۔ تو خدا تعالیٰ مدد کریگا۔" (منصب خلافت ص۳۲)

" خلیفہ کو سارے مسلمانوں پر حکومت ہوتی ہے۔ اور وہ صرف حکومت کا ہیڈ نہیں ہوتا۔ بلکہ مذہب کا بھی ہیڈ ہوتا ہے۔"
(اسلام کا آئین اساسی ص۳۰)

خلافت کے اصول

۱۔ اس کا تقرر انتخابی ہو۔

۲۔ وہ مملکت کے کام مشورہ سے چلائے۔ لیکن جہاں تک خلافت کا سوال ہے۔ خلیفہ مشورہ لینے کا پابند ہے۔ مشورہ پر عمل کرنے کا پابند نہیں۔ (خلاصۃً از اسلام کا آئین اساسی ص۳۲-۳۳)

کیا خلیفہ غلطی کر سکتا ہے؟

" آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں۔ کہ میں غلطی کر سکتا ہوں۔ تو پھر خلیفہ سے غلطی کس طرح ناممکن ہے۔ مگر پھر بھی اس کے فیصلہ کو شرح صدر کے ساتھ ماننا ضروری ہے۔ اس اصل کو بھلا دو۔ تو تمہارے اندر بھی تفرقہ اور تنفر پیدا ہو جائیگا۔ اسے مٹا دو۔ اور لوگوں کو کہنے دو۔ کہ خلیفہ غلطی کر سکتا ہے۔ تو تم بھی پراگندہ بھیڑوں کی طرح ہو جاؤ گے۔ جن کو بھیڑیئے اٹھا کر لے جائیں گے اور دنیا کی لعنتیں تم پر پڑیں گی جسے خدا نے عزت دی ہے۔ تمہارے لئے اس کی عیب جوئی جائز نہیں۔ اگر وہ غلطی بھی کرتا ہے اور اس کی غلطی سے تمہیں نقصان پہنچتا ہے۔ تو تم صبر کرو۔ خدا دوسرے ذریعہ سے تمہیں اس کا اجر دے گا۔ اور اگر وہ گندہ ہو گیا ہے۔ تو جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ فرماتے ہیں۔ تم خدا کے آگے اس کا معاملہ پیش کرو۔ وہ اگر تم کو حق پر دیکھیگا۔ تو اسے خود موت دے دیگا۔ اور تمہاری تکلیف دور کر دے گا۔"
(الفضل ۸ر جولائی ۱۹۳۶ء)

" ہمارا عقیدہ ہے کہ خلیفہ کا محافظ خدا تعالیٰ ہے۔ اور وہ اس سے ایسی غلطیاں سرزد نہیں ہونے دیگا۔ جو اصولی امور کے متعلق ہوں۔" (الفضل ۲۹ر جولائی ۱۹۵۲ء)

خدا تعالیٰ خلیفہ کو اپنی صفات بخشتا ہے

" خدا تعالیٰ جس شخص کو خلافت پر کھڑا کرتا ہے۔ وہ اسکو زمانہ کے مطابق علوم بھی عطا کرتا ہے۔ اگر وہ احمق جاہل اور بے وقوف ہوتا ہے . . . . . تو اس کے کیا معنے ہیں۔ کہ خلیفہ خود خدا بناتا ہے۔ اس کے تو معنے ہی یہ ہیں۔ کہ جب کسی کو خدا خلیفہ بناتا ہے تو اسے اپنی صفات بخشتا ہے۔ اگر وہ اُسے اپنی صفات نہیں بخشتا۔ تو خدا تعالیٰ کے خود خلیفہ بنانے کے معنے ہی کیا ہیں۔"
(الفضل ۲۲ر نومبر ۱۹۵۰ء)

خلفاء اور قبولیتِ دعا

" اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصب خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اس کی دعاؤں کی قبولیت بڑھا دیتا ہے۔ کیونکہ اگر اس کی دعائیں قبول نہ ہوں۔ تو پھر اس کے اپنے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے۔ تم میرے لئے دعا کرو کہ مجھے تمہارے لئے زیادہ دعا کی توفیق ملے۔ اور اللہ تعالیٰ ہماری ہر قسم کی سستی دور کر کے چستی پیدا کرے۔ میں جو دعا کروں گا۔ وہ انشاء اللہ فرداً فرداً ہر شخص کی دعا سے زیادہ طاقت رکھے گی۔" (منصب خلافت ص۳۲)

خلیفہ کی عام انفرادی حیثیت

" خلیفہ ایک وجود ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ انتظام کے لئے کھڑا کرتا ہے۔ اس امر کو چھوڑ کر خود خلیفہ جماعت میں سے ایک معمولی فرد ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ اصولوں کا ایسا ہی

پابند ہے۔ جیسے اور ممبر۔ اور جس طرح اور لوگ سلسلہ احمدیہ کے افراد ہیں۔ وہ ان افراد میں سے ایک فرد ہے۔ ان کا بھائی ہی ان میں کا ہے۔ اُسے اس انتظام سے علیحدہ ہو کر جو جماعت کے قیام کے لئے اس کے سپرد کیا گیا ہے اور کوئی فضیلت نہیں۔ اگر وہ غریب سے غریب آدمی کے حق کو دبا تا ہے۔ تو وہ خدا کے حضور جواب دِہ ہے۔" (القول الفصل صفحہ ۵۹)

" اگر ذاتی معاملات میں خلیفہ اور کسی شخص کا جھگڑا ہو جائے مثلاً کسی مالی معاملہ میں اختلاف ہو جائے۔ تو اُسے اسی طرح عدالت سے اپنا فیصلہ کرانا ہو گا۔ جس طرح دوسرے لوگ کراتے ہیں اور اس کو کوئی خاص رعایت حاصل نہیں ہو گی . . . . . مگر یہ دعاوی انہی امور کے متعلق چل سکتے ہیں۔ جو خلافت کے کام سے علیحدہ ہوں۔" (احمدیت یعنی حقیقی اسلام صفحہ ۲۱۲)

خلیفہ معزول نہیں ہو سکتا

" میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میں نے کبھی انسان سے خلافت کی تمنا نہیں کی۔ اور یہی نہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ سے بھی کبھی یہ خواہش نہیں کی کہ وہ مجھے خلیفہ بنادے۔ یہ اس کا اپنا فعل ہے۔ یہ میری درخواست نہ تھی۔ میری درخواست کے بغیر یہ کام میرے سپرد کیا گیا ہے۔ اور یہ خدا تعالےٰ کا فعل ہے۔ کہ اس نے اکثروں کی گردنیں میرے سامنے جھکا دیں۔ میں کیونکر تمہاری خاطر خدا تعالےٰ کے حکم کو رد کر دوں۔ مجھے اس نے اُسی طرح خلیفہ بنایا جس طرح پہلوں کو بنایا تھا۔ گو میں حیران ہوں کہ میرے جیسا نالائق انسان اُسے کیوں پسند آگیا —— لیکن جو کچھ بھی ہو۔ اُس نے مجھے پسند کر لیا۔ اور اب کوئی انسان اس کُرتہ کو مجھ سے اتار نہیں سکتا۔ جو اس نے پہنایا ہے۔ یہ خدا کی دین ہے۔ اور کونسا انسان ہے جو خدا کے عطیہ کو مجھ سے چھین لے۔"

(کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے صفحہ ۴)

" اب کون ہے جو مجھے خلافت سے معزول کر سکے۔ خدا نے مجھے خلیفہ بنایا ہے۔ اور خدا تعالےٰ اپنے انتخاب میں غلطی نہیں کرتا۔ اگر سب دنیا مجھے مان لے تو میری خلافت بڑی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر سب کے سب خدانخواستہ مجھے ترک کر دیں تو بھی خلافت میں فرق نہیں آسکتا۔ جیسے نبی اکیلا بھی نبی ہوتا ہے۔ اسی طرح خلیفہ اکیلا بھی خلیفہ ہوتا ہے۔" (کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے صفحہ ۱۰)

" اگر خلیفہ اسلام میں معزول ہو سکتا تھا۔ تو یقیناً حضرت علیؓ مجرم ہیں۔ کیونکہ ان کی اپنی جماعت کے ایک بڑے حصہ نے کہہ دیا تھا۔ کہ ہم آپ کو خلافت سے معزول سمجھتے ہیں لیکن بجائے اس کے کہ . . . . . . حضرت علیؓ خلافت چھوڑ دیتے انہوں نے تلوار میان سے نکالی اور ہزاروں ہزار خارجی کو قتل کر کے رکھ دیا اگر خلیفہ معزول ہو سکتا تھا۔ تو ان لوگوں کا قصور کیا تھا۔ وہ تو وہی بات کرتے تھے۔ جس کا قرآن نے ان کو حق دیا تھا۔ جب ایک مسلمان کا قتل بھی دوزخی بنا دیتا ہے۔ تو کیا کہیں گے قدوسی صاحب حضرت علیؓ کے متعلق جنہوں نے ہزاروں ہزار مسلمان کو اس مسئلہ پر قتل کر کے رکھ دیا۔ دوسری مثال حضرت عثمانؓ کی ہے۔

یادرکھو!

" یادرکھو جو حالات خلافت اولیٰ میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ یہاں پیدا نہیں ہونگے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تو بادشاہت فوراً مل گئی تھی۔ لیکن ہمیں نہیں ملی۔ مگر وہاں تنظیم بگڑ گئی تھی۔ یہاں تنظیم نہیں بگڑیگی۔"

(حضرت مصلح موعود)

الفضل ۲۲ر فروری ۱۹۵۰ء

حضرت عثمانؓ سے بھی باغیوں کا یہی مطالبہ تھا۔ کہ آپ خلافت چھوڑ دیں۔ ہم آپ کو معزول کرتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے نرم مزاج ہونے کی وجہ سے تلوار تو نہیں نکالی۔ لیکن خود اپنی جان قربانی کے لئے پیش کر دی۔ اور عزل کا عقیدہ رکھنے والوں کا مُنہ کالا کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے خلافت کی ضرورت کا مسئلہ ثابت کیا۔ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے خلیفہ کے معزول نہ ہونے کا مسئلہ ثابت کیا۔ گویا ابتدائی خلافت راشدہ نے اپنے عمل اور اپنے فیصلہ سے ان مسائل کو حل کر دیا تھا۔ اور پھر ہمارے زمانہ میں آکے حضرت خلیفہ اولؓ کے عہد میں یہ سوال اٹھا۔ اور آپ نے فرمایا۔ تم کون ہوتے ہو مجھے معزول کرنے والے۔"

(الفضل ۲۵ر اکتوبر ۱۹۵۱ء)

خدائے قادر وتوانا کی قسم

"میں..... اس قادر و توانا خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ باوجود ایک سخت کمزور انسان ہونے کے مجھے خدا تعالیٰ نے ہی خلیفہ بنایا ہے۔ اور میں اسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ اس نے آج سے ۲۲-۲۳ سال پہلے مجھے رؤیا کے ذریعہ بتا دیا تھا۔ کہ تیرے سامنے ایسی مشکلات پیش آئیں گی۔ کہ بعض دفعہ تیرے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہو گا۔ کہ اگر یہ بوجھ علیحدہ ہو سکتا ہو۔ تو اسے علیحدہ کر دیا جائے۔ مگر تو اس بوجھ کو ہٹا نہیں سکے گا۔ اور یہ کام تجھے بہرحال نبھانا پڑے گا۔ اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔" (الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۳۷ء)

خلیفہ کو مستعفی ہونیکا مشورہ دینے والا خدا کی معرفت سے کورا ہے

"اس شخص کو خدا کی معرفت سے کوئی حصہ نہیں ملا۔ اور وہ خدا کی حکمتوں کے سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ جو مجھے کہتا ہے۔ کہ آپ خلافت چھوڑ دیں۔ اس نادان کو کیا معلوم ہے کہ اس کے چھوڑنے کا کیا نتیجہ ہو گا۔ پس حضرت عثمان رضؓ کی طرح میں نے بھی کہا۔ کہ جو قبا مجھے خدا تعالیٰ نے پہنائی ہے وہ میں کبھی نہیں اتاروں گا۔ خواہ ساری دنیا اس کے چھیننے کے درپے ہو جائے۔ پس میں آگے ہی آگے بڑھوں گا۔ خواہ کوئی میرے ساتھ آئے یا نہ آئے۔ مجھے خدا تعالیٰ نے بتایا ہے۔ کہ ابتلاء آئیں گے مگر انجام اچھا ہو گا۔"
(برکات خلافت صـ۲۲)

خلافت اور امام حسن رضؓ

"امام حسن رضؓ نے خدا کی دی ہوئی نعمت واپس کر دی۔ جس کا نتیجہ بہت تلخ نکلا۔ تو خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو رد کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔" (برکات خلافت صـ۲۲)

خلافت کا مخالف قابلِ سزا ہے

"خدا تعالیٰ کے فعل نے پہلے زمانہ اور اس زمانہ میں نمایاں امتیاز قائم کر کے دکھلا دیا ہے۔ پس اب جو شخص خلافت کی مخالفت کرتا ہے۔ وہ پہلوں سے زیادہ سزا کا مستحق ہے۔ اور یقیناً اگر کوئی شخص خلافت کے مقابلہ پر اصرار کرے گا اور اپنے اس فعل سے توبہ نہیں کرے گا۔ تو اس کا ایمان بالکل ضائع ہو جائے گا۔ اور آج نہیں تو کل وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی حملے کرنے لگے گا۔ اور پھر بالکل ممکن ہے وہ اس سزا کے نتیجہ میں اخلاق فاضلہ کو بھی ہاتھ سے چھوڑ دے۔ اور حیا اور شرم سے اُسے دُور کی بھی نسبت نہ رہے۔" (الفضل یکم اگست ۱۹۳۷ء صـ۱۱)

خلافت کے دشمن سے سلوک

"صحابہ کا فتویٰ ہے۔ کہ جو شخص خلافت کے بالمقابل کھڑا ہوتا ہے۔ اس سے قطع تعلق کیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کے وقت جب بعض انصار نے سعد بن عبادہ کو دوسرا امام پیش کیا اور صحابہ نے دو امام تسلیم نہ کئے۔ تو سعد نے بیعت سے احتراز کیا۔ گو احکام خلافت کے قبول کرنے سے انہوں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ان کے متعلق فرمایا کہ اُقْتُلُوْا سَعْدًا یعنی سعد سے قطع تعلق کرو۔ چنانچہ صحابہ ان سے بالکل تعلق نہیں رکھتے تھے۔"
(آئینہ صداقت صـ۱۱۶)

خلیفہ کے جانشین کی تعیین اسکی زندگی میں

"ایک خلیفہ کی موجودگی میں دوسرے کے متعلق تجویز خواہ وہ اسکی وفات کے بعد کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ ناجائز ہے۔" (،، صـ۱۱۷)

خلافت راشدہ اور موجودہ خلافت میں فرق

"رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی خلافت قائم ہوئی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی خلافت قائم ہوئی۔ مگر ان دونوں خلافتوں میں ایک فرق بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی اسلام کے تمام احکام عملی طور پر قائم ہو گئے تھے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ان احکام کے عملی صورت میں قائم ہونے کے لئے ایک لمبا عرصہ مقدر ہے۔ پس گو پہلے خلفاء کے زمانہ میں بھی اگر کوئی تفرقہ کرتا

تو وہ شدید گناہ کا مرتکب ہوتا۔ مگر عملی صورت میں یقیناً اسلامی احکام کو نقصان نہ پہنچ سکتا۔ کیونکہ اسلامی تعلیم قائم ہو چکی تھی اُسے جو بھی نقصان اور ضعف پہنچتا وہ سیاسی ہوتا۔ لیکن آج اگر کوئی شخص تفرقہ پیدا کرتا ہے اور جماعت کے اتحاد کو تباہ کرنے کے درپے ہوتا ہے تو وہ صرف تفرقہ پیدا نہیں کرتا بلکہ اسلام کو ضعف پہنچاتا اور اس کی ترقی میں زبردست روک بنتا ہے۔" (الفضل یکم اگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۱)

جماعت احمدیہ کے خلیفہ کی حیثیت

"جماعت احمدیہ کے خلیفہ کی حیثیت دنیا کے تمام بادشاہوں اور شہنشاہوں سے زیادہ ہے۔ وہ دنیا میں خدا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ ہے۔" (الفضل ۲۷ اگست ۱۹۳۷ء)

مسیح موعودؑ کی خلافت غیر معین عرصہ تک چلے گی

"قرآن کریم میں جہاں خلافت کا ذکر ہے۔ وہاں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ خلافت ایک انعام ہے۔ پس جب تک کوئی قوم اس انعام کی مستحق رہتی ہے وہ انعام اُسے ملتا رہتا ہے۔ پس جہاں تک مسئلہ اور قانون کا تعلق ہے۔ وہ صرف یہ ہے کہ ہر نبی کے بعد خلافت ہوتی ہے۔ اور وہ خلافت اس وقت تک چلتی چلی جاتی ہے۔ جب تک کہ قوم خود ہی اپنے آپ کو خلافت کے انعام سے محروم نہ کر دے۔ لیکن اس اصل سے ہرگز یہ بات نہیں نکلتی کہ خلافت کا مٹ جانا لازمی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خلافت اب تک چلی آ رہی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ ہم کہتے ہیں۔ کہ پوپ صحیح معنوں میں حضرت مسیحؑ کا خلیفہ نہیں۔ لیکن ساتھ ہی ہم یہ بھی تو مانتے ہیں۔ کہ امت عیسوی بھی صحیح معنوں میں مسیحؑ کی امت نہیں۔ پس جیسے کو تیسا تو ملیگا۔ مگر ظاہر ہے بلکہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے موسیٰؑ کے بعد ان کی خلافت عارضی رہی لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کی خلافت کسی نہ کسی شکل میں ہزاروں سال تک قائم رہی۔ اسی طرح گو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت محمدیہ تواتر کے رنگ میں عارضی رہی لیکن مسیح محمدی کی خلافت مسیح موسوی کی طرح ایک غیر معین عرصہ تک چلتی چلی جائے گی۔" (الفضل ۳ اپریل ۱۹۵۲ء)

"یہ امر ظاہر ہے کہ سلسلہ احمدیہ میں خلافت ایک بہت لمبے عرصہ تک چلے گی۔ جس کا قیاس بھی اس وقت نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر خدانخواستہ بیچ میں کوئی وقفہ پڑے بھی تو وہ حقیقی وقفہ نہیں ہوگا۔ بلکہ ایسا ہی وقفہ ہوگا۔ جیسے دریا بعض دفعہ زمین کے نیچے گھس جاتے ہیں۔ اور پھر باہر نکل آتے ہیں۔ کیونکہ جو کچھ اسلام کے قرونِ اولیٰ میں ہوا۔ وہ ان حالات سے مخصوص تھا۔ وہ ہر زمانہ کے لئے قاعدہ نہیں تھا۔" (الفضل ۳ اپریل ۱۹۵۲ء)

حکومت ملنے کے بعد خلافت کے فرائض

"چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے صرف روحانی خلافت دے کر بھیجا تھا۔ اس لئے آئندہ جہاں تک ہو سکے۔ آپ کی خلافت اس وقت بھی جبکہ بادشاہتیں اس مذہب میں داخل ہوں گی۔ سیاسیات سے بالا رہنا چاہتی ہے۔ وہ لیگ آف نیشنز کا اصلی کام سر انجام دے گی۔ اور مختلف ممالک کے نمائندوں سے مل کر ملکی تعلقات کو درست رکھنے کی کوشش کرے گی۔ اور خود مذہبی، اخلاقی، تمدنی اور علمی ترقی اور اصلاح کی طرف متوجہ رہے گی۔ تاکہ پچھلے زمانہ کی طرح اس کی توجہ کو سیاست ہی اپنی طرف نہ کھینچ لے۔ اور دین و اخلاق کے اہم امور بالکل نظر انداز نہ ہو جائیں۔" (احمدیت یعنی حقیقی اسلام ص ۱۲۰)

ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

تم ہو خدا کے ساتھ خدا ہو تمہارے ساتھ
ہوں تم سے ایسے وقت میں خدمت خدا کرے

(المصلح الموعود)

اللّٰھم متعنا بطول حیاتہ وانصرہ نصرًا عزیزًا
انک علیٰ کل شیءٍ قدیر

قیس مینائی کراچی

تصویر!

خاموش فراست کی تصویر — محمود امارت کا سرتاج

پرجوش محبت کی تصویر — محمود امامت کا سرتاج

قرآں کی حکمت کی تصویر — محمود خلافت کا سرتاج

اسلام کی عظمت کی تصویر — محمود جماعت کا سرتاج

اللہ کی صنعت کی تصویر — سرتاجِ رسالت کی تصویر

محمود ہے فطرت کی تصویر — محمود ہے فطرت کی تصویر

اک رہبرِ عالم ہے محمود — اِک نورِ مجرّد کی تمثیل

پیغامِ مجسّم ہے محمود — اک جلوۂ بے حد کی تمثیل

ہر زخم کو مرہم ہے محمود — احمدؑ ہے محمدؐ کی تمثیل

خود دیدۂ پُرنم ہے محمود — محمود ہے احمدؑ کی تمثیل

اللہ کی نصرت کی تصویر — آئینۂ سیرت کی تصویر

محمود ہے فطرت کی تصویر — محمود ہے فطرت کی تصویر

بے باک صداقت کی تلوار — اوراق مودّت کی تنظیم

بے لاگ حقیقت کا اظہار — شیرازۂ ملّت کی تنظیم

سرسبز شریعت کا گلزار — اے قیس جماعت کی تنظیم

مہدی کی امامت کا شہکار — ہے مرکزِ وحدت کی تنظیم

اللہ کی رحمت کی تصویر — تنظیمِ جماعت کی تصویر

محمود ہے فطرت کی تصویر — محمود ہے فطرت کی تصویر

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا درد انگیز پیغام پاکستانی احمدیوں کے نام

۲۲ اگست ۴۷ء کو جبکہ ہند و پاکستان میں فتنہ و فساد کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے احمدیت کے بنیادی مرکز قادیان سے پاکستانی احمدیوں کے نام ایک نہایت درد انگیز پیغام تحریر فرمایا تھا جس کا آخری حصہ افادۂ عام کیلئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

"میں جماعت کو محبت بھرا پیغام بھجواتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔ اگر ابھی میرے ساتھ مل کر کام کرنے کا وقت ہو تو آپ کو وفاداری اور مجھے دیانتداری سے کام کرنے کی توفیق ملے اور اگر ہمارے تعاون کا وقت ختم ہو چکا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو اور آپ کے قدم کو ڈگمگانے سے محفوظ رکھے سلسلہ کا جھنڈا نیچا نہ ہو۔ اسلام کی آواز پست نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کا نام ماند نہ پڑے قرآن سیکھو اور حدیث سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ اور خود عمل کرو اور دوسروں سے عمل کراؤ۔ زندگیاں وقف کرنیوالے ہمیشہ تم میں سے ہوتے رہیں۔ اور ہر ایک اپنی جائداد کے وقف کا عہد کرنیوالا ہو۔ خلافت زندہ رہے اور اس کے گرد جان دینے کیلئے ہر مومن آمادہ کھڑا ہو۔ صداقت تمہارا زیور، امانت تمہارا حسن اور تقویٰ تمہارا لباس ہو۔ خدا تعالیٰ تمہارا ہو اور تم اُس کے ہو۔ آمین۔

میرا یہ پیغام باہر کی جماعتوں کو بھی پہنچا دو۔ اور انہیں اطلاع دو۔ کہ تمہاری محبت میرے دل میں ہندوستان کے احمدیوں سے کم نہیں تم میری آنکھ کا تارا ہو۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ جلد سے جلد اپنے اپنے ملکوں میں احمدیت کا جھنڈا گاڑ کر آپ لوگ دوسرے ملکوں کی طرف توجہ دینگے۔ اور ہمیشہ خلیفۂ وقت کے جو ایک وقت میں ایک ہی ہو سکتا ہے فرمانبردار رہیں گے اور اس کے حکموں کے مطابق اسلام کی خدمت کریں گے۔" والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح)

سید عبد الباسط پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں طبع کرا کر دفتر ماہنامہ خالد ربوہ سے شائع کیا قائمقام دوست محمد شاہد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم　　وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

اِسلامی خلافت کا صحیح نظریہ

خلیفہ خدا بناتا ہے اور اُسے کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی۔

(از حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم اے)

آج کل کے بعض جمہوریت زدہ لوگوں میں جو دنیوی اور دینی امارت کے فرق کو نہیں سمجھتے، یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب خلیفہ کا انتخاب لوگوں کی کثرت رائے یا اتفاق رائے سے ہوتا ہے تو پھر اسے خدا کی طرف کیوں منسوب کیا جاتا ہے اور کیوں کہا جاتا ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے؟ اور پھر جب خلیفہ کا انتخاب لوگوں کی رائے کے ساتھ ہوتا ہے تو حالات کے بدلنے کے نتیجہ میں خلیفہ کے عزل کا سوال کیوں نہیں اٹھ سکتا؟ - یہ وہ سوال ہے جو آجکل کے بعض ناواقف نوجوانوں کی طرف سے جو شریعت اسلامی کی حکمت اور فلسفہ سے نابلد ہیں، گاہے گاہے اٹھایا جاتا ہے۔

اِس سوال کا دو حرفی جواب

اس سوال کا مختصر اور دو حرفی جواب تو اس قدر کافی ہے کہ یہ بات ہرگز درست نہیں کہ خلیفہ محض لوگوں کی رائے سے منتخب ہوتا ہے۔ اگر حقیقت یہی ہوتی کہ لوگ خود خلیفہ بناتے ہیں تو پھر بے شک ایک حد تک سوال کرنے والوں کا یہ شبہ درست سمجھا جاسکتا تھا کہ جو ہاتھ ایک چیز کو بناتا ہے وہ حسب ضرورت اُسے توڑ بھی سکتا ہے۔ مگر جیسا کہ میں ابھی ثابت کروں گا حقیقت اس سے بالکل مختلف ہے۔ اور یہ دعویٰ کسی طرح صحیح ثابت نہیں ہوتا کہ خلافتِ حقہ ایک محض انسانی نظام ہے، جس کا قیام لوگوں کی خوشی اور مرضی پر موقوف ہے کہ جب چاہا بنالیا اور جب چاہا توڑ دیا۔ پس جبکہ یہ دعویٰ ہی باطل ہے۔ تو اس دعوے کا وہ نتیجہ جو بعض ناواقف لوگ پیدا کرنا چاہتے ہیں، کس طرح درست سمجھا جاسکتا ہے؟

خلافت کا عجیب وغریب روحانی نظام

خلافتِ حقہ ایک نہایت عجیب وغریب رُوحانی نظام ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی خاص تقدیر اور خاص تصرف کے ماتحت قائم ہوتا ہے۔ اور گو اس میں نبوت کے قیام کی طرح خدا تعالیٰ اپنی وحیٔ جلی کو کام میں لاکر منظرِ عام پر نہیں آتا مگر اس کی وحیٔ خفی کی مخفی تاریں مومنوں کے قلوب پر

تصرف کر کے ان کی رائے کو اس شخص کی طرف جسے خدا
تعالیٰ خلیفہ بنانا چاہتا ہے اس طرح مائل کر دیتی ہے کہ
وہ اس کے سوا کسی اور کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے
یہ حقیقت جو خلافتِ حقہ کے فلسفہ کی جان ہے اسلام اور احمدیت
کی تعلیم اور اسلام اور احمدیت کی تاریخ سے اس وضاحت
کے ساتھ ثابت ہے کہ کوئی دانا شخص جو غور اور تدبّر کا مادہ
رکھتا ہے اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا۔ قرآن اور حدیث
اور خلفاء راشدین کے اقوال و حالات اور پھر اس زمانہ
میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور آپ کے بعد حضرت
خلیفۃ المسیح الاوّل اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ
کے ارشادات سب کے سب بلا استثناء اس حقیقت
کے گواہ اور شاہد ہیں کہ گو خلفاء کے انتخاب میں بظاہر
مومنوں کی زبان چلتی ہے مگر حقیقۃً تصرف خدا کا ہوتا ہے۔
اور ایک نبی یا سابقہ خلیفہ کی وفات پر آسمانی چرواہے کا
مخفی عصا مومن بھیڑوں کو جو اس وقت انتشار کی حالت میں
ہوتی ہیں، گھیر گھیر کر ایک محفوظ احاطہ میں جمع کر دیتا ہے۔

مسئلہ خلافت کے متعلق قرآنی تعلیم!

سب سے پہلے میں قرآن مجید کو لیتا ہوں جو خدائے
علیم حکیم کا کلام اور ہمارے نظام روحانی کا نقطہ ہے۔
اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بالعموم مختلف مقامات پر خلافت کا
ذکر فرماتا ہے۔ ان میں سے بعض میں قومی خلافت مراد ہے اور
بعض میں انفرادی خلافت مراد ہے۔ اور بعض میں مخلوط
مضمون ہے پھر انفرادی خلافت میں سے بعض جگہ
مامور خلیفہ مراد ہے۔ اور بعض جگہ غیر مامور خلیفہ مراد ہے
مگر ان سب مقامات میں بلا استثناء ہر جگہ خدا تعالیٰ نے
خلافت کو خواہ وہ کسی قسم کی ہے خود اپنی طرف منسوب کیا
ہے۔ اگر کسی شخص کو شوق ہو تو سورۃ بقرہ آیت ۳۱۔
اور سورۃ انعام آیت ۱۳۴۔ اور پھر سورۃ انعام
آیت ۱۶۶ اور سورۃ اعراف آیت ۷۰۔ اور پھر
سورۃ اعراف آیت ۱۳۰ اور سورۃ یونس آیت ۱۵۔ اور پھر
سورۃ یونس آیت ۷۴ اور سورۃ ھود آیت ۵۸ اور سورۃ
نور آیت ۵۶۔ اور سورۃ نمل آیت ۶۳۔ اور سورۃ فاطر آیت
۴۰۔ اور بالآخر سورۃ ص آیت ۲۷ کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ میں
اس جگہ نمونہ کے طور پر صرف تین آیتوں کے اندراج پر اکتفا
کرتا ہوں۔ نسل انسانی میں انفرادی خلافت کے آغاز کے
متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ
فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (سورۃ بقرہ آیت ۳۱)

یعنی "اے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس
وقت کو یاد کر جب کہ تیرے رب نے فرشتوں
سے فرمایا کہ میں اس دنیا میں ایک شخص کو خلیفہ بنا کر
آسمانی ہدایت کا آغاز کرنے لگا ہوں۔"

پھر اس کے بعد بنی اسرائیل کی انفرادی خلافت کے وسطی
نقطہ کے متعلق فرماتا ہے:۔

يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ
(سورۃ ص آیت ۲۷)

یعنی "اے داؤد ہم نے تجھے ملک میں اپنا خلیفہ
مقرر کیا ہے۔"

اور بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں انفرادی
اور قومی خلافت کے متعلق مخلوط طور پر اصولی رنگ میں
فرماتا ہے کہ:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ
قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي
ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ
خَوْفِهِمْ أَمْنًا (سورۃ نور آیت ۵۶)

یعنی "اے مسلمانوں اللہ تعالیٰ وعدہ کرتا
ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو
ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے
کہ وہ ضرور ضرور انہیں دنیا میں خلیفہ بنائے

گا۔ جس طرح کہ اس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور وہ اُنکے ذریعہ اس دین کو جو اس نے انکے لیے پسند کیا ہے۔ دنیا میں مضبوط اور مستحکم کردے گا اور ان کے خوف کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔"

اس آیت میں جو آیت استخلاف کہلاتی ہے اور قرآن کریم کی اہم ترین آیات میں سے ہے چوٹی کے مومنوں کے لیے انفرادی خلافت کا اور عام مسلمانوں کے لیے قومی خلافت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف شہادۃ القرآن میں اپنی خدا داد خلافت کے متعلق اور رسالہ الوصیت میں حضرت ابوبکر کی خلافت کے متعلق اسی قرآنی آیت سے استدلال فرمایا ہے۔ اور یہی حال دوسری قرآنی آیات کا ہے۔ جن میں بلا استثناء ہر جگہ خدا تعالےٰ نے خلفاء کے تقرر کو لازماً خود اپنی طرف منسوب کیا ہے، جو اس بات کا قطعی اور یقینی ثبوت ہے کہ خلافت کے معاملہ کو خواہ وہ انفرادی ہے یا قومی خدا نے صرف اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔

خلافت کے متعلق حدیث کا بیان کردہ نظریہ

دوسرا نمبر حدیث کا ہے۔ سو وہ بھی قرآن کی طرح اس بات پر برملا شہادت دے رہی ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ میں اس جگہ صرف دو حوالوں پر اکتفا کروں گا بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی روایت آتی ہے کہ:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ لقد ھممت ان ارسل الی ابی بکر حتی اکتب کتابا فاعھد ان یتمنی المتمنون ویقول قائل انا اولی ثم قلت یابی اللہ ویدفع المومنون

(بخاری)

یعنی "حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض موت میں مجھ سے فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ ابوبکر کو بلا کر ان کے حق میں خلافت کی تحریر لکھ جاؤں تاکہ میرے بعد دوسرے لوگ خلافت کی تمنا میں کھڑے نہ ہو جائیں۔ اور کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ میں ابوبکر کی نسبت خلافت کا زیادہ حقدار ہوں مگر پھر میں نے اس خیال سے یہ ارادہ ترک کر دیا کہ خدا تعالےٰ ابوبکر کے سوا کسی اور شخص کی خلافت پر راضی نہ ہوگا اور نہ ہی مومنوں کی جماعت کسی اور کی خلافت قبول کرے گی۔"

یہ لطیف حدیث اسلامی خلافت کے فلسفہ کا حقیقی نچوڑ ہے۔ کیونکہ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ گو بظاہر ایک غیر مامور خلیفہ کا انتخاب لوگ کرتے ہیں مگر درحقیقت اس کے انتخاب میں خدا کی تقدیر کام کر رہی ہوتی ہے۔ اور خدا اپنے خاص الخاص تصرف سے لوگوں کے دلوں اور انکی زبانوں کو خلافت کے اہل شخص اور اپنے منظورِ نظر انسان کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ گویا آج کل کی سیاسی اصطلاح کے مطابق کہہ سکتے ہیں کہ اس معاملہ میں خدا پس پردہ رہ کر اپنی مخفی تاروں کے ذریعہ دائرلیس (Wireless) کا کام کرتا ہے۔ یعنی گو بظاہر لوگوں کی زبان بولتی ہے مگر حقیقتہً تصرف خدا کا چلتا ہے۔ اور بالآخر

"وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے"

پھر ایک دوسری حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ:۔

لعل اللہ یقمصک قمیصًا فان اراد المنافقون علی خلعہ فلا تخلعہ۔

(ترمذی وابن ماجہ مشکوٰۃ)

یعنی "اے عثمان! خدا تجھے ایک قمیص پہنائے گا مگر بعض منافق لوگ اسے اتارنا چاہیں گے لیکن تم اسے ہرگز نہ اتارنا۔"

یہ حدیث بھی اس مسئلہ میں نہایت واضح اور صاف ہے۔ کیونکہ اس میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بالکل قطعی اور غیر مشکوک الفاظ میں خلافت کے تقرر کو خدا کی طرف اور عزل کی کوششوں کو لوگوں کی طرف، بلکہ لوگوں میں سے بھی منافقین کی طرف منسوب فرماتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نہ صرف خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بلکہ بلا استثناء تمام عالم اسلامی نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ اس حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت اور بعد میں بعض لوگوں کی طرف سے اس کے عزل کی کوشش کی طرف اشارہ ہے بلکہ ایک دوسری روایت میں یہاں تک ذکر آتا ہے کہ جب فتنہ پردازوں نے جمع ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت سے دست بردار ہونے کے لئے کہا۔ اور اس مطالبہ پر دھمکی کے رنگ میں زور دیا۔ تو انہوں نے اسی حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بڑی جرأت کیساتھ فرمایا کہ:—

لا اخلع سربالاً سربلنیہ اللہ

یعنی "میں اس عبا کو ہرگز نہیں اتاروں گا جو خدا نے مجھے پہنائی ہے۔"

اور پھر اسّی سالہ بوڑھے مگر باغیرت اور بہادر خلیفہ برحق نے بلوائیوں کے ظلم کا شکار بن کر اپنی جان دے دی مگر اس مقدس قمیص کے دامن کو نہیں چھوڑا جو خدائے حکیم نے اس کے کندھوں پر ڈالی تھی۔

جب فتنہ پردازوں نے جمع ہو کر حضرت عثمانؓ کو خلافت سے دست بردار ہونے کے لئے کہا، اور اس مطالبہ پر دھمکی کے رنگ میں زور دیا، تو انہوں نے اسی حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بڑی جرأت کے ساتھ فرمایا کہ:—

لا اخلع سربالاً سربلنیہ اللہ

یعنی "میں اس عبا کو ہرگز نہیں اتاروں گا جو خدا نے مجھے پہنائی ہے"

اور پھر اسّی۸۰ سالہ بوڑھے مگر باغیرت اور بہادر خلیفہ برحق نے بلوائیوں کے ظلم کا شکار بن کر اپنی جان دے دی، مگر اس مقدس قمیص کے دامن کو نہیں چھوڑا، جو خدائے حکیم نے اس کے کندھوں پر ڈالی تھی۔

مسئلہ خلافت کے متعلق

حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروزِ جمالی اور مثیلِ مثالی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ آتا ہے۔ آپ کی تحریرات اور ارشادات بھی اس معاملہ میں روز روشن کی طرح واضح ہیں۔ مگر میں اس جگہ صرف دو حوالوں پر اکتفا کروں گا۔ آپ فرماتے ہیں:—

"جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا میں ایک زلزلہ آجاتا ہے اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اسے مٹاتا ہے اور پھر گویا از سر نو اس خلیفہ کے ذریعہ استحکام ہوتا ہے۔"

الحکم مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء

دوسری جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:—

"جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی۔ اور بہت سے بادیہ نشین مرتد ہوگئے اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانوں کیطرح ہوگئے۔ تب خدا تعالےٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔ اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا۔ اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا کہ ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا

یعنی خوف کے بعد ہم اُن کے پیر پھر جما دینگے
ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت
میں ہوا...... اور ایسا ہی حضرت عیسےٰ
علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا.........
سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنتُ اللہ یہی
ہے کہ خدا تعالےٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے۔
.... سو اب ممکن نہیں کہ خدا اپنی
قدیم سُنّت کو ترک کر دیوے.......
مَیں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں، اور
میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے، جو
دوسری قدرت کے مظہر ہوں گے؛"

(رسالہ الوصیت)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِن واضح حوالوں سے ثابت ہے کہ نہ صرف یہ کہ خلیفہ خدا بناتا ہے، اور ہر مامور کے وقت میں خدا کی یہی سنت رہی ہے، بلکہ یہ بھی کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت اور اِسی اصل کے ماتحت حضرت عمرؓ اور دوسرے خلفاء کی خلافت بھی سورۃ نور کی آیتِ استخلاف کے ماتحت تھی۔ اور پھر ان حوالوں سے یہ بات بھی قطعی طور پہ ثابت ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد بھی خلفاء کا سلسلہ چلیگا۔ جنہیں خدا خود قائم فرمائے گا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف لکھا ہے کہ "میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کے مظہر ہوں گے۔"

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے اعلانات

اس کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا جبکہ بعض خام خیالی لوگوں نے اس زمانہ کے جمہوری اور دستوری نظاموں سے متاثر ہو کر اور روحانی اور مادی نظاموں کے فرق کو نہ سمجھتے ہوئے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی خلافت پہ اعتراض کرنے شروع کر دیئے اور آپ کو معزول کرنے کی سکیمیں بنائیں۔

اس پر حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے جو ارشادات فرمائے ان میں سے بعض ملاحظہ ہوں۔ فرماتے ہیں:۔

"سُن لو کہ نہ مجھے کسی انسان نے اور نہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے۔ اور نہ مَیں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ مَیں اس کے بنانے کی کچھ قدر کرتا ہوں۔ اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں۔ اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اِس خلافت کی رِدا (چادر) مجھ سے چھین لے۔"

(بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

پھر فرماتے ہیں:۔

"مجھے اگر خلیفہ بنایا ہے تو خدا نے بنایا ہے اور اپنے مصالح سے بنایا ہے۔ خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی.......... اگر خدا تعالےٰ نے مجھے معزول کرنا ہوگا تو وہ مجھے موت دے دے گا۔ تم اس معاملہ کو خدا کے حوالہ کرو۔ تم معزولی کی طاقت نہیں رکھتے......... جھوٹا ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم نے خلیفہ بنایا ہے۔"

(الحکم ۲۱ جنوری ۱۹۱۴ء)

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے یہ حوالے جو اسی قسم کے بیسیوں حوالوں میں سے صرف نمونہ کے طور پر لئے گئے ہیں، کتنے واضح اور کتنے زور دار ہیں! اور پھر اس مرکزی نقطہ کے علاوہ کہ خلیفہ خدا بناتا ہے، اِن حوالوں میں یہ مزید نکتہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر بالفرض کسی خلیفہ کے متعلق خدا یہ دیکھے کہ وہ بعد میں جسمانی کمزوری کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے خلافت کے فرائض کے قابل نہیں رہا تو وہ اسے خود وفات دے کر اس دنیا سے اٹھا لیتا ہے۔ لیکن کسی صورت میں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ لوگ اس کے بنائے ہوئے خلیفہ کو معزول

کریں ۔ اور نہ ایسی معزولی کا کسی کو اختیار ہے ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی تصریح

اس کے بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا زمانہ آتا ہے ۔ سو اس زمانہ کے تعلق میں یہ بات تو معروف اور مسلّم ہی ہے کہ اس خلافت کے آغاز میں غیر مبایعین کی طرف سے فتنہ ہی یہ تھا کہ وہ خلافت کو اڑا دینا چاہتے تھے ، یا اسے ایک معمولی رسمی سی ارادت کا رنگ دے کر صدر انجمن احمدیہ کے ماتحت رکھنا چاہتے تھے ۔ اور اسی بنا پر یہ لوگ جماعت سے کٹ گئے ۔ اس لئے اس زمانہ کے تعلق میں زیادہ حوالوں کی ضرورت نہیں ہے ۔ صرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے ایک اعلان پر ہی اکتفا کرتا ہوں ۔

حضور فرماتے ہیں ۔

" اگر خلیفہ اسلام میں معزول ہو سکتا ہے ، تو یقیناً حضرت علیؓ مجرم ہیں ۔ کیونکہ اُن کی اپنی جماعت کے ایک حصہ نے کہہ دیا تھا کہ ہم آپ کو خلافت سے معزول سمجھتے ہیں ۔ لیکن حضرت علیؓ نے تلوار میان سے نکالی اور ہزارہا خارجیوں کو قتل کر کے رکھ دیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت عثمانؓ سے بھی باغیوں کا یہی مطالبہ تھا کہ آپ خلافت چھوڑ دیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن انہوں نے اپنی جان قربانی کے لئے پیش کر دی اور عزل کا عقیدہ رکھنے والوں کا منہ کالا کر دیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر ہمارے زمانہ میں اگر حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی یہ سوال اٹھا اور آپ نے فرمایا کہ تم کون ہوتے ہو مجھے معزول کرنے والے ۔ "

(الفضل ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۱ء)

خلافت ایک خدائی نظام ہے اور صرف خدا کے حکم سے ٹوٹ سکتا ہے

کیا ان واضح اور بیّن حوالہ جات کے ہوتے ہوئے جو قرآن اور حدیث کی نصوص صریحہ اور خلفاء راشدین کے اقوال و حالات سے لیکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے ارشادات تک مسلسل پھیلے ہوئے ہیں اور بلا استثناء ایک ہی ٹھوس حقیقت اور ایک ہی روشن تعلیم کے حامل ہیں کوئی دانا شخص اس بات میں شبہ کر سکتا ہے کہ خلافت ایک روحانی نظام ہے ۔ جو صرف خدا کے حکم سے قائم ہوتا ہے ۔ اور خلیفہ ایک دینی امام ہے جو صرف خدا کے بنانے سے بنتا ہے ؟ جب خلافت کا قیام خدا کے خاص حکم سے ہوتا ہے تو پھر اسکے عزل کا اختیار لوگوں کے ہاتھ میں کیسے سمجھا جا سکتا ہے ؟ بنائے تو ایک چیز کو خدا اور بنائے بھی اپنی خاص سکیم اور خاص تقدیر اور خاص تصرف کے ساتھ مگر اسکے توڑنے کا اختیار لوگوں کو حاصل ہو !! یہ اندھیر خدائی قانون اور خدا کی حکومت میں کبھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا ۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے خلاف سر اٹھانے والوں اور اُن کے عزل کی کوشش کرنے والوں کو منافق قرار دیا ہے ۔ کیونکہ گو وہ ظاہر میں اسلام کا دم بھرتے تھے مگر خدا کی نظر میں وہ منافق اور نظام اسلام کے دشمن تھے اور اسی بنا پر قرآن شریف نے بھی خلفاء کے منکروں کو سورۃ نور میں فاسق قرار دیا ہے ۔ گویا بالفاظ دیگر خدا نے یہ فرمایا ہے کہ تم ہمارے نبی کو تو ماننے کا دعویٰ کرتے ہو لیکن نبی کے کام کو چلانے اور جاری رکھنے کے لئے جو نظام ہمنے قائم کیا ہے اس کا انکار کر کے ہماری جاری کردہ سکیم اور ہماری بوئی ہوئی فصل کو تباہ کرنا چاہتے ہو ! پس تم فاسق ہو کہ زبان پر تو اسلام ہے مگر تمہارے ہاتھ پاؤں اسلام کی جڑیں کاٹنے کے درپے ہیں ۔ فافہم و تدبر ۔

اسلام میں اختلافات کا آغاز

تقریر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اسلام میں اختلافات کا آغاز

از حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد، امام جماعت احمدیہ

اسلامی تاریخ سے واقفیت کی ضرورت

کچھ عرصہ ہوا میں نے یہ بات نہایت خوشی کے ساتھ سُنی تھی، کہ اسلامیہ کالج لاہور میں ایک ایسی سوسائٹی قائم ہوئی ہے جس میں تاریخی امور سے واقف کار اپنی اپنی تحقیقات بیان کیا کریں گے۔ مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی۔ کیونکہ اقوام کی ترقی میں تاریخ سے آگاہ ہونا ایک بہت بڑا محرک ہوتا ہے۔ کوئی ایسی قوم جو اپنی گذشتہ تاریخی روایات سے واقف نہ ہو کبھی ترقی کی طرف قدم نہیں مار سکتی۔ اپنے آباؤ اجداد کے حالات کی واقفیت بہت سے اعلیٰ مقاصد کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ پس جب اس سوسائٹی کے قائم ہونے کا مجھے علم ہوا تو اس خیال سے کہ اس میں جہاں اور تاریخی مضامین پر لیکچر ہوں گے وہاں اسلامی تاریخ پر بھی ایسے لیکچر ہوا کریں گے جن سے کالجوں کے طالب علم اندازہ کر سکیں گے کہ ان کے آباؤ اجداد کے ذمہ کیسے کیسے مشکل کام پڑتے رہے ہیں اور وہ کس خوش اسلوبی اور کیسے استقلال کے ساتھ ان کو کرتے رہے ہیں۔ اور ان کو معلوم ہوگا کہ ہم کیسے آباء کی اولاد ہیں اور ان کی ذریت اور قائمقام ہونے کی حیثیت سے ہم پر کیا فرائض عائد ہیں اور اُن کو اپنے آباء کے شاندار اعمال اور ان کی اعلیٰ شان کو دیکھ کر انہی جیسا بننے کا خیال پیدا ہوگا۔ پس مجھے اس سوسائٹی کے قائم ہونے پر بہت خوشی ہوئی۔ اور اب جبکہ مجھے اس سوسائٹی میں اسلامی تاریخ کے کسی حصہ پر لیکچر دینے کے لئے کہا گیا تو میں نے نہایت خوشی سے اپنی روانگی ملتوی کر کے اس موقعہ پر آپ لوگوں کے سامنے بعض تاریخی مضامین پر اپنی تحقیقات کا بیان کرنا منظور کر لیا۔

مضمون کی اہمیت

مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں بعض اسلامی تاریخی مسائل پر

کچھ بیان کروں ۔ اور گو اسلامی تاریخ میں سب سے اہم وہ زمانہ ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالےٰ کے حکم کے ماتحت دنیا میں اسلام کا اعلان کیا اور تیئیس سالہ محنت شاقہ سے لاکھوں آدمیوں کے دلوں میں اس کا نقش ثبت کیا ، اور ہزاروں آدمیوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جس کا فکر ، قول اور فعل اسلام ہی ہوگیا ۔ مگر چونکہ اسلام میں تفرقہ کی بنیاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پندرہ سال بعد پڑی ہے اور اس وقت کے بعد مسلمانوں میں شقاق کا شگاف وسیع ہی ہوتا چلا گیا ہے ۔ اور اسی زمانہ کی تاریخ نہایت تاریک پردوں میں چھپی ہوئی ہے اور اسلام کے دشمنوں کے نزدیک اسلام پر ایک بدنما دھبہ ہے ، اور اس کے دوستوں کے لئے بھی ایک سرچکرا دینے والا سوال ہے اور بہت کم ہیں جنہوں نے اس زمانہ کی تاریخ کی دلدل سے صحیح وسلامت پار نکلنا چاہا ہو اور وہ اپنے مدعا میں کامیاب ہو سکے ہوں ۔ اس لئے میں نے یہی پسند کیا کہ آج آپ لوگوں کے سامنے اسی کے متعلق کچھ بیان کروں ۔

اسلام کا شاندار ماضی

آپ لوگ جانتے ہوں گے کہ جو کام اللہ تعالےٰ نے میرے سپرد کیا ہوا ہے (یعنی جماعت احمدیہ کی تربیت اور اس کی ضروریات کا انصرام اور اسکی ترقی کی فکر) وہ اپنی نوعیت میں بہت سی شاخوں پر حاوی ہے ۔ پس اسکے انصرام کے لئے ان خاص تاریخی مضامین کا جو زمانۂ خلافت سے متعلق ہیں علم رکھنا میرے لئے ایک نہایت ضروری امر ہے ۔ اور اسی لئے باوجود کم فرصتی کے مجھے اس زمانہ کی تاریخ کا یہ مطالعہ رکھنا پڑتا ہے ۔ اور گو ہمارا اصل کام مذہب کی تحقیق و تدقیق ہے مگر اس مطالعہ کے باعث ابتدائے اسلام کی تاریخ کے بعض ایسے پوشیدہ امر مجھ پر خدا تعالےٰ کے فضل سے ظاہر ہوئے ہیں جن سے اس زمانہ کے اکثر لوگ ناواقف ہیں ۔ اور اس ناواقفیت کے باعث بعض مسلمان تو اپنے مذہب سے بیزار ہو رہے ہیں اور ان کو اپنا ماضی ایسا بھیانک نظر آرہا ہے کہ اس کی موجودگی میں وہ کسی شاندار مستقبل کی امید نہیں رکھ سکتے ۔ مگر انکی یہ مایوسی غلط اور ان کے ایسے خیالات نادرست ہیں اور صرف اس امر کا نتیجہ ہیں کہ ان کو صحیح اسلامی تاریخ کا علم نہیں ورنہ اسلام کا ماضی ایسا شاندار اور بے عیب ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ سب کے سب ایسے اعلیٰ درجہ کے با اخلاق لوگ ہیں کہ ان کی نظیر دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملتی خواہ وہ کسی نبی کے صحبت یافتہ کیوں نہ ہوں ۔ اور صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ لوگ ہی ہیں جن کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے استاد اور آقا کے نقش قدم پر چل کر ایسی روحانیت پیدا کر لی تھی کہ سیاست کی خطرناک الجھن میں پڑ کر بھی انہوں نے تقویٰ اور دیانت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ۔ اور سلطنت کے بار کے نیچے بھی ان کی کمر ایسی ہی استادہ رہی جیسی کہ اس وقت جب "قوت لایموت" کے وہ محتاج تھے ۔ اور ان کا فرش مسجد نبویؐ کی بے فرش زمین تھی ۔ اور ان کا تکیہ ان کا اپنا ہاتھ ۔ ان کا شغل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام مبارک سننا تھا ۔ اور ان کی تفریح خدائے واحد کی عبادت تھی ۔

اسلام کے اولین فدائی
حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ

غالباً آپ لوگ سمجھ گئے ہونگے کہ میرا ارادہ اس وقت حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت کے متعلق کچھ بیان کرنے کا ہے ۔ یہ دونوں بزرگ اسلام کے اولین فدائیوں میں سے ہیں ۔ اور ان کے ساتھی بھی اسلام کے بہترین ثمرات میں سے ہیں ۔ انکی دیانت اور ان کے تقویٰ پر الزام کا آنا درحقیقت اسلام کی طرف عار کا منسوب ہونا ہے اور جو مسلمان بھی سچے دل سے اس حقیقت پر غور کرے گا اس کو اس نتیجہ پر پہنچنا پڑیگا کہ

ان لوگوں کا وجود درحقیقت تمام قسم کی دھڑا بندیوں سے ارفع اور بالا ہے۔ اور یہ بات بے دلیل نہیں بلکہ تاریخ کے اوراق، اس شخص کیلئے جو آنکھ کھول کر ان پر نظر ڈالتا ہے، اس امر پر شاہد ہیں۔

غیرمسلم مؤرخین کی غلط بیانیاں

جہاں تک میری تحقیق ہے ان بزرگوں اور ان کے دوستوں کے متعلق جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ اسلام کے دشمنوں کی کارروائی ہے۔ اور گو صحابہؓ کے بعد بعض مسلمان کہلانے والوں نے بھی اپنی نفسانیت کے ماتحت ان بزرگوں میں سے ایک یا دوسرے پر اتہام لگائے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے صداقت ہمیشہ بلند و بالا رہی ہے اور حقیقت کبھی پردہ خفا کے نیچے نہیں چھپی۔ ہاں اس زمانہ میں جبکہ مسلمان اپنی تاریخ سے ناواقف ہو گئے اور خود اپنے مذہب پر ان کو آگاہی نہیں رہی۔ اسلام کے دشمنوں نے یا تو بعض دشمنوں کی روایات کو تاریخ اسلام سے چن کر یا صحیح واقعات سے غلط نتائج اخذ کر کے ایسی تاریخیں بنا دیں کہ جن سے صحابہ اور ان کے ذریعہ سے اسلام پر حرف آوے۔ چونکہ اس وقت مسلمانوں کی عینک جس سے وہ ہر ایک چیز کو دیکھتے ہیں، یہی غیر مسلم مؤرخ ہو رہے ہیں۔ اس لئے جو کچھ انہوں نے بتایا انہوں نے قبول کر لیا جن لوگوں کو خود عربی تاریخیں پڑھنے کا موقعہ ملا بھی انہوں نے بھی یورپ کی ہائر کریٹیزم (اعلیٰ طریق تنقید) سے ڈر کر ان بے سروپا اور جعلی روایات کو جن پر یورپین مصنفین نے اپنی تحقیق کی بنا رکھی تھی، صحیح اور مقدم سمجھا اور دوسری روایات کو غلط قرار دیا۔ اور اس طرح یہ زمانہ ان لوگوں سے قریباً خالی ہو گیا، جنہوں نے واقعات کو ان کی اصل شکل میں دیکھنے کی کوشش کی۔

اسلام میں فتنوں کے اصلی موجب صحابہؓ نہ تھے

اس بات کو خوب یاد رکھو کہ یہ خیال کہ اسلام میں فتنوں کا موجب بڑے بڑے صحابہؓ ہی تھے بالکل غلط ہے۔ ان لوگوں کے حالات پر مجموعی نظر ڈالتے ہوئے یہ خیال بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اپنے ذاتی اغراض یا مفاد کی خاطر انہوں نے اسلام کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش۔ جن لوگوں نے صحابہؓ کی جماعت میں مسلمانوں میں اختلاف و شقاق نمودار ہونے کی وجوہ تلاش کرنے کی کوشش کی ہے انہوں نے سخت غلطی کھائی ہے۔ فتنہ کی وجوہ اور جگہ پیدا ہوئی ہیں اور وہیں ان کی تلاش کرنے پر کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی امید کی جا سکتی ہے۔ جو غلط روایات کہ اس زمانہ کے متعلق مشہور کی گئی ہیں اگر ان کو صحیح تسلیم کر لیا جاوے تو ایک صحابی بھی نہیں بچتا جو اس فتنہ میں حصہ لینے سے محفوظ رہا ہو۔ اور ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا جو تقویٰ اور دیانت پر مضبوطی سے قائم رہا ہو۔ اور یہ اسلام کی صداقت پر ایک ایسا حملہ ہے کہ بیخ و بنیاد اس سے اکھڑ جاتی ہے۔ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اور ان روایات کے بموجب اسلام کے درخت کے پھل ایسے کڑوے ثابت ثابت ہوتے ہیں کہ کچھ خرچ کرنا تو الگ رہا مفت بھی اس کے لینے کے لئے کوئی تیار نہ ہوگا۔ مگر کیا کوئی شخص جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کا ذرہ بھی مطالعہ کیا ہو اس امر کے تسلیم کرنے کے لئے تیار ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ خیال کہ نہایت بعید از عقل ہے کہ جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی وہ آپ کے جلیل القدر اور جاں نثار صحابہؓ تھے۔ اور آپ سے نہایت قریبی رشتے اور تعلق رکھتے تھے، وہ بھی اور ان کے علاوہ تمام دیگر صحابہ بھی بلا استثناء چند ہی سال میں ایسے بگڑ گئے کہ صرف ذاتی اغراض کے لئے نہ کہ کسی مذہبی اختلاف کی بناء پر ایسے اختلافات میں پڑ گئے کہ ایسکے صدمہ سے اسلام کی جڑ ہل گئی۔ مگر افسوس ہے کہ گو مسلمان لفظاً تو نہیں کہتے کہ صحابہؓ نے اسلام کو تباہ و برباد کرنے کے لئے فتنے کھڑے کئے لیکن انہوں نے ایسے لوگوں کی روایتوں کو سچا سمجھ کر جنہوں نے اسلام اچھی طرح قبول

نہیں کیا تھا اور صرف زبانی اقرار اسلام کیا تھا۔ اور پھر ایسے لوگوں کی تحقیقات پر اعتبار کر کے جو اسلام کے سخت دشمن اور اس کے مٹانے کے درپے ہیں ایسی باتوں کو تسلیم کر دکھاتے ہیں جن کے تسلیم کرنے سے لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ صحابہ کی جماعت نعوذ باللہ تقوےٰ اور دیانت سے بالکل خالی تھی۔

میں اپنے بیان میں اس امر کا لحاظ رکھوں گا کہ تاریخیں وغیرہ نہ آویں تا کہ سمجھنے میں دقت نہ ہو اور مضمون پیچیدہ نہ ہو جاوے۔ کیونکہ میرے اس لیکچر کی اصل غرض ابتدائے اسلام کے بعض اہم واقعات سے کالجوں کے طلباء کو واقف کرنا ہے، اور اسی وجہ سے ہی عربی عبارات کے بیان کرنے سے بھی حتی الوسع اجتناب کروں گا، اور واقعات کو حکایت کے طور پر[1] بیان کر دوں گا۔

اختلافات کا ظہور خلیفہ ثالث کے زمانہ میں کیوں ہوا؟

یہ بات تمام تعلیم یافتہ مسلمانوں پر روشن ہو گی کہ مسلمانوں میں اختلاف کے آثار نمایاں طور پر خلیفہ ثالث کے عہد میں ظاہر ہونے لگے تھے۔ ان سے پہلے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد میں اختلاف نے کبھی سنجیدہ صورت اختیار نہیں کی، اور مسلمانوں کا کلمہ ایسا متحد تھا کہ دوست و دشمن سب اس کے افتراق کو ایک غیر ممکن امر خیال کرتے تھے اور اسی وجہ سے عموماً لوگ اس اختلاف کو خلیفہ ثالث کی کمزوری کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ جیسا میں آگے چل کر بتاؤں گا، واقعہ یوں نہیں۔

حضرت عثمانؓ کے ابتدائی حالات

حضرت عمرؓ کے بعد تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی نظر مسند خلافت پر بیٹھنے کے لئے حضرت عثمانؓ پر پڑی۔ اور آپ اکابر صحابہ کے مشورہ سے اس کام کے لئے منتخب کئے گئے ہیں۔ آپ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے اور یکے بعد دیگرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں آپ سے بیاہی گئیں۔ اور جب دوسری لڑکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فوت ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اگر میری کوئی اور بیٹی ہوتی تو میں اسے بھی حضرت عثمان سے بیاہ دیتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں آپ کو خاص قدر و منزلت حاصل تھی۔ آپ اہل مکہ کی نظر میں نہایت ممتاز حیثیت رکھتے اور اس وقت اور ملک عرب کے حالات کے مطابق مالدار آدمی تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام اختیار کرنے کے بعد جن خاص خاص لوگوں کو تبلیغ اسلام کے لئے منتخب کیا ان میں ایک حضرت عثمانؓ بھی تھے۔ اور آپ پر حضرت ابوبکرؓ کا گمان غلط نہیں گیا۔ بلکہ تھوڑے دنوں کی تبلیغ سے ہی آپ نے اسلام قبول کر لیا۔ اور اس طرح السابقون الاولون میں یعنی اسلام میں داخل ہونے والے اس پیشرو گروہ میں شامل ہوئے جن کی قرآن کریم نہایت قابل رشک الفاظ میں تعریف فرماتا ہے۔ عرب میں انہیں جس قدر عزت اور توقیر حاصل تھی اس کا کسی قدر پتہ اس واقعہ سے لگ سکتا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رؤیا کی بناء پر مکہ تشریف لائے، اور اہل مکہ نے بغض و کینہ سے اندھے ہو کر آپ کو عمرہ کرنے کی اجازت نہ دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا کہ کسی خاص معتبر شخص کو اہل مکہ کے پاس اس امر پر گفتگو کرنے کے لئے بھیجا جاوے اور حضرت عمرؓ کو اس کے لئے انتخاب کیا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ میں تو جانے کو تیار ہوں مگر مکہ میں اگر کوئی شخص اس سے گفتگو کر سکتا ہے تو وہ حضرت عثمانؓ ہے۔ کیونکہ وہ ان لوگوں کی نظر میں خاص عزت رکھتا ہے۔ پس اگر کوئی دوسرا شخص گیا تو اس پر کامیابی کی اتنی امید نہیں ہو سکتی۔ جتنی کہ حضرت عثمانؓ پر ہے۔ الد آپ کی اس بات کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] اس مضمون پر برائے اشاعت نظر ثانی کرتے وقت میں نے حاشیہ پر بعض ضروری تاریخی حوالجات درج کر دیئے ہیں اور مطالعہ کنندہ کتاب کو زیادہ مشقت سے بچانے کے لئے صرف تاریخ طبری کے حوالوں پر اکتفاء کی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ منہ

بھی درست تسلیم کیا اور انہیں کو اس کام کے لئے بھیجا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کفار میں بھی خاص عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت عثمانؓ کا مرتبہ رسول کریم صلعم کی نظر میں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا بہت احترام فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ لیٹے ہوئے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تب بھی آپ اسی طرح لیٹے رہے پھر حضرت عمر تشریف لائے تب بھی آپ اسی طرح لیٹے رہے پھر حضرت عثمان تشریف لائے تو آپ نے جھٹ اپنے کپڑے سمیٹ کر درست کر لئے، اور فرمایا کہ حضرت عثمانؓ کی طبیعت میں حیا بہت ہے۔ اس لئے میں احساسات کا خیال کر کے ایسا کرتا ہوں۔ آپ ان شاذ آدمیوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے اسلام کے قبول کرنے سے پہلے بھی کبھی شراب کو منہ نہیں لگایا۔ اور زنا کے نزدیک نہیں گئے اور یہ ایسی خوبیاں ہیں جو عرب کے ملک میں جہاں شراب کا پینا فخر اور زنا ایک روزمرہ کا شغل سمجھا جاتا تھا۔ اسلام سے پہلے چند گنتی کے آدمیوں سے زیادہ لوگوں میں نہیں پائی جاتی تھیں غرض آپ کوئی معمولی آدمی نہ تھے۔ نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق آپ میں پائے جاتے تھے۔ دنیاوی وجاہت کے لحاظ سے آپ نہایت ممتاز تھے۔ اسلام میں سبقت رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر نہایت خوش تھے اور حضرت عمرؓ نے آپ کو ان چھ آدمیوں میں سے ایک قرار دیا ہے جو حضرت رسول کریم صلعم کی وفات کے وقت تک آپ کی اعلیٰ درجہ کی خوشنودی کو حاصل کئے رہے۔ اور پھر آپ عشرہ مبشرہ میں سے ایک فرد ہیں یعنی اُن دس آدمیوں میں سے ایک ہیں جن کی نسبت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی[۱]۔

آپ کے مسند خلافت پر متمکن ہونے سے چھ تک حکومت میں کسی قسم کا کوئی فتنہ نہیں اُٹھا۔ بلکہ لوگ آپ سے بالعموم بہت خوش تھے اس کے بعد یک دم ایک فتنہ پیدا ہوا جو بڑھتے بڑھتے اس قدر ترقی کر گیا کہ کسی کے روکے نہ رک سکا۔ اور انجام کار اسلام کے لئے سخت مضر ثابت ہوا۔ تیرہ سو برس گزر چکے ہیں مگر اب تک اس کا اثر اُمت اسلامیہ میں سے زائل نہیں ہوا۔

فتنہ کہاں سے پیدا ہوا؟

اب سوال ہوتا ہے کہ یہ فتنہ کہاں سے پیدا ہوا اس کا باعث بعض لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو قرار دیا ہے اور بعض نے حضرت علی کو۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عثمان نے بعض بدعتیں شروع کر دی تھیں جن سے مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی نے خلافت کے لئے خفیہ کوشش شروع کر دی تھی اور حضرت عثمان کے خلاف مخالف پیدا کر کے انہیں قتل کرا دیا تاکہ خود خلیفہ بن جائیں۔ لیکن یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ نہ حضرت عثمان نے کوئی بدعت جاری کی اور نہ حضرت علی نے خود خلیفہ بننے کیلئے انہیں قتل کرایا۔ یا ان کے قتل کے منصوبہ میں شریک ہوئے، بلکہ اس فتنہ کی اور ہی وجوہات تھیں۔ حضرت عثمان اور حضرت علی کا دامن اس قسم کے الزامات سے بالکل پاک ہے وہ نہایت مقدس انسان تھے۔ حضرت عثمان تو وہ انسان تھے جن کے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے اسلام کی اتنی خدمات کی ہیں کہ وہ اب جو چاہیں کریں خدا ان کو نہیں پوچھیگا۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ خواہ وہ اسلام سے ہی برگشتہ ہو جائیں تو بھی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ تھا کہ ان میں اتنی خوبیاں پیدا ہو گئی تھیں اور وہ نیکی میں اس قدر ترقی کر گئے تھے کہ یہ ممکن ہی نہیں رہا تھا کہ ان کا کوئی فعل اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف ہو۔ پس حضرت عثمان ایسے نہ تھے کہ وہ کوئی خلاف شریعت بات جاری کرتے۔ اور نہ حضرت علی ایسے انسان تھے کہ خلافت کے لئے خفیہ منصوبے کرتے۔ جہاں تک میں نے غور کیا ہے اس فتنہ ہائلہ کے چار وجوہ ہیں۔

فتنے کے چار وجوہ

اوّل: عموماً انسانوں کی طبیعت حصول جاہ و مال

---

[۱] درحقیقت عشرہ مبشرہ ایک محاورہ ہو گیا ہے ورنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بہت زیادہ صحابہ کی نسبت جنت کی بشارت دی ہے۔ عشرہ مبشرہ سے داخل ... اور جن پر آپ کو خاص اعتماد تھا۔

کی طرف مائل رہتی ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جن کے دلوں کو خدا تعالیٰ نے خاص طور پر صاف کیا ہو صحابہ کی عزت، ان کے مرتبہ اور ان کی ترقی اور حکومت کو دیکھکر نومسلموں میں سے بعض جو کامل الایمان نہ تھے حسد کرنے لگے اور جیسا کہ قدیم سے سنت ہے آئی ہے اس بات کی امید کرنے لگے کہ یہ لوگ حکومت کے کاموں سے دستبردار ہو کر سب کام ہمارے ہاتھوں میں دے دیں۔ اور کچھ اور لوگوں کو بھی اپنا جوہر دکھانے کا موقعہ دیں۔ ان لوگوں کو یہ بھی برا معلوم ہوتا تھا کہ علاوہ اس کے کہ حکومت صحابہ کے قبضہ میں تھی، اموال میں بھی ان کو خاص طور پر حصہ ملتا تھا۔ پس یہ لوگ اندر ہی اندر جلتے رہتے تھے اور کسی ایسے تغیر کے منتظر تھے جس سے یہ انتظام درہم برہم ہو کر حکومت اِن لوگوں کے ہاتھ میں آجائے۔ اور یہ بھی اپنے جوہر لیاقت دکھادیں، اور دنیادی وجاہت اور اموال حاصل کریں۔ دنیادی حکومتوں میں ایسے خیالات ایک حد تک قابلِ معافی ہو سکتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات معقول بھی کہلا سکتے ہیں۔ کیونکہ اوّل دنیادی حکومتوں کی بنیاد کلّی طور پر ظاہری اسباب پر ہوتی ہے اور ظاہری اسباب ترقی میں سے ایک بہت بڑا سبب نئے خیالات اور نئی رُوح کا قالبِ حکومت میں داخل کرنا بھی ہے۔ جو اسی صورت میں ممکن ہے کہ پہلے کام کرنے والے خود بخود کام سے علیحدگی اختیار کر کے دوسروں کے لئے جگہ چھوڑ دیں۔

دوم :۔ حکومت دنیادی کو چونکہ نیابت عامہ کے طور پر اختیارات ملتے ہیں اس لئے عوام کی رائے کا احترام اس کے لئے ضروری ہے اور لازم ہے کہ وہ لوگ اس کے کاموں کے انصرام میں خاص دخل رکھتے ہیں جو عوام کے خیالات کے ترجمان ہوں۔ مگر دینی سلسلہ میں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہاں ایک مقررہ قانون کی پابندی سب اصول سے مقدم اصل ہے۔ اور اپنے خیالات کا دخل سوائے ایسی فروعات کے جن میں شریعت نے خود خاموشی اختیار کی ہو قطعاً ممنوع ہے۔ دوم۔ دینی سلسلوں کو اختیارات خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتے ہیں اور اسکی زمامِ انتظام جن لوگوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے ان کا فرض ہوتا ہے کہ امور دینیہ میں وہ لوگوں کو راستہ سے اِدھر اُدھر نہ ہونے دیں۔ اور بجائے اس کے کہ وہ لوگوں کے خیالات کی ترجمانی کریں ان پر واجب ہوتا ہے کہ لوگوں کے خیالات کو اس سانچہ میں ڈھالیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اُس زمانہ کی ضروریات کے مطابق تیار ہوا ہے۔

خلافتِ اسلامیہ ایک مذہبی انتظام تھا

غرض اسلام کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ اعتراضات ان لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے تھے۔ وہ یہ نہ سوچتے تھے کہ خلافتِ اسلامیہ کوئی دنیاوی حکومت نہ تھی۔ نہ صحابہ عام امرائے دولت، بلکہ خلافتِ اسلامیہ ایک مذہبی نظام تھا۔ اور قرآن کریم کے خاص احکام مندرجہ سورۃ نور کے مطابق قائم کیا گیا تھا۔ اور صحابہ وہ ارکانِ دین تھے کہ جنکی اتباع روحانی مدارج کے حصول کے لئے خدا تعالیٰ نے فرض کی تھی۔ صحابہ نے اپنے کاروبار کو ترک کر کے ہر قسم کی مسکنت اور غربت کو اختیار کر کے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر اپنے عزیز و اقربا کی صحبت و محبت کو چھوڑ کر اپنے وطنوں کو خیرباد کہہ کر اپنے خیالات و جذبات کو قربان کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و محبت کو اختیار کیا تھا۔ اور بعض نے قریباً ایک چوتھائی صدی آپ کی شاگردی اختیار کر کے اسلام کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا۔ اور اس پر عمل کر کے اس کا عملی پہلو مضبوط کیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اسلام سے کیا مطلب ہے۔ اس کی کیا غرض ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے۔ اس کی تعلیم پر کس طرح عمل کرنا چاہیئے۔ اور اس پر عمل کر کے کیا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ پس وہ کسی دنیاوی حکومت کے بادشاہ اور اس کے ارکان نہ تھے۔ وہ سب سے آخری دین اور خاتم النبیین کی لائی ہوئی شریعت کے معلم تھے اور ان پر فرض کیا گیا تھا کہ اپنے عمل سے، اپنے قول سے، اپنی حرکات سے، اپنی سکنات سے اسلام

کی ترجمانی کریں اور اس کی تعلیم لوگوں کے دلوں میں نقش کریں اور ان کے جوارح پر اس کو جاری کریں۔ وہ استبداد کے حامی نہ تھے بلکہ شریعت غراء کے حامی تھے۔ وہ دنیا سے متنفر تھے، اور اگر ان کا بس چلتا تو دنیا کو ترک کر کے گوشہ ہائے تنہائی میں جا بیٹھتے اور ذکر خدا سے اپنے دلوں کو راحت پہنچاتے۔ مگر وہ اس ذمہ داری سے مجبور تھے جس کا بوجھ خدا اور اس کے رسول صلعم نے اُن کے کندھوں پر رکھا تھا۔ پس وہ جو کچھ کرتے تھے اپنی خواہش سے نہیں کرتے تھے بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اور اس کے رسول کی ہدایات کے مطابق کرتے تھے۔ اور ان پر حسد کرنا، یا بدگمانی کرنا ایک خطرناک غلطی تھی۔ باقی رہا یہ اعتراض کہ صحابہ کو خاص طور پر اموال کیوں دیئے جاتے تھے۔ یہ بھی ایک وسوسہ تھا۔ کیونکہ صحابہ کو جو کچھ ملتا تھا ان کے حقوق کے مطابق ملتا تھا۔ وہ دوسرے لوگوں کے حقوق دبا کر نہیں لیتے تھے۔ بلکہ ہر ایک شخص خواہ وہ کل کا مسلمان ہو، اپنا حق اسی طرح پاتا تھا، جسطرح ایک سابق بالایمان۔ ہاں صحابہ کا کام اور ان کی محنت اور قربانی دوسرے لوگوں سے بڑھی ہوئی تھی۔ اور ان کی پرانی خدمات اس پر مستزاد تھیں۔ پس وہ ظلماً نہیں بلکہ انصافاً دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ حقدار تھے۔ اس لئے دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ بدلہ پاتے تھے۔ انہوں نے اپنے حصے خود مقرر نہ کئے تھے بلکہ خدا اور رسول نے ان کے حصے مقرر کئے تھے۔ اگر ان لوگوں کے ساتھ خاص معاملہ نہ کیا جاتا تو وہ پیشگوئیاں کیونکر پیدا ہوتیں جو قرآن کریم اور احادیث رسول صلعم میں ان لوگوں کی ترقی اور ان کے اقبال اور ان کے غنا کی نسبت کی گئی تھیں۔ اگر حضرت عمر کسریٰ کی حکومت کے زوال اور اس کے خزانوں کی فتح پر کسریٰ کے کڑے سراقہ بن مالک کو نہ دیتے اور نہ پہناتے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ بات کیونکر پوری ہوتی کہ میں سراقہ کے ہاتھ میں کسریٰ کے کڑے دیکھتا ہوں[1]۔ مگر میں پھر یہ کہوں گا کہ صحابہ کو جو کچھ ملتا تھا دوسروں کا حق مار کر نہ ملتا تھا۔ بلکہ ہر ایک شخص جو ذرہ بھی حکومت کا کام کرتا تھا۔ اس کو اس کا حق دیا جاتا تھا۔ اور خلفاء اس بارے میں نہایت محتاط تھے۔ صحابہ کو صرف[2] ان کا اپنا حق دیا جاتا تھا اور وہ ان کے کام اور ان کی سابقہ خدمات کے لحاظ سے بے شک دوسروں سے زیادہ ہوتا تھا۔ اور پھر ان میں سے ایک حصہ جو جنگوں میں بھی حصہ لیتا تھا، اور اس خدمت کے صلہ میں وہ بھی ویسے ہی بدلہ کا مستحق ہوتا تھا جیسے کہ اور لوگ۔ مگر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ ان اموال کو جمع کرنے یا ان کو اپنے نفسوں پر خرچ کرنے کے عادی نہ تھے بلکہ وہ اپنے حصہ صرف خدا و رسول کے کلام کو سچا کرنے کے لئے لیتے تھے۔ ورنہ ان میں سے ہر ایک اپنی سخاوت اور اپنی عطا میں اپنی آپ نظیر تھا۔ اور ان کے اموال صرف غرباء کی کفالت اور ان کی خبر گیری میں صرف ہوتے تھے۔

صحابہ کی نسبت بدگمانی بلاوجہ ہے

غرض صحابہ کی نسبت جو بعض لوگوں کو حسد اور بدگمانی پیدا ہو گئی تھی، بلاوجہ اور بلاسبب تھی۔ مگر بلاوجہ ہو یا باوجہ اس کا بیج بویا گیا تھا۔ اور دین کی حقیقت سے ناواقف لوگوں میں سے ایک طبقہ ان کو غاصب کی حیثیت میں دیکھنے لگا تھا اور اس بات کا منتظر تھا کہ کب کوئی موقعہ ملے اور

---

[1] اسلامی تاریخ کے بعد کے واقعات سے یہ بات خوب اچھی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ صحابہ کا دخل کیسا مفید و بابرکت تھا کیونکہ کچھ عرصہ بعد لئے صحابہ کے دخل کو ہٹا کر خدا تعالیٰ نے بتا دیا کہ ان کے علیحدہ ہونے سے کیسے نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ اسلام کی تضحیک، خود مسلمان کہلانے والوں کے ہاتھوں اس عرصہ میں اس طرح ہوئی کہ دل ان حالات کو پڑھ کر خوف کھاتے ہیں۔ اور جسموں میں لرزہ آ جاتا ہے۔ (مرزا محمود احمد)

[2] اصابہ فی معرفۃ الصحابہ

تعلیم کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ جو کچھ یہ مسلمانوں کو کرتے دیکھتے تھے، کرتے تھے، اور ہر ایک حکم کو کوشش بجالاتے تھے مگر جوں جوں ابتدائی جوش کم ہوتا گیا، جن لوگوں کو تربیت روحانی حاصل کرنے کا موقع نہ ملا تھا ان کو احکام اسلام کی بجاآوری بار معلوم ہونے لگی۔ اور نئے جوش کے ٹھنڈا ہوتے ہی پرانی عادات نے پھر زور کرنا شروع کیا۔ غلطیاں ہر ایک انسان سے ہوجاتی ہیں اور سیکھتے سیکھتے ہی انسان سیکھتا ہے۔ اگر ان لوگوں کو کچھ حاصل کرنیکا خیال ہوتا تو کچھ عرصہ تک ٹھوکریں کھاتے ہوئے آخر سیکھ جاتے۔ مگر یا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یہ حال تھا کہ ایک شخص سے جب ایک جرم ہوگیا تو باوجود رسول کریم صلعم کے اشارہ فرمانے کے کہ جب خدا تعالےٰ نے ستاری کرے تو کوئی خود دکیوں اپنی فضیحت کرے۔ اس نے اپنے قصور کا خود اقرار کیا اور سنگسار ہونے سے نہ ڈرا۔ یا اب حدود شریعت کو قائم رکھنے کے لئے اگر چھوٹی سے چھوٹی سزا بھی دیجاتی تو ان لوگوں کو ناپسند ہوتی۔ پس بوجہ اسلام کے دل میں نہ داخل ہونے کے شریعت کو توڑنے سے کچھ لوگ باز نہ رہتے۔ اور جب حدود شریعت کو قائم کیا جاتا تو ناراض ہوتے اور خلیفہ اور اس کے عمال پر اعتراض کرتے اور ان کے خلاف اپنے دل میں کینہ رکھتے اور اس انتظام کو سرے سے ہی اکھاڑ کر پھینک دینے کے منصوبے کرتے۔

چوتھا سبب میرے نزدیک اس فتنہ کا یہ تھا کہ اسلام کی ترقی ایسے غیر معمولی طور پر ہوئی ہے کہ اس کے دشمن اس کا اندازہ شروع میں کرہی نہ سکے۔ مکہ والے ابھی اپنی طاقت کے گھمنڈ میں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ضعف کے خیال میں ہی بیٹھے تھے کہ مکہ فتح ہوگیا۔ اور اسلام جزیرہ عرب میں پھیل گیا۔ اسلام کی اس بڑھنے والی طاقت کو قیصر روم اور کسریٰ ایران ایسی حقارت آمیز اور تماش بین نگاہ سے دیکھ رہے تھے جیسے کہ ایک جابر پہلوان ایک گھٹنوں کے بل رینگنے والے بچہ کی کھڑے ہونے کے لئے پہلی کوشش کو دیکھتا ہے۔

اور سلطنت ایران اور دولت یونان ضربت محمدیؐ کے ایک ہی صدمہ سے پاش پاش ہوگئیں۔ جب تک کہ مسلمان ان جابر حکومتوں کا مقابلہ کر رہے تھے، جنہوں نے سینکڑوں، ہزاروں سال سے بنی نوع انسان کو غلام بنا رکھا تھا۔ اور اسکی قلیل التعداد بے سامان فوج دشمن کی کثیر التعداد باسامان فوج کے ساتھ برسر پیکار تھی، اس وقت تک تو دشمنان اسلام یہ خیال کرتے رہے کہ مسلمانوں کی کامیابیاں عارضی ہیں۔ اور عنقریب یہ لہر نیا رُخ پھیرے گی۔ اور یہ آندھی کی طرح اٹھنے والی قوم بگولے کی طرح اڑ جائے گی۔ مگر ان کی حیرت کی کچھ انتہا نہ رہی جب چند سال کے عرصہ میں مطلع صاف ہوگیا اور دنیا کے چاروں کونوں پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔ یہ ایسی کامیابی تھی جس نے دشمن کی عقل ماردی۔ اور وہ حیرت واستعجاب کے سمندر میں ڈوب گیا۔ اور صحابہ اور ان کے صحبت یافتہ لوگ دشمنوں کی نظر میں انسانوں سے بالا ہستی نظر آنے لگی۔ اور وہ تمام امیدیں اپنے دل سے نکال بیٹھے۔ مگر جب کچھ عرصہ فتوحات پر گذر گیا اور وہ حیرت واستعجاب جو ان کے دلوں میں پیدا ہوگیا تھا کم ہوا اور صحابہ کے ساتھ میل جول سے وہ پہلا خوف وخطر جاتا رہا تو پھر اسلام کا مقابلہ کرنے اور مذاہب باطلہ کو قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اسلام کی پاک تعلیم کا مقابلہ دلائل سے تو وہ نہ کرسکتے تھے۔ حکومتیں مٹ چکی تھیں، اور وہ ایک ہی حربہ جو حق کے مقابلہ میں چلایا جاتا تھا، یعنی جبر اور تعدی، ٹوٹ چکا تھا۔ اب ایک ہی صورت باقی تھی، یعنی دوست بن کر دشمن کا کام کیا جائے۔ اور اتفاق پیدا کرکے اختلاف کی صورت کی جائے۔ پس بعض شقی القلب لوگوں نے جو اسلام کے نور کو دیکھ کر اندھے ہو رہے تھے، اسلام کو ظاہر میں قبول کیا اور مسلمان ہوکر اسلام کو تباہ کرنے کی نیت کی۔ چونکہ اسلام کی ترقی خلافت سے وابستہ تھی اور گلہ بان کی موجودگی میں بھیڑیا حملہ نہ کرسکتا۔ اس لئے یہ تجویز کی گئی کہ خلافت کو مٹایا جائے۔ اور اس سلک اتحاد کو توڑ دیا جاوے جس میں تمام عالم کے مسلمان پروئے ہوئے ہیں۔ تاکہ اتحاد کی برکتوں سے مسلمان محروم ہوجائیں، اور نگران کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر مذاہب باطلہ پھر اپنی ترقی کے لئے کوئی راستہ نکال سکیں، اور دجل وفریب کے ظاہر ہونیکا کوئی خطرہ نہ رہے۔

ان لوگوں کو ایک طرف کر کے ہم حکومت و اموال حکومت پر تصرف کریں۔ دوسری وجہ اس فساد کی یہ تھی کہ اسلام نے حریت فکر اور آزادی عمل اور مساوات افراد کے لئے ایسے سامان پیدا کر دیئے تھے جو اس سے پہلے بڑے سے بڑے فلسفیانہ خیالات کے لوگوں کو بھی میسر نہ تھے اور جیسا کہ قاعدہ ہے کہ کچھ لوگ جو اپنے اندر مخفی طور پر بیماریوں کا مادہ رکھتے ہیں وہ اعلیٰ سے اعلیٰ غذا سے بھی بجائے فائدہ کے نقصان اٹھاتے ہیں۔ اس حریت فکر اور آزادی عمل کے اصول سے کچھ لوگوں نے بجائے فائدہ کے نقصان اٹھایا اور اس کی حدود کو قائم نہ رکھ سکے۔ اس مرض کی ابتدا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی ہوئی جبکہ ایک ناپاک روح نام کے مسلم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر آپ کی نسبت یہ الفاظ کہے کہ یا رسول اللہ تقویٰ سے کام لیں، کیونکہ آپ نے تقسیم مال میں انصاف سے کام نہیں لیا۔ جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہ یخرج من ضئضئ ھذا قوم یتلون کتاب اللہ رطبًا لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ ۔ یعنی اس شخص کی نسل سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن کریم بہت پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے گلے سے نہیں اترے گا۔ اور وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جس طرح تیر اپنے نشانہ سے نکل جاتا ہے (بخاری کتاب المغازی)

دوسری دفعہ ان خیالات کی دبی ہوئی آگ نے ایک شعلہ حضرت عمرؓ کے وقت میں مارا جبکہ ایک شخص نے برسر مجلس کھڑے ہو کر حضرت عمرؓ جیسے بے نفس انسان اور امت محمدیہ کے اموال کے محافظ خلیفہ پر اعتراض کیا کہ یہ کرتہ آپ نے کہاں سے بنوایا ہے۔ مگر ان دونوں دفعوں میں اس فتنہ نے کوئی خوفناک صورت اختیار نہیں کی، کیونکہ اس وقت تک اس کے نشوونما پانے کے لئے کوئی تیار شدہ زمین نہ تھی۔ اور نہ موسم ہی موافق تھا۔ ہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت میں یہ دونوں باتیں میسر آگئیں اور یہ پودا جسے میں اختلال کا پودا کہوں گا۔ ایک نہایت مضبوط تنے پر کھڑا ہو گیا اور حضرت علیؓ کے وقت میں تو اس نے ایسی نشوونما پائی کہ قریب تھا کہ تمام اقطار عالم میں اس کی شاخیں اپنا سایہ ڈالنے لگیں۔ مگر حضرت علیؓ نے وقت پر اس کی مضرت کو پہچانا اور ایک کاری ہاتھ کے ساتھ اسے کاٹ کر گرا دیا۔ اور اگر وہ بالکل اسے مٹا نہ سکے تو کم از کم اس کے دائرہ اثر کو انہوں نے بہت محدود کر دیا۔

تیسرا سبب میرے نزدیک یہ ہے کہ اسلام کی نورانی شعاعوں کے اثر سے بہت سے لوگوں نے اپنی زندگیوں میں ایک تغیر عظیم پیدا کر لیا تھا مگر اس اثر سے وہ کمی کسی طرح پوری نہیں ہو سکتی تھی جو ہمیشہ دینی و دنیاوی تعلیم کے حصول کے لئے کسی معلم کا انسان کو محتاج بناتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جب فوج در فوج آدمی داخل اسلام ہوئے تب بھی یہی خطرہ دامنگیر تھا۔ مگر آپ سے خدا تعالیٰ کا خاص وعدہ تھا کہ اس ترقی کے زمانہ میں اسلام لانے والے لوگوں کو بد اثر سے بچایا جائے گا۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد گو ایک سخت لہر ارتداد کی پیدا ہوئی مگر فوراً دب گئی اور لوگوں کو حقیقت اسلام معلوم ہو گئی۔ مگر آپ کے بعد ایران و شام اور مصر کی فتوحات کے بعد اسلام اور دیگر مذاہب کے میل ملاپ سے جو فتوحات روحانی اسلام کو حاصل ہوئیں وہی اس کے انتظام سیاسی کے اختلال کا باعث ہو گئیں۔ کروڑوں کروڑ آدمی اسلام کے اندر داخل ہوئے اور اس کی شاندار تعلیم کو دیکھ کر ایسے فدائی ہوئے کہ اس کے لئے جانیں دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر اس قدر تعداد نو مسلموں کی بڑھ گئی کہ ان کی تعلیم کا کوئی ایسا انتظام نہ ہو سکا جو طمانیت بخش ہوتا۔ جیسا کہ قاعدہ ہے اور انسانی دماغ کے باریک مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی جوش کے ماتحت ان لوگوں کی تربیت اور

یہ وہ چار بواعث ہیں جو میرے نزدیک اس فتنۂ عظیم کے برپا کرنے کا موجب ہوئے۔ جس نے حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کے وقت میں ملتِ اسلامیہ کی بنیادوں کو ہلا دیا۔ اور بعض وقت اس پر ایسے آئے کہ دشمن اس بات پر اپنے دل میں خوش ہونے لگا۔ کہ یہ قصرِ عالی شان اب اپنی چھتوں اور دیواروں سمیت زمین کے ساتھ آلگے گا اور ہمیشہ کے لئے اس دین کا خاتمہ ہو جائے گا جس نے اپنے لئے یہ شاندار مستقبل مقرر کیا ہے کہ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہٖ۔ یعنی وہ خدا ہی ہے کہ جس نے اپنے رسول سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو باوجود اس کے منکروں کی ناپسندیدگی کے تمام ادیانِ باطلہ پر غالب کرے۔

فتنۂ حضرت عثمانؓ کے وقت میں کیوں اُٹھا

میں نے اِن تاریخی واقعات سے جو حضرت عثمانؓ کے آخری ایامِ خلافت میں ہوئے نتیجہ نکال کر اصل بواعث فتنہ بیان کر دیئے ہیں۔ وہ درست یا غلط اس کا اندازہ آپ لوگوں کے ان واقعات کے معلوم کرنے پر جن سے میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے، خود ہو جائے گا۔ مگر پیشتر اس کے کہ میں وہ واقعات بیان کروں، اس سوال کے متعلق بھی کچھ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ یہ فتنہ حضرت عثمانؓ کے وقت میں کیوں اٹھا؟ بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہوئے، ان نومسلموں میں اکثر حصہ وہی تھا جو عربی زبان سے ناواقف تھا۔ اور اس وجہ سے دینِ اسلام کا سیکھنا اس کے لئے ویسا آسان نہ تھا جیسا کہ عربوں کے لئے۔ اور جو لوگ عربی جانتے بھی تھے، وہ ایرانیوں اور شامیوں سے میل ملاپ کی وجہ سے صدیوں سے ان گندے خیالات کا شکار ہے تھے جو اس وقت کے تمدن کا لازمی نتیجہ تھے۔ علاوہ ازیں ایرانیوں اور مسیحیوں سے جنگوں کی وجہ سے اکثر صحابہ اور ان کے شاگردوں کی تمام طاقتیں دشمن کے حملوں کے رد کرنے میں صرف ہو رہی تھیں پس اس ایک طرف توجہ کا بیرونی دشمنوں کی طرف مشغول ہونا، دوسری طرف اکثر نومسلموں کا عربی زبان سے ناواقف ہونا یا گندے خیالات سے متأثر ہونا دو عظیم الشان سبب تھے اس امر کے کہ اس وقت کے اکثر نومسلم دین سے کما حقہٗ واقف نہ ہو سکے۔ حضرت عمرؓ کے وقت میں چونکہ جنگوں کا سلسلہ بہت بڑے پیمانہ پر جاری تھا اور ہر وقت دشمن کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ لوگوں کو دوسری باتوں کے سوچنے کا موقعہ ہی نہ ملتا تھا۔ اور پھر دشمن کے بالمقابل پڑے ہوئے ہونے کے باعث طبعًا مذہبی جوش بار بار رونما ہوتا تھا۔ جو مذہبی تعلیم کی کمزوری پر پردہ ڈالے رکھتا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے ابتدائی عہد میں بھی یہی حال رہا۔ کچھ جنگیں بھی ہوتی رہیں اور کچھ پچھلا اثر لوگوں کے دلوں میں باقی رہا۔ جب کسی قدر امن ہوا اور پچھلے جوش کا اثر بھی کم ہوا تب اس مذہبی کمزوری نے اپنا رنگ دکھایا اور دشمنانِ اسلام نے بھی اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور شرارت پر آمادہ ہو گئے۔ غرض یہ فتنہ حضرت عثمانؓ کے کسی عمل کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ یہ حالات کسی خلیفہ کے وقت میں بھی پیدا ہو جاتے، فتنہ نمودار ہو جاتا۔ اور حضرت عثمانؓ کا صرف اس قدر قصور ہے کہ وہ ایسے زمانہ میں مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے، جب ان فسادات کے ظاہر ہونیکا وقت آچکا تھا۔ ورنہ ان فسادات کے پیدا کرنے میں ان کا اس سے زیادہ دخل نہ تھا جتنا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ فساد ان دونوں بزرگوں کی کسی کمزوری کا نتیجہ تھا۔ میں حیران ہوں کہ کس طرح بعض لوگ ان فسادات کو حضرت عثمانؓ کی کسی کمزوری کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت عمرؓ جن کو حضرت عثمانؓ کی خلافت کا خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں اس فساد کے بیج کو معلوم کر لیا تھا۔ اور قریش کو اس سے بڑے زوردار الفاظ میں متنبہ کیا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ صحابہ کبار کو باہر نہیں جانے دیا کرتے تھے۔ اور جب کوئی آپ سے اجازت لیتا تو آپ فرماتے کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جو آپ لوگوں نے جہاد کیا ہے، کیا وہ کافی

نہیں[1] ہے۔ آخر ایک دفعہ صحابہؓ نے شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اسلام کو اس طرح چرایا ہے جس طرح اونٹ کو چرایا جاتا ہے۔ پہلے اونٹ پیدا ہوتا ہے، پھر پٹھا بنتا ہے، پھر دو دانت کا ہوتا ہے۔ پھر چار دانت کا ہوتا ہے، پھر چھ دانت کا ہوتا ہے۔ پھر اسکی کچلیاں نکل آتی ہیں۔ اب بتاؤ کہ جس کی کچلیاں نکل آدیں اُس کے لئے سوائے ضعف کے اور کس امر کا انتظار کیا جا سکتا ہے سنو! اسلام اب اپنے کمال کو پہنچ گیا ہے۔ قریش چاہتے ہیں کہ سب مال یہی لیجائیں۔ اور دوسرے لوگ محروم[2] رہ جاویں۔ سنو! جب تک عمر بن الخطاب زندہ ہے وہ قریش کا گلا پکڑے رکھے گا، تاکہ وہ فتنہ کی آگ میں نہ گجاویں[3]۔

حضرت عمرؓ کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں ہی لوگوں میں صحابہ کے خلاف یہ خیالات موجزن دیکھتے تھے کہ ان کو حصہ زیادہ ملتا ہے۔ اس لئے وہ سوائے چند ایسے صحابہ کے جن کے بغیر لشکروں کا کام نہیں چل سکتا تھا، باقی صحابہ کو جہاد کے لئے نکلنے ہی نہیں دیتے تھے۔ تاکہ دوسرے حصہ ملنے سے لوگوں کو ابتلاء نہ آوے۔ اور وہ یہ بھی محسوس کرتے تھے کہ اسلام ترقی کے اعلیٰ نقطہ پر پہنچ گیا ہے اور اب اس کے بعد زوال کا ہی خطرہ ہو سکتا ہے نہ ترقی کی امید۔

---

[1] اس سے آپ کی دو غرضیں تھیں، ایک تو یہ کہ مدینہ میں معلمین کی ایک جماعت موجود رہتی تھی اور دوسرے آپ کا خیال تھا کہ صحابہ کو چونکہ ان کے سابق بالایمان ہونے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی خدمات کی وجہ سے بیت المال سے خاص حصے ملتے ہیں، اگر یہ لوگ جنگوں میں شامل ہوئے تو ان کو اور حصے ملیں گے۔ اور دوسرے لوگوں کو ناگوار ہوگا کہ سب مال انہی کو مل جاتا ہے۔

[2] یعنی بحیثیت سابق ہونے کے بھی حصہ لیں اور اب بھی جہاد کر کے حصہ لیں، تو دوسرے لوگ محروم رہ جاویں گے۔

[3] طبری، مطبوعہ لنڈن صفحہ ۳۰۲۶

اس قدر بیان کر چکنے کے بعد اب میں واقعات کا وہ سلسلہ بیان کرتا ہوں، جس سے حضرت عثمانؓ کے وقت میں جو کچھ اختلافات ہوئے اُن کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

میں نے بیان کیا تھا کہ حضرت عثمانؓ کی شروع خلافت میں چھ سال تک ہمیں کوئی فساد نظر نہیں آتا۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ عام طور پر آپ سے خوش تھے۔ بلکہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصہ میں وہ حضرت عمرؓ سے بھی زیادہ لوگوں کے محبوب[1] تھے۔ صرف محبوب ہی نہ تھے بلکہ لوگوں کے دلوں میں آپ کا رعب بھی تھا، جیسا کہ اس وقت کا شاعر اس امر کی شعر ذیل میں شہادت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اے فاسقو! عثمان کی حکومت میں لوگوں کا مال لوٹ[2] کر نہ کھاؤ کیونکہ ابن عفان وہ ہے جس کا تجربہ تم کر چکے ہو۔ وہ لٹیروں کو قرآن کے احکام کے ماتحت قتل کرتا ہے اور ہمیشہ سے قرآن کریم کے احکام کی حفاظت کرنیوالا اور لوگوں کے اعضاء و جوارح پر اس کے احکام جاری کرنے والا ہے۔ لیکن چھ سال کے بعد ساتویں سال ہمیں ایک تحریک نظر آتی ہے اور وہ تحریک حضرت عثمانؓ کے خلاف نہیں، بلکہ یا تو صحابہ کے خلاف ہے یا بعض گورنروں کے خلاف۔ چنانچہ طبری بیان کرتا ہے کہ لوگوں کے حقوق کا حضرت عثمانؓ پورا خیال رکھتے تھے، مگر وہ لوگ جن کو اسلام میں سبقت اور قدامت حاصل نہ تھی، وہ سابقین اور قدیم مسلمانوں کے برابر نہ تو مجالس میں عزت پاتے اور نہ حکومت میں اُن کو اُن کے برابر حصہ ملتا۔ اور نہ مال میں ان کے برابر ان کا حق ہوتا۔ اس پر کچھ مدت کے بعد بعض لوگ اس تفضیل پر گرفت کرنے لگے اور اسے ظلم قرار دینے لگے۔ مگر یہ لوگ عامۃ المسلمین سے ڈرتے بھی تھے، اور اس خوف سے کہ لوگ اُن کی مخالفت کریں

---

[1] طبری صفحہ ۳۰۲۶

[2] لا تاکلوا ابدًا جیرانکم سرفًا ـ اھل الدعارة فی ملك ابن عفان
ان ابن عفان الذی جربتم ـ فطم اللصوص بحکم الفرقان
ما زال یعمل بالکتاب مھیمناً ـ فی کل عنق منھم وبنان

گئے، اپنے خیالات کو ظاہر نہ کرتے تھے، بلکہ انہوں نے یہ طریق اختیار کیا ہوا تھا کہ خفیہ خفیہ صحابہ کے خلاف لوگوں میں جوش پھیلاتے تھے اور جب کوئی ناواقف مسلمان یا کوئی بدوی غلام آزاد شدہ مل جاتا تو اس کے سامنے اپنی شکایات کا دفتر کھول بیٹھتے تھے۔ اور اپنی واقفیت کی وجہ سے یا خود اپنے لئے حصول جاہ کی غرض سے کچھ لوگ ان کے ساتھ مل جاتے، ہوتے ہوتے یہ گروہ تعداد میں زیادہ ہونے لگا، اور اس کی ایک بڑی تعداد ہو گئی[1]۔

جب کوئی فتنہ پیدا ہونا ہوتا ہے تو اس کے اسباب بھی غیر معمولی طور پر جمع ہونے لگتے ہیں۔ ادھر تو بعض حاسد طبائع میں صحابہ کے خلاف جوش پیدا ہونا شروع ہوا، ادھر وہ اسلامی جوش جو ابتداءً ہر ایک تبدیلِ مذہب کرنے والے کے دل میں ہوتا ہے، ان نومسلموں کے دلوں سے کم ہونے لگا جن کو نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ملی تھی اور نہ آپ کے صحبت یافتہ لوگوں کے پاس زیادہ بیٹھنے کا موقعہ ملا تھا، بلکہ اسلام کے قبول کرتے ہی انہوں نے خیال کر لیا تھا کہ وہ سب کچھ سیکھ گئے ہیں۔ جوش اسلام کے کم ہوتے ہی وہ تصرف جو اُن کے دلوں پر اسلام کو تھا، کم ہو گیا۔ اور وہ پھر اُن معاصی میں خوشی محسوس کرنے لگے جس میں وہ اسلام لانے سے پہلے مبتلا تھے۔ ان کے جرائم پر اُن کو سزا ملی تو بجائے اصلاح کے سزا دینے والوں کی تخریب کے کرنے کے درپے ہو گئے، اور آخر اتحادِ اسلامی میں ایک بہت بڑا رخنہ پیدا کرنے کا موجب ثابت ہوئے۔ ان لوگوں کا مرکز تو کوفہ میں تھا، مگر سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ خود مدینہ معظمہ میں ایک ایسا واقعہ ہوا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بعض لوگ اسلام سے ایسے ہی ناواقف تھے، جیسے کہ آج کل بعض نہایت[2] تاریک گوشوں میں رہنے والے جاہل لوگ۔ حمران ابن ابان ایک شخص تھا جس نے ایک عورت سے اس کی عدت کے دوران میں نکاح کر لیا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو آپ اس پر ناراض ہوئے۔ اور اس عورت کو اس سے جدا کر دیا۔ اور اس کے علاوہ اس کو مدینہ سے جلا وطن کر کے بصرہ بھیجدیا اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح بعض لوگ صرف اسلام کو قبول کر کے اپنے آپ کو عالم اسلام خیال کرنے لگے تھے۔ اور زیادہ تحقیق کی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔ یا یہ کہ مختلف اباحتی خیالات کے ماتحت شریعت پر عمل کرنا ایک فعل عبث خیال کرتے تھے۔ یہ ایک منفرد واقعہ ہے اور غالباً اس شخص کے سوا مدینہ میں جو مرکزِ اسلام تھا کوئی ایسا ناواقف آدمی نہ تھا۔ مگر دوسرے شہروں میں بعض لوگ معاصی میں ترقی کر رہے تھے۔ چنانچہ کوفہ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں نوجوانوں کی ایک جماعت ڈاکہ زنی کے لئے بن گئی تھی۔ لکھا ہے کہ ان لوگوں نے ایک دفعہ علی ابن الحیسمان نامی ایک شخص کے گھر پر ڈاکہ مارنے کی تجویز کی اور رات کے وقت اس کے گھر میں نقب لگائی اس کو علم ہو گیا اور وہ تلوار لے کر نکل پڑا۔ مگر جب بہت سی جماعت دیکھی تو اس نے شور مچایا۔ اس پر ان لوگوں نے اس کو کہا کہ چپ کر ہم ایک ضرب مار کر تیرا سارا ڈر نکال دیں گے اور اس کو قتل کر دیا۔ اتنے میں ہمسائے ہوشیار ہو گئے اور ارد گرد جمع ہو گئے۔ اور ان ڈاکوؤں کو پکڑ لیا حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ نے جو صحابی تھے اور اس شخص کے ہمسایہ تھے، اور انہوں نے سب حال اپنی دیوار پر سے دیکھا تھا، انہوں نے شہادت دی کہ واقعہ میں انہی لوگوں نے علی کو قتل کیا ہے اور اسی طرح اُن کے بیٹے نے شہادت دی۔ اور معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف لکھ کر بھیجدیا انہوں نے اُن سب کو قتل کرنے کا فتویٰ دیا۔ اور ولید بن عقبہ نے جو ان دنوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے، ان سب ڈاکوؤں کو دروازہ شہر کے باہر میدان میں قتل کروا دیا۔ بظاہر یہ ایک معمولی واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس زمانے کے حالات کو دیکھ کر سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی واقعہ نہ تھا۔ اسلام کی ترقی کے

---

[1] طبری [2] طبری صفحہ ۲۹۲۳

ساتھ ساتھ جرائم کا سلسلہ بالکل مٹ گیا تھا اور لوگ ایسے امن میں تھے کہ کھلے دروازوں سوتے ہوئے بھی خوف نہ کھاتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمال کی ڈیوڑھیاں بنانے سے بھی منع کر دیا تھا۔ گو اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غرض تو یہ تھی کہ لوگ آسانی سے اپنی شکایات گورنروں کے پاس پہنچا سکیں۔ لیکن یہ حکم اسی وقت تک ہی دیا جا سکتا تھا جب تک امن اپنی انتہا تک نہ پہنچا ہوا ہوتا پھر اس واقعہ میں خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس ڈاکہ میں بعض ذی مقدرت اور صاحب ثروت لوگوں کی اولاد بھی شامل تھی جو اپنے اپنے حلقے میں بارسوخ تھے۔ پس یہ واردات معمولی واردات نہ تھی بلکہ کسی عظیم الشان انقلاب کی طرف اشارہ کرتی تھی، جو اس کے سوا کیا ہو سکتا تھا کہ دین اسلام سے ناواقف لوگوں کے دلوں پر جو تصرف اسلام کا تھا اب اس کی گرفت کم ہو رہی تھی، اور اب وہ پھر اپنی عادات کی طرف لوٹ رہے تھے اور غریب ہی نہیں بلکہ امراء بھی اپنی پرانی عظمت کو قتل و غارت سے واپس لینے پر آمادہ ہو رہے تھے۔ حضرت ابو شریح صحابی نے اس امر کو خوب سمجھا اور اسی وقت اپنی سب جائداد وغیرہ بیچ کر اپنے اہل و عیال سمیت مدینہ کو واپس تشریف لے گئے اور کوفہ کی رہائش ترک کر دی۔ ان کا اس واقعہ پر کوفہ کو ترک کر دینا اس امر کی کافی شہادت ہے کہ یہ منفرد مثال آئندہ کے خطرناک واقعات کی طرف اشارہ تھی۔ انہی دنوں ایک اور فتنہ نے سر نکالنا شروع کیا۔

عبد اللہ ابن سبا ایک یہودی تھا جو اپنی ماں کی وجہ سے ابن السوداء کہلاتا تھا۔ یمن کا رہنے والا اور نہایت بد باطن انسان تھا۔ اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی کو دیکھ کر اس غرض سے مسلمان ہوا کہ کسی طرح مسلمانوں میں فتنہ ڈلوائے۔ میرے نزدیک اس زمانہ کے فتنے اسی مفسد انسان کے اردگرد گھومتے ہیں۔ اور یہ ان کی روح رواں ہے۔ شرارت کی طرف مائل ہو جانا اس کی جبلت میں داخل معلوم ہوتا ہے۔ خفیہ منصوبہ کرنا اس کی عادت تھی۔ اور اپنے مطلب کے آدمیوں کو تاڑ لینے میں اس کو خاص مہارت تھی۔ ہر شخص سے اُسی کے مذاق کے مطابق بات کرتا تھا۔ اور نیکی کے پردے میں بدی کی تحریک کرتا تھا۔ اور اسی وجہ سے اچھے اچھے سنجیدہ آدمی اس کے دھوکے میں آجاتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے نصف میں مسلمان ہوا، اور تمام بلاد اسلامیہ کا دورہ اس غرض سے کیا کہ ہر ایک جگہ کے حالات سے خود واقفیت پیدا کرے، اور اپنے مطلب کے آدمیوں کا انتخاب کر کے مختلف بلاد میں اپنی شرارت کے مراکز قائم کرے۔ مدینہ منورہ میں تو اس کی دال نہ گل سکتی تھی۔ مکہ مکرمہ اس وقت سیاسیات سے بالکل علیحدہ تھا سیاسی مراکز اس وقت دارالخلافہ کے سوا بصرہ، کوفہ دمشق اور فسطاط تھے۔ پہلے ان مقامات کا اس نے دورہ کیا اور یہ رویہ اختیار کیا کہ ایسے لوگوں کی تلاش کرکے جو سزا یافتہ تھے اور اس وجہ سے حکومت سے ناخوش تھے۔ اُن سے ملتا اور انہی کے ہاں ٹھہرتا۔ چنانچہ سب سے پہلے وہ بصرہ[1] گیا۔ اور حکیم ابن جبلہ ایک نظر بند ڈاکو کے پاس ٹھہرا اور اپنے ہم مذاق لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا۔ اور ان کی ایک مجلس بنائی۔ چونکہ کام کی ابتدا تھی، اور یہ آدمی ہوشیار تھا، صاف صاف بات نہ کرتا بلکہ اشارہ کنایہ سے ان کو فتنہ کی طرف بلاتا تھا۔ اور جیسا کہ اس نے ہمیشہ اپنا وطیرہ رکھا ہے، وعظ و پند کا سلسلہ بھی ساتھ جاری رکھتا تھا۔ جس سے ان لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت پیدا ہو گئی۔ اور وہ اس کی باتیں قبول کرنے لگے۔ عبد اللہ بن عامر کو جو بصرہ کے والی تھے، جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے اس سے اس کا حال پوچھا اور اس کے آنے کی وجہ دریافت کی۔ اس نے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں اہل کتاب میں سے ایک شخص ہوں جسے اسلام کا انس ہو گیا ہے اور آپ کی حفاظت میں رہنا چاہتا ہوں۔ عبد اللہ ابن عامر کو چونکہ اصل حالات پر آگاہی حاصل ہو چکی تھی، انہوں نے اس کے عذر کو قبول نہ کیا اور کہا کہ مجھے

[1] طبری مطبوعہ لندن صفحہ ۲۹۲۲

تمہارے متعلق جو حالات معلوم ہیں وہ ان کے خلاف ہیں۔ اس لئے تم میرے علاقہ سے نکل جاؤ۔ وہ بصرہ سے نکل کر کوفہ کی طرف چلا گیا مگر فساد، بغاوت اور اسلام سے بیگانگی کا بیج ڈال گیا، جو بعد میں بڑھ کر ایک بہت بڑا درخت ہو گیا۔

میرے نزدیک یہ سب سے پہلی سیاسی غلطی ہوئی ہے۔ اگر والی بصرہ بجائے اس کو جلا وطن کرنے کے قید کر دیتا اور اس پر الزام قائم کرتا تو شاید یہ فتنہ دبیں دبا رہتا۔ ابن سودا تو اپنے گھر سے نکلا ہی اس ارادہ سے تھا کہ تمام عالم اسلام میں پھر کر فتنہ فساد کی آگ بھڑکائے۔ اس کا بصرہ سے نکلنا تو اس کے مدعا کے عین مطابق تھا۔ کوفہ میں پہنچ کر اس شخص نے پھر وہی بصرہ والی کارروائی شروع کی۔ اور بالآخر وہاں سے بھی نکالا گیا۔ لیکن یہاں بھی شرارت کا بیج بوتا گیا، جو بعد میں بہت بڑا درخت بن گیا۔ اور اس دفعہ اس کے نکالنے پر اس پہلی سیاسی غلطی کا ارتکاب کیا گیا۔ کوفہ سے نکل کر یہ شخص شام کو گیا مگر وہاں اس کو اپنے قدم جمانے کا موقع نہ ملا۔ حضرت معاویہ نے وہاں اس عمدگی سے حکومت کا کام چلایا ہوا تھا کہ نہ تو اُسے ایسے لوگ ملے جن میں یہ ٹھہر سکے اور نہ ایسے لوگ میسر آئے جن کو اپنا قائمقام بنا جاوے۔ پس شام سے اس کو باحسرت و یاس آگے سفر کرنا پڑا۔ اور اس نے مصر کا رُخ کیا۔ مگر شام چھوڑنے سے پہلے اس نے ایک اور فتنہ کھڑا کر دیا۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی صحابہ میں سے ایک نہایت نیک اور متقی صحابی تھے۔ جب سے ایمان لائے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں آگے ہی قدم بڑھاتے گئے۔ اور ایک لمبا عرصہ صحبت میں رہے۔ جیسا کہ ہر ایک شخص کا مذاق جداگانہ ہوتا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان نصائح کو سن کر کہ دنیا سے مومن کو علیحدہ رہنا چاہیئے، یہ اپنے مذاق کے مطابق مال جمع کرنے کو ناجائز سمجھتے تھے اور دولت سے نفرت کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی سمجھاتے تھے کہ مال جمع نہیں کرنا چاہیئے۔ جو کچھ کسی کے پاس ہو اسے غرباء میں بانٹ دینا چاہیئے۔ مگر یہ عادت ان کی ہمیشہ سے تھی۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ سے بھی جبکہ مسلمانوں میں دولت آئی وہ ایسا ہی کرتے تھے۔ ابن سوداء جب شام سے گذر رہا تھا اس نے ان کی طبیعت میں دولت کے خلاف خاص جوش دیکھ کر یہ معلوم کر کے کہ یہ چاہتے ہیں کہ غرباء میں اُمراء اپنے اموال تقسیم کر دیں، شام میں سے گذرتے ہوئے جہاں کہ اس وقت حضرت ابوذر مقیم تھے[1] ان سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ دیکھئے کیا غضب ہو رہا ہے۔ معاویہ بیت المال کے اموال کو اللہ کا مال کہتا تھا، حالانکہ بیت المال کے اموال کی کیا شرط ہے، ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔ پھر وہ خاص طور پر اس مال کو مال اللہ کیوں کہتا ہے۔ صرف اس لئے کہ مسلمانوں کا حق جو اس مال میں ہے اس کو ضائع کر دے۔ اور ان کا نام بیچ میں سے اڑا کر آپ وہ مال کھا جاوے۔ حضرت ابوذر تو آگے ہی اس کی تلقین میں لگے رہتے تھے، کہ امراء کو چاہیئے کہ سب مال غرباء میں تقسیم کر دیں، کیونکہ مومن کے لئے آرام کی جگہ اگلا جہان ہی ہے اور اس شخص کی شرارت اور نیت سے آپ کو بالکل واقفیت نہ تھی۔ پس آپ اس کے دھوکہ میں آ گئے اور خیال کیا کہ واقع میں بیت المال کے اموال کو مال اللہ کہنا درست نہیں۔ اس میں اموال کے غضب ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ابن سوداء نے اس طرح حضرت معاویہ سے اس امر کا بدلہ لیا کہ کیوں انہوں نے اس کے لئے شام میں کوئی ٹھکانہ نہیں بننے دیا۔ حضرت ابوذر، معاویہ کے پاس پہنچے اور ان کو سمجھایا کہ آپ مسلمانوں کے مال کو مال اللہ کہتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے ابوذر اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے، کیا ہم سب اللہ کے بندے نہیں۔ یہ مال اللہ کا مال نہیں اور سب مخلوق اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں، اور حکم خدا کے ہاتھ میں نہیں۔ یعنی جبکہ بندے بھی خدا کے ہیں اور حکم

[1] طبری مطبوعہ لنڈن صفحہ ۲۸۵۸

بھی اسی کا جاری ہے تو پھر ان اموال کو اموال اللہ کہنے سے لوگوں کے حق کیونکر ضائع ہو جاویں گے۔ جو خدا تعالیٰ نے حقوق مقرر کئے ہیں، وہ اس کے فرمان کے مطابق اسکی مخلوق کو ملیں گے۔ یہ جواب ایک لطیف تھا کہ حضرت ابوذر اس کا جواب تو بالکل نہ دے سکے، مگر چونکہ اس معاملہ میں ان کو خاص جوش تھا اور ابن سوداء ایک شک آپ کے دل میں ڈال گیا تھا۔ اس لئے آپ نے احتیاطاً حضرت معاویہ کو یہی مشورہ دیا کہ آپ اس لفظ کا استعمال ترک کر دیں انہوں نے جواب دیا کہ میں یہ تو ہرگز نہیں کہنے کا کہ یہ اموال اللہ نہیں۔ ہاں آئندہ اس کو اموال المسلمین کہا کروں گا۔ ابن سوداء نے جب یہ حربہ کسی قدر کارگر دیکھا تو اور صحابہ کے پاس پہنچا اور ان کو اکسانا چاہا۔ مگر وہ حضرت ابوذر کی طرح گوشہ گزین نہ تھے۔ اس شخص کی شرارتوں سے واقف تھے ابو درداء نے اس کی بات سنتے ہی کہا، تو کون ہے، جو ایسی فتنہ انگیز بات کہتا ہے۔ خدا کی قسم تو یہودی ہے۔ ان سے مایوس ہو کر انصار کے سردار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مقرب عبادہ ابن صامت کے پاس پہنچا اور ان سے کچھ فتنہ انگیز باتیں کہیں۔ انہوں نے اسکو پکڑ لیا اور حضرت معاویہ کے پاس لے گئے اور کہا کہ یہ شخص ہے جس نے ابوذر غفاری کو آپ کے پاس بھیجا تھا۔ شام میں اپنا کام نہ بنتا دیکھ کر ابن السوداء تو مصر کی طرف چلا گیا، اور ادھر حضرت ابوذر کے دل میں اسکی باتوں سے ایک نیا جوش پیدا ہو گیا۔ اور آپ نے آگے سے بھی زیادہ زور کیساتھ مسلمانوں کو نصیحت شروع کر دی کہ سب اپنے اپنے اموال لوگوں میں تقسیم کر دیں، حضرت ابوذر کا یہ کہنا درست نہ تھا، کہ کسی کو مال جمع نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ صحابہ مال جمع نہیں کیا کرتے تھے بلکہ ہمیشہ اپنے اموال خدا کی راہ میں تقسیم کرتے رہتے تھے۔ ہاں بے شک مالدار تھے۔ اور اس کو مال جمع کرنا نہیں کہتے۔ مال جمع کرنا اس کا نام ہے کہ اس مال سے غرباء کی پرورش نہ کرے اور صدقہ و خیرات نہ کرے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی آپ کے صحابہ میں سے بعض مالدار تھے۔ اگر مالدار نہ ہوتے تو غزوۂ تبوک کے وقت دس ہزار سپاہیوں کا سامان سفر حضرت عثمانؓ کس طرح ادا کرتے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو کچھ نہ کہتے تھے۔ بلکہ ان میں سے بعض آدمی آپ کے مقرب بھی تھے۔ غرض مالدار ہونا کوئی جرم نہ تھا بلکہ قرآن کریم کی پیشگوئیوں کے عین مطابق تھا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اس مسئلہ میں غلطی لگی ہوئی تھی، مگر جو کچھ بھی تھا، حضرت ابوذر اپنے خیال پر پختہ تھے مگر ساتھ ہی یہ بات بھی تھی کہ وہ اپنے خیال کے مطابق نصیحت تو کر دیتے تھے مگر قانون کو کبھی اپنے ہاتھ میں نہ لیتے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام آپ کے زیر نظر رہتے۔ لیکن جن لوگوں میں بیٹھ کر وہ یہ باتیں کرتے تھے وہ اس تقویٰ اور طہارت سے ناآشنا تھے۔ اور ان کی باتوں کا اور مطلب سمجھتے تھے۔ چنانچہ ان باتوں کا آخر یہ نتیجہ نکلا کہ بعض غرباء نے امراء پر دست تعدی دراز کرنا شروع کیا[1]۔ اور ان سے جبراً اپنے حقوق وصول کرنے چاہے۔ انہوں نے حضرت معاویہ سے شکایت کی، جنہوں نے آگے حضرت عثمانؓ کے پاس معاملہ پیش کیا۔ آپ نے حکم بھیجا کہ ابوذر کو اکرام و احترام کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کر دیا جاوے۔ اس حکم کے ماتحت حضرت ابوذر مدینہ تشریف لائے۔ حضرت عثمانؓ نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا سبب ہے کہ اہل شام آپ کے خلاف شکایت کرتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ میرا ان سے یہ اختلاف ہے کہ ایک تو مال اللہ نہ کہا جائے، دوسرے یہ کہ امراء مال نہ جمع کریں۔ حضرت عثمان نے فرمایا کہ ابوذر جو ذمہ داری خدا تعالیٰ نے مجھ پر ڈالی ہے، اس کا ادا کرنا میرا ہی کام ہے اور یہ میرا فرض ہے کہ جو حقوق رعیت پر ہیں، ان سے وصول کروں اور یہ کہ ان کو خدمت دین اور میانہ روی کی تعلیم دوں۔ مگر یہ میرا کام نہیں کہ ان کو ترک دنیا پر مجبور کروں۔ حضرت ابوذر نے عرض کیا کہ پھر آپ مجھے اجازت دیں

[1] طبری صفحہ ۲۸۵۱

کہ ہیں کہیں چلا جاؤں، کیونکہ مدینہ اب میرے مناسب حال نہیں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ کیا آپ، اس گھر کو چھوڑ کر اس گھر سے بدتر گھر کو اختیار کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب مدینہ کی آبادی سلع تک پھیل جاوے تو تم مدینہ میں نہ رہنا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا کہ آپ رسول خدا صلعم کا حکم بجالا دیں۔ اور کچھ اونٹ اور دو غلام دے کر مدینہ سے رخصت کیا، اور تاکید کی کہ مدینہ سے کلی طور پر قطع تعلق نہ کریں، بلکہ وہاں آتے جاتے رہیں، جس ہدایت پر ابوذر ہمیشہ عمل کرتے رہے۔ یہ تھا فتنہ جو پیدا ہوا۔ اور گو اس میں حضرت ابوذرؓ کو ہتھیار بنایا گیا تھا مگر درحقیقت نہ حضرت ابوذر کے خیالات وہ تھے جو مفسدوں نے اختیار کئے اور نہ انکو ان لوگوں کی شرارتوں کا علم تھا۔ حضرت ابوذر تو باوجود اختلاف کے کبھی قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے پر آمادہ نہ ہوئے اور حکومت کی اطاعت اس طور پر کرتے رہے کہ باوجود اس کے کہ انکے خاص حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے انکو فتنہ اور تکلیف سے بچانے کیلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک خاص وقت پر مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ انہوں نے بغیر حضرت عثمانؓ کی اجازت کے اس حکم پر عمل کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ اور پھر جب وہ مدینہ سے نکل کر ربذہ میں جا کر مقیم ہوئے اور وہاں کے محصل نے ان کو نماز کا امام بننے کے لئے کہا تو انہوں نے اس سے اس بنار پر انکار کیا کہ تم یہاں کے حاکم ہو اس لئے تم ہی کو امام بننا سزاوار ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اطاعت حکام سے ان کو کوئی انحراف نہ تھا اور نہ انارکی کو وہ جائز سمجھتے تھے۔

حضرت ابوذرؓ کی سادگی کا اس امر سے خوب پتہ چلتا ہے کہ جبکہ ابن السوداء کے دھوکہ دینے سے وہ معاویہ سے جھگڑتے تھے کہ بیت المال کے اموال کو مال اللہ نہیں کہنا چاہیئے اور حضرت عثمانؓ کے پاس بھی یہی شکایت لائے تھے وہ اپنی بول چال میں اس لفظ کو برابر استعمال کرتے تھے چنانچہ اس فساد کے بعد جبکہ وہ ربذہ میں تھے ایک دفعہ ایک قافلہ وہاں اترا۔ اس قافلہ کے لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کے ساتھیوں کو ہم نے دیکھا ہے وہ بڑے بڑے مالدار ہیں مگر آپ غربت کی حالت میں ہیں۔ انہوں نے ان کو یہ جواب دیا کہ انهم ليس لهم في مال الله حق الا ولي مثله۔ یعنی اُن کا مال اللہ (یعنی بیت المال کے اموال) میں کوئی ایسا حق نہیں جو مجھے حاصل نہ ہو۔ اسی طرح انہوں نے وہاں کے حبشی حاکم کو بھی دقیق من مال الله (مال اللہ کا ایک غلام) کے نام سے یاد کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی یہ لفظ استعمال کرتے تھے۔ اور باوجود اس لفظ کی مخالفت کرنے کے بے تحاشا اس لفظ کا آپ کی زبان پر جاری ہو جانا اس امر کی شہادت ہے کہ یہ صحابہ کا ایک عام محاورہ تھا۔ مگر ابن السوداء کے دھوکہ دینے سے آپ کے ذہن سے یہ بات نکل گئی۔

یہ فتنہ جسے بولشوزم کا فتنہ کہنا چاہیئے حضرت معاویہ کی حسن تدبیر سے شام میں تو چمکنے نہ پایا۔ مگر مختلف صورتوں میں یہ خیال اور جگہوں پر اشاعت پا کر ابن السوداء کے کام میں ممد ہوگیا۔

ابن السوداء شام سے نکل کر مصر پہنچا۔ اور یہی مقام تھا جسے اس نے اپنے کام کا مرکز بنانے کے لئے چنا تھا کیونکہ یہ مقام دارالخلافہ سے بہت دور تھا۔ اور دوسرے اس جگہ صحابہ کی آمد و رفت اس کثرت سے نہ تھی جتنی کہ دوسرے مقامات پر جس کی وجہ سے یہاں کے لوگ دین سے نسبتاً کم تعلق رکھتے تھے اور فتنہ میں حصہ لینے کے لئے زیادہ تیار تھے۔ چنانچہ ابن السوداء کا ایک نائب جو کوفہ کا باشندہ تھا اور جس کا ذکر آگے آویگا، ان واقعات کے تھوڑے ہی عرصہ بعد جلاوطن کیا گیا۔ تو حضرت معاویہ کے اس سوال پر کہ نئی پارٹی کے مختلف ممالک کے ممبروں کا کیا حال ہے، اس نے جواب دیا کہ انہوں نے مجھ سے خط و کتابت کی ہے اور میں نے اُن کو سمجھایا ہے اور انہوں نے مجھے نہیں سمجھایا۔ مدینہ[1] کے لوگ تو

---

[1] جیسا کہ آگے ثابت کیا جاوے گا۔ یہ اس کا جھوٹ تھا کہ مدینہ کے لوگ اس فتنہ سے محفوظ تھے۔ بوقت نظر ثانی

تو سب سے زیادہ فساد کے شائق ہیں اور سب سے کم اس کی قابلیت رکھتے ہیں، اور کوفہ کے لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ لیکن بڑے بڑے گناہوں کے ارتکاب سے خوف نہیں کھاتے۔ اور بصرہ کے لوگ اکٹھے حملہ کرتے ہیں مگر پراگندہ ہو کر بھاگتے ہیں۔ ہاں مصر کے لوگ ہیں جو شرارت کے اہل سب سے زیادہ ہیں۔ مگر ان میں یہ نقص ہے کہ پیچھے نادم بھی جلدی ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد شام کا حال ہے، اس نے بیان کیا کہ وہ اپنے سرداروں کے سب سے زیادہ مطیع ہیں، اور اپنے گمراہ کرنے والوں کے سب سے زیادہ نافرمان ہیں۔ یہ رائے ابن الکواء کی ہے جو ابن السوداء کی پارٹی کے رکنوں میں سے تھا۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر ہی سب سے عمدہ مقام تھا جہاں ابن السوداء ڈیرہ لگا سکتا تھا۔ اور اس کی شرارت کی باریک بین نظر نے اس امر کو معلوم کر کے اس مقام کو اپنے قیام کے لئے چنا۔ اور اسے فساد کا مرکز بنا دیا۔ اور بہت جلد ایک جماعت اُسکے اردگرد جمع ہو گئی۔

اب سب بلاد میں شرارت کے مرکز قائم ہو گئے، اور ابن السوداء نے ان تمام لوگوں کو جو سزا یافتہ تھے یا ان کے رشتہ دار تھے، یا کسی اور سبب سے اپنی حالت پر قانع نہ تھے، نہایت ہوشیاری اور دانائی سے اپنے ساتھ ملانا شروع کیا۔ اور ہر ایک کے مذاق کے مطابق اپنی غرض کو بیان کرتا تاکہ اس کی ہمدردی حاصل ہو جاوے۔ مدینہ شرارت سے محفوظ تھا اور شام بالکل پاک تھا۔ تین مرکز تھے جہاں اس فتنہ کا مواد تیار ہو رہا تھا۔ بصرہ، کوفہ اور مصر۔ مصر مرکز تھا۔ مگر اس زمانہ کے تجربہ کار اور فلسفی دماغ انارکسٹوں کی طرح ابن السوداء نے اپنے آپ کو خلف الاستار رکھا ہوا تھا سب کام کی روح وہی تھا۔ مگر آگے دوسرے لوگوں کو کیا ہوا تھا۔ بوجہ قریب ہونے کے اور بوجہ اس سیاسی فوقیت کے جو اس وقت بصرہ اور کوفہ کو حاصل تھی۔ یہ دونوں شہر ان تغیرات میں زیادہ حصہ لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لیکن ذرا باریک نگاہ سے دیکھا جاوے تو تاریخ کے صفحات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان تمام کارروائیوں کی باگ مصر میں بیٹھے ہوئے ابن السوداء کے ہاتھ میں تھی۔

میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ کوفہ میں ایک جماعت نے ایک شخص علی ابن الحیسمان کے گھر پر ڈاکہ مار کر اس کو قتل کر دیا تھا، اور قاتلوں کو دروازۂ شہر پر قتل کر دیا گیا تھا۔ ان نوجوانوں کے باپوں کو اس کا بہت صدمہ تھا۔ اور وہ اس جگہ کے والی ولید بن عقبہ سے اس کا بدلہ لینا چاہتے تھے اور منتظر رہتے تھے کہ کوئی موقعہ ملے اور ہم انتقام لیں۔ یہ لوگ اس فتنہ انگیز جماعت کے ہاتھ میں ایک عمدہ ہتھیار بن گئے۔ جن سے انہوں نے خوب کام لیا۔ ولید سے بدلہ لینے کے لئے انہوں نے کچھ جاسوس مقرر کئے تاکہ کوئی عیب ولید کا پکڑ کر ان کو اطلاع دیں۔ جاسوسوں نے کوئی کارروائی تو اپنی دکھانی ہی تھی، ایک دن آکر ان کو خبر دی کہ ولید اپنے ایک دوست ابو زبید کے ساتھ مل کر جو عیسائی سے مسلمان ہوا تھا، شراب پیتے ہیں۔ ان مفسدوں نے اٹھ کر تمام شہر میں اعلان کرنا شروع کر دیا کہ لو یہ تمہارا والی ہے، اندر اندر چھپ چھپ کر اپنے دوستوں کے ساتھ شراب پیتا ہے۔ عامۃ الناس کا جوش تو بے قابو ہوتا ہی ہے۔ اس بات کو سن کر ایک بڑی جماعت ان کے ساتھ ہو گئی، اور ولید کے گھر کا سب نے جا کر محاصرہ کر لیا۔ دروازہ تو کوئی تھا ہی نہیں، سب بے تحاشا مسجد میں سے ہو کر اندر گھس گئے (ان کے مکان کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا) اور ولید کو اس وقت معلوم ہوا جب وہ ان کے سر پر جا کھڑے ہوئے انہوں نے ان کو دیکھا تو گھبرا گئے، اور جلدی سے کوئی چیز چارپائی کے نیچے کھسکا دی۔ انہوں نے خیال کیا کہ اب بھید کھل گیا اور چور پکڑا گیا۔ جھٹ ایک شخص نے بلا بولے چالے ہاتھ اندر کیا اور وہ چیز نکال لی۔ دیکھا تو ایک طبق تھا اور اس کے اندر والی کوفہ کا کھانا اور انگوروں کا ایک خوشہ پڑا تھا۔ جسے اس نے صرف اس شرم سے چھپا دیا تھا کہ ایسے بڑے مالدار صوبہ کے گورنر کے سامنے صرف یہی کھانا رکھا گیا تھا۔ اس امر کو دیکھ کر لوگوں کے ہوش اڑ گئے۔ سب شرمندہ ہو کر

اپنے پاؤں لوٹنے، اور ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے، کہ بعض شریروں کے دھوکے میں آکر انہوں نے ایسا خطرناک جرم کیا اور شریعت کے احکام کو پس پشت ڈال دیا، مگر ولید نے شرم سے اس بات کو دبا دیا۔ اور حضرت عثمانؓ کو اس امر کی خبر نہ کی۔ لیکن یہ ان کا رحم جو ایک غیر مستحق قوم کیا تھا کیا گیا تھا، آخر ان کے لئے اور ان کے بعد ان کے قائمقام کے لئے نہایت مضر ثابت ہوا۔ ان مفسدوں نے بجائے اس کے کہ اس رحم سے متأثر ہوتے اپنی ذلت کو اور بھی محسوس کیا اور پہلے سے بھی زیادہ جوش سے ولید کی تباہی کی تدابیر کرنی شروع کیں اور حضرت عثمانؓ کے پاس وفد بن کر گئے کہ ولید کو موقوف کیا جائے۔ لیکن انہوں نے بلا کسی جرم کے والی کو موقوف کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ لوگ واپس آئے تو دوسرے تمام ایسے لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا جو سزا یافتہ تھے، اور مل کر مشورہ کیا کہ جسطرح ہو جھوٹ سچ ولید کو ذلیل کیا جاوے۔ ابوزینب اور ابومورع دو شخصوں نے ذمہ لیا کہ وہ کوئی تجویز کریں گے، اور ولید کی مجلس میں جانا شروع کیا۔ ایک دن موقعہ پاکر جب کہ کوئی نہ تھا اور ولید اپنے مردانہ میں جس کو زنانہ حصہ سے صرف ایک پردہ ڈال کر جدا کیا گیا تھا، سو گئے۔ اِن دونوں نے ان کی انگشتری آہستہ سے اتار لی اور خود مدینہ کی طرف بھاگ نکلے کہ ہم نے ولید کو شراب میں مخمور دیکھا ہے اور اس کا ثبوت یہ انگوٹھی ہے جو ان کے ہاتھ سے حالت نشہ میں ہم نے اتاری اور ان کو خبر نہ ہوئی۔ حضرت عثمانؓ نے ان سے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں کے سامنے انہوں نے شراب پی تھی۔ انہوں نے اس بات کے اقرار کی تو جرأت نہ کی کیونکہ سامنے شراب پینے سے ثابت ہوتا کہ وہ بھی ولید کے ساتھ شریک تھے۔ اور یہ کہا کہ نہیں ہم نے ان کو شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ انگوٹھی اس کا ثبوت موجود تھی اور دو گواہ حاضر تھے۔ اور کچھ اور شریر بھی ان کی شہادت کو زیادہ وقیع بنانے کے لئے

لے طبری صفحہ ۲۸۴۶

ان کے ساتھ گئے تھے۔ وہ بھی اس واقعہ کی تصدیق بالقرائن کرتے تھے۔ صحابہ سے مشورہ لیا گیا اور ولید کو حد شراب لگانے کا فیصلہ ہوا۔ کوفہ سے ان کو بلوایا گیا اور مدینہ میں شراب پینے کی سزا میں کوڑے لگوائے گئے۔ ولید نے گو عذر کیا اور ان کی شرارت پر حضرت عثمانؓ کو آگاہ کیا۔ مگر انہوں نے کہا کہ بحکم شریعت گواہوں کے بیان کے مطابق سزا تو ملے گی، ہاں جھوٹی گواہی دینے والا خدا تعالیٰ کی طرف سے سزا پائے گا۔

ولید معزول کئے گئے، اور ناحق ان پر الزام لگایا گیا۔ مگر صحابہ کے مشورہ کے ماتحت حضرت عثمانؓ نے انکو حد لگائی۔ اور چونکہ گواہ اور قرائن ان کے خلاف موجود تھے، شریعت کے حکم کے ماتحت ان کو حد لگانا ضروری تھا۔ سعید ابن العاص ان کی جگہ والی کوفہ بنا کر بھیج دیئے گئے۔ انہوں نے کوفہ میں جاکر وہاں کی حالت دیکھی تو حیران ہو گئے۔ تمام اوباش اور دین سے ناواقف لوگ قبضہ جمائے ہوئے تھے، اور شرفاء محکوم و مغلوب تھے۔ انہوں نے اس واقعہ کی حضرت عثمانؓ کو خبر دی، جنہوں نے انکو نصیحت کی کہ جو لوگ بڑی بڑی قربانیاں کر کے دشمنوں کے مقابلہ کے لئے پہلے پہلے آتے تھے، ان کا اعزاز و احترام قائم کریں، ہاں اگر وہ لوگ دین سے بے توجہی برتیں، تب بے شک دوسرے ایسے لوگوں کو انکی جگہ دیں جو زیادہ دیندار ہوں۔

جس وقت کوفہ میں یہ شرارت جاری تھی، بصرہ بھی خاموش نہ تھا۔ وہاں بھی حکیم بن جبلہ، ابن السوداء کے ایجنٹ اور اس کے ساتھیوں کے ذریعہ حضرت عثمانؓ کے نائبوں کے خلاف لوگوں میں جھوٹی تہمتیں مشہور کی جا رہی تھیں۔

مصر جو اصل مرکز تھا، وہاں تو اور بھی زیادہ مفسدہ برپا تھا۔ عبداللہ ابن سبا نے وہاں صرف سیاسی شورش ہی برپا نہ کر رکھی تھی بلکہ لوگوں کا مذہب بھی خراب کر رہا تھا۔ مگر اس طرح کہ دین سے ناواقف مسلمان اسے بڑا مخلص سمجھیں۔ چنانچہ وہ تعلیم دیتا تھا کہ تعجب ہے کہ بعض مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لا دیں گے، مگر یہ نہیں مانتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ مبعوث

ہوں گے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے
کہ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد
یعنی وہ خدا جس نے قرآن کریم تجھ پر فرض کیا ہے تجھے ضرور لوٹنے[1]
کی جگہ کی طرف واپس لادے گا۔ اس کی اس تعلیم کو اس کے
بہت سے ماننے والوں نے قبول کر لیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کے قائل ہو گئے۔
حالانکہ قرآن کریم ان لوگوں کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے
سے جو فوت ہو چکے ہیں بڑے زور سے انکار کرتا ہے۔ ہاں
یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے نام کو روشن کرنے کے لئے
کسی شخص کو انہی کے اخلاق اور صفات دے کر کھڑا کر دے۔
مگر یہ امر تناسخ یا کسی شخص کے دوبارہ واپس آنے کے عقیدہ سے
بالکل الگ ہے۔ اور ایک بدیہی اور مشہور امر ہے۔ علاوہ اس
رجعت کے عقیدہ کے عبداللہ بن سبا نے یہ بھی مشہور کرنا شروع
کیا کہ ہزار نبی گذرے ہیں اور ہر ایک نبی کا ایک وصی تھا۔ اور
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی حضرت علی ہیں۔ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء تھے تو حضرت علی خاتم الاوصیاء
ہیں۔ پھر کہتا اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جو
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی پر حملہ کر کے اسکا حق چھین لے۔

غرض علاوہ سیاسی تدابیر کے جو اسلام میں تفرقہ ڈالنے
کے لئے اس شخص نے اختیار کر رکھی تھیں، مذہبی فتنہ بھی برپا
کر رکھا تھا اور مسلمانوں کے عقائد خراب کرنے کی بھی فکر کر رہا
تھا مگر یہ احتیاط ضرور برتتا تھا کہ لوگ اسکو مسلمان ہی سمجھیں۔

ایسی حالت میں تین سال گذر گئے اور یہ مفسد گروہ برابر
خفیہ کارروائیاں کرتا رہا اور اپنی جماعت کو بڑھاتا گیا۔ لیکن اس
تین سال کے عرصہ میں کوئی خاص واقعہ سوائے اس کے نہیں ہوا
کہ محمد ابن ابی بکر اور محمد ابن ابی حذیفہ دو شخص مدینہ منورہ کے باشندے
بھی اس فتنہ میں کسی قدر حصہ لینے لگے۔ محمد ابن ابی بکر تو حضرت ابو بکرؓ
کا چھوٹا لڑکا تھا، جسے سوائے اس خصوصیت کے کہ وہ حضرت ابو بکرؓ
کا لڑکا تھا دینی طور پر کوئی فضیلت حاصل نہ تھی۔ اور محمد بن حذیفہ
ایک یتیم تھا جسے حضرت عثمانؓ نے پالا تھا۔ مگر بڑا ہو کر اس نے
خاص طور پر آپ کی مخالفت میں حصہ لیا، جس کی وجہ میں ابھی بیان
کروں گا۔ چوتھے سال میں اس فتنہ نے کسی قدر ہیبت ناک
صورت اختیار کر لی اور اس کے بانیوں نے مناسب سمجھا کہ اب
علی الاعلان اپنے خیالات کا اظہار کیا جاوے اور حکومت کے رعب
کو مٹایا جاوے۔ چنانچہ اس امر میں بھی کوفہ ہی نے ابتدا کی۔

جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں، ولید بن عقبہ کے بعد سعید
بن العاص والی کوفہ مقرر ہوئے تھے۔ انہوں نے شروع سے
یہ طریق اختیار کر رکھا تھا کہ صرف شرفائے شہر کو اپنے پاس آنے
دیتے تھے، مگر کبھی کبھی وہ ایسا بھی کرتے کہ عام مجلس کرتے اور
ہر طبقہ کے آدمیوں کو اس وقت پاس آنے کی اجازت ہوتی۔
ایک دن وہ اسی قسم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت طلحہؓ
کی سخاوت کا ذکر آیا، اور کسی نے کہا کہ وہ بہت ہی سخاوت سے
کام لیتے ہیں۔ اس پر سعید کے منہ سے یہ فقرہ نکل گیا کہ ان کے
پاس مال بہت ہے وہ سخاوت کرتے ہیں۔ ہمارے پاس
بھی مال ہوتا تو ہم بھی ویسی ہی داد و دہش کرتے۔ ایک نوجوان
نادانی سے بول پڑا کہ کاش فلاں جاگیر جو اموال شاہی میں سے
تھی اور عام مسلمانوں کے فائدہ کے لئے رکھی گئی تھی، آپ کے قبضہ
میں ہوتی۔ اس پر اس فتنہ انگیز جماعت کے بعض آدمی جو اس انتظار
میں تھے کہ کوئی موقعہ نکلے تو ہم اپنے خیالات کا اظہار کریں، غصہ کا
اظہار کرنے لگے۔ اور ظاہر کرنے لگے کہ یہ بات اس شخص نے سعید
والی کوفہ کے اشارہ سے کہی ہے۔ اور اس لئے کہی ہے تا کہ ان
اموال کو ہضم کرنے کے لئے راستہ تیار کیا جاوے۔ اور اٹھ کر
اس شخص کو سعید کے سامنے ہی مارنا شروع کر دیا۔ اس کا باپ مدد
کے لئے اٹھا تو اسے بھی خوب پیٹا۔ سعید ان کو روکتے رہے مگر
انہوں نے ان کی ایک نہ سنی، اور مار مار کر دونوں کو بے ہوش
کر دیا۔ یہ خبر جب لوگوں کو معلوم ہوئی کہ سعید کے سامنے بعض لوگوں
نے ایسی شرارت کی ہے تو لوگ ہتھیار بند ہو کر مکان پر جمع ہو گئے۔
مگر ان لوگوں نے سعید کی منت سماجت کی اور ان سے معافی مانگی

---

[1] یہ پیشگوئی فتح مکہ کی ہے جسے بگاڑ کر اس شخص نے رجعت کا عقیدہ بنالیا۔
چونکہ مکہ کیطرف لوگ بہ نیت حج اور حصول ثواب بار بار جاتے ہیں اسلئے اسکا
نام بھی معاد ہے یعنی وہ جگہ جسکی طرف لوگ بار بار لوٹتے ہیں۔

اور پناہ کے طلبگار ہوئے۔ ایک عرب کی فیاضی اور پھر وہ بھی قریش کی۔ ایسے موقعہ پر کب برداشت کر سکتی تھی کہ دشمن پناہ مانگے اور وہ اس سے انکار کر دے۔ سعید نے باہر نکل کر لوگوں سے کہہ دیا کہ کچھ لوگ آپس میں لڑ پڑے تھے، معاملہ کچھ نہیں۔ اب سب خیر ہے۔ لوگ تو اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور ان لوگوں نے پھر وہی بے تکلفی شروع کی۔ مگر جب سعید کو یقین ہو گیا کہ اب ان لوگوں کے لئے کوئی خطرہ کی بات نہیں انکو رخصت کر دیا اور جن لوگوں کو پیٹا گیا تھا ان سے کہہ دیا کہ چونکہ میں ان لوگوں کو پناہ دے چکا ہوں ان کے قصور کا اعلان نہ کرو، اس میں میری سُبکی ہو گی۔ ہاں یہ تسلی رکھو کہ آئندہ یہ لوگ میری مجلس میں نہ آسکیں گے۔

ان مفسدوں کی اصل غرض تو پوری ہو چکی تھی یعنی نظم اسلامی میں فساد کا پیدا کرنا۔ اب انہوں نے گھروں میں بیٹھ کر علی الاعلان حضرت عثمانؓ اور سعید کی برائیاں بیان کرنی شروع کر دیں۔ لوگوں کو ان کا یہ رویہ بہت بُرا معلوم ہوا اور انہوں نے سعید سے شکایت کی کہ یہ اس طرح شرارت کرتے ہیں، اور حضرت عثمانؓ کی اور آپ کی برائیاں کرتے ہیں اور امت اسلامیہ کے اتحاد کو توڑنا چاہتے ہیں۔ ہم یہ بات ہرگز برداشت نہیں کر سکتے، آپ اس کا انتظام کریں۔ انہوں نے کہا کہ آپ لوگ خود تمام واقعات سے حضرت عثمانؓ کو اطلاع دیں۔ آپ کے حکم کے ماتحت انتظام کیا جاوے گا۔ تمام شرفاء نے حضرت عثمانؓ کو واقعات سے اطلاع دی۔ اور آپ نے سعید کو حکم دیا کہ اگر رؤسائے کوفہ اس امر پر متفق ہوں تو ان لوگوں کو شام کی طرف جلاوطن کر دو اور امیر معاویہ کے پاس بھیج دو۔ ادھر امیر معاویہ کو لکھا کہ کچھ لوگ جو کھلے طور پر فساد پر آمادہ ہیں وہ آپ کے پاس کوفہ سے آدیں گے۔ ان کے گذارہ کا انتظام کر دیں اور انکی اصلاح کی تجویز کریں۔ اگر درست ہو جاویں اور اصلاح کر لیں تو ان کے ساتھ نرمی کرو اور ان کے پچھلے قصوروں سے درگذر کرو۔ اور اگر شرارت پر مصر رہیں تو پھر انکی شرارت کی سزا دو۔

حضرت عثمانؓ کا یہ حکم نہایت دانائی پر مبنی تھا کیونکہ ان لوگوں کا کوفہ میں رہنا ایک طرف تو ان لوگوں کے جوشوں کو بھڑکانے والا تھا۔ جو انکی شرارتوں پر پوری طرح آگاہ تھے۔ اور خطرہ تھا کہ وہ جوش میں آکر ان کو تکلیف نہ پہنچا سکیں۔ اور دوسری طرف اس لحاظ سے بھی مضر تھا کہ وہ لوگ وہاں کے باشندے اور ایک حد تک صاحب رسوخ تھے۔ اگر وہاں رہتے تو اور بہت سے لوگوں کو خراب کرنے کا موجب ہوتے[1] مگر یہ حکم اس وقت جاری ہوا جب اس کا چنداں فائدہ نہ ہو سکتا تھا۔ اگر ابن عامر والی بصرہ ابن السوداء کے متعلق بھی حضرت عثمانؓ سے مشورہ طلب کرتا اور اس کے لئے بھی اسی قسم کا حکم جاری کیا جاتا تو شاید آئندہ حالات ان حالات سے بالکل مختلف ہوتے۔ مگر مسلمانوں کی حالت اس وقت اس بات کی مقتضی تھی کہ ایسی ہی قضاء و قدر جاری ہو، اور وہی ہوا۔

یہ لوگ جو جلاوطن کئے گئے اور جن کو ابن سباء کی مجلس کا رکن کہنا چاہیئے، تعداد میں دس کے قریب تھے۔ (گو ان کی صحیح تعداد میں اختلاف ہے) حضرت معاویہ نے ان کی اصلاح کے لئے پہلے تو یہ تدبیر کی کہ ان سے بہت اعزاز و احترام سے پیش آئے۔ خود ان کے ساتھ کھانا کھاتے اور اکثر فرصت کے وقت اُن کے پاس جا کر بیٹھتے۔ چند دن کے بعد انہوں نے انکو نصیحت کی اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم لوگوں کو قریش[2] سے نفرت ہے۔ ایسا نہیں چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ نے عرب کو قریش کے ذریعے سے ہی عزت

---

[1] جہاں جلاوطن کر کے یہ لوگ بھیجے گئے تھے وہاں کے لوگوں کو خراب کرنے کا انکو موقعہ نہ تھا۔ کیونکہ وہاں خاص نگرانی اور نظر بندی کی حالت میں ان کو رکھا جاتا تھا۔

[2] حضرت معاویہ کے کلام اور ان لوگوں کے جواب سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عثمان یا ان کے مقرر کردہ حکام سے ان لوگوں کو مخالفت نہ تھی بلکہ قریش سے ہی یا دوسرے لفظوں میں ایمان میں سابق لوگوں سے ہی انکو حسد تھا۔ اگر حضرت عثمانؓ کی جگہ کوئی اور صحابی خلیفہ ہوتا، اور ان کے مقرر کردہ والیوں کی جگہ کوئی اور والی ہوتے تو ان سے یہ لوگ اسی طرح حسد کرتے کیونکہ ان کا مدعا صرف حصول جاہ تھا۔

دی ہے۔ تمہارے حکام تمہارے لئے ایک ڈھال کے طور پر ہیں۔ پس ڈھالوں سے جدا نہ ہو۔ وہ تمہارے لئے تکالیف برداشت کرتے ہیں اور تمہاری نگر رکھتے ہیں۔ اگر اس امر کی قدر نہ کرو گے تو خدا تعالیٰ تم پر ایسے حکام مقرر کرے گا جو تم پر خوب ظلم کریں گے۔ اور تمہارے صبر کی قدر نہ کریں گے اور تم اس دنیا میں عذاب میں مبتلا ہو گے۔ اور اگلے جہان میں بھی ان ظالم بادشاہوں کے ظلم کی سزا میں شریک ہو گے اور اگلے جہان میں بھی ان ظالم بادشاہوں کے ظلم کی سزا میں شریک ہوگے کیونکہ تم ہی اُن کے قیام کے باعث ہو گے۔ حضرت معاویہ کی اس نصیحت کو سُن کر ان میں سے ایک نے جواب دیا کہ قریش کا ذکر چھوڑ دو۔ نہ وہ پہلے تعداد میں ہم سے زیادہ تھے نہ اب ہیں۔ اور جس ڈھال کا تم نے ذکر کیا ہے وہ چھنی تو ہم کو ہی ملیگی۔
حضرت معاویہ نے فرمایا کہ معلوم ہوا تم لوگ بے وقوف بھی ہو۔ میں تم کو اسلام کی باتیں سناتا ہوں، تم جاہلیت کا زمانہ یاد دلاتے ہو۔ سوال قریش کی قلت و کثرت کا نہیں بلکہ اُس ذمہ داری کا ہے جو اسلام نے ان پر ڈالی ہے۔ قریش بے شک تھوڑے ہیں، مگر جب خدا تعالیٰ نے دین کے ساتھ ان کو عزت دی ہے اور ہمیشہ سے مکہ مکرمہ کے تعلق کے باعث انکی حفاظت کرتا چلا آیا ہے تو خدا کے فضل کا کون مقابلہ کر سکتا ہے جب وہ کافر تھے تو اس ادنیٰ تعلق کے باعث اس نے ان کی حفاظت کی۔ اب وہ مسلمان ہو کر اس کے دین کے قائم کرنے والے ہو گئے ہیں، تو کیا خدا تعالیٰ ان کو ضائع کر دے گا؟ یاد رکھو تم لوگ اسلام کے غلبہ کو دیکھ کر ایک رَو میں مسلمان ہو گئے تھے، اب شیطان تم کو اپنا ہتھیار بنا کر اسلام کے تباہ کرنے کے لئے تم سے کام لے رہا ہے، اور دین میں رخنہ ڈالنا چاہتا ہے۔ مگر تم لوگ جو فتنہ کھڑا کرو گے، اس سے بڑے فتنہ میں اللہ تعالیٰ تم کو ڈالے گا۔ میرے نزدیک تم ہرگز قابلِ التفات لوگ نہیں ہو۔ جن لوگوں نے خلیفہ کو تمہاری نسبت لکھا، انہوں نے غلطی کی۔ نہ تم سے کسی نفع کی امید کی جا سکتی ہے نہ نقصان کی۔ ان لوگوں نے حضرت معاویہ کی تمام نصائح سُن کر کہا کہ ہم تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم اپنے عہدہ سے علیحدہ ہو جاؤ۔ حضرت معاویہ نے جواب دیا کہ اگر خلیفہ اور ائمۃ المسلمین کہیں تو میں آج الگ ہو جاتا ہوں، تم لوگ ان معاملات میں دخل دینے والے کون ہو۔ میں تم لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس طریق کو چھوڑ دو۔ اور نیکی اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام آپ کرتا ہے۔ اگر تمہاری رائے پر کام چلنے تو اسلام کا کام تباہ ہو جاتا۔ تم لوگ دراصل دینِ اسلام سے بیزار ہو۔ تمہارے دلوں میں اور ہے اور زبانوں پر اور۔ مگر اللہ تعالیٰ تمہارے ارادوں اور مخفی منصوبوں کو ایک دن ظاہر کر کے چھوڑے گا۔ غرض دیر تک حضرت معاویہ ان کو سمجھاتے رہے اور یہ لوگ اپنی بیہودگی میں بڑھتے گئے۔ حتیٰ کہ آخر لاجواب ہو کر حضرت معاویہ پر حملہ کر دیا اور ان کو مارنا چاہا۔ حضرت معاویہ نے ان کو ڈانٹا اور کہا کہ یہ کوفہ نہیں شام ہے۔ اگر شام کے لوگوں کو معلوم ہؤا تو جس طرح سعید کے کہنے سے کوفہ کے لوگ چپ کر رہے تھے یہ خاموش نہ رہیں گے بلکہ عوام الناس جوش میں میرے قول کی بھی پرواہ نہیں کریں گے اور تمہاری تکہ بوٹی کر دیں گے۔ یہ کہہ کر حضرت معاویہ مجلس سے اُٹھ گئے اور ان لوگوں کو شام سے واپس کوفہ بھیج دیا۔ اور حضرت عثمانؓ کو لکھ دیا کہ یہ لوگ بوجہ اپنی حماقت اور جہالت کے قابلِ التفات ہی نہیں ہیں۔ ان کی طرف توجہ ہی نہیں کرنی چاہیئے۔ اور سعید والیٔ کوفہ کو بھی لکھ دیا جاوے کہ ان کی طرف توجہ نہ کرے۔ یہ بے دین لوگ ہیں اور اسلام سے متنفر ہیں۔ اہلِ ذمہ کا مال لوٹنا چاہتے ہیں اور فتنہ ان کی عادت ہے ان لوگوں میں اتنی طاقت نہیں کہ بلا کسی دوسرے کی مدد کے خود کوئی نقصان پہنچا سکیں۔

حضرت معاویہ کی یہ رائے بالکل درست تھی، مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کے علاقہ سے باہر مصر میں چھپی ہوئی ایک رُوح ہے، جو ان سب لوگوں سے کام لے رہی ہے۔ اور ان کا جاہل ہونا اور اجڈ ہونا ہی اس کے کام کے لئے ممد ہے۔

یہ لوگ جب دمشق سے نکلے تو انہوں نے کوفہ کا ارادہ ترک کر دیا۔ کیونکہ وہاں کے لوگ ان کی شرارتوں سے واقف تھے اور ان کو خوف تھا کہ وہاں ان کو نقصان پہنچے گا۔ اور جزیرہ کی طرف چلے گئے۔ وہاں کے گورنر عبدالرحمٰن تھے جو اس

مشہور سپہ سالار کے خلف الرشید تھے جو جرأت اور دلیری میں تمام دنیا کے لئے ایک روشن مثال قائم کر گیا ہے ، یعنی خالد بن الولید ۔ جس وقت ان کو اِن لوگوں کی آمد کا حال معلوم ہُوا ۔ انہوں نے فوراً ان کو بلوایا اور کہا کہ میں نے تمہارے حالات سنے ہیں ۔ خدا مجھے نامراد کرے ، اگر میں تم کو درست نہ کر دوں تم جانتے ہو میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس نے فتنہ ارتداد کو دُور کیا تھا ، اور بڑی بڑی مشکلات سے کامیاب نکلا تھا ۔ میں دیکھونگا کہ تم جس طرح معاویہ اور سعید سے باتیں کیا کرتے تھے مجھ سے بھی کر سکتے ہو ۔ سنو ! اگر کسی شخص کے سامنے تم نے یہاں کوئی فتنہ کی بات کی تو پھر ایسی سزا دوں گا کہ تم یاد ہی رکھو گے ۔ یہ کہہ کر ان کو نظر بند کر دیا اور ہمیشہ اپنے ساتھ رہنے کا حکم دیا ۔ جب سفر پر جاتے تو اُن کو اپنے ساتھ پا پیادہ لے جاتے ، اور اُن سے دریافت کرتے کہ اب تمہارا کیا حال ہے ؟ جس کو نیکی درست نہیں کرتی اس کا علاج سزا ہوتی ہے ۔ تم لوگ اب کیوں نہیں بولتے ؟ وہ لوگ ندامت کا اظہار کرتے اور اپنی شرارت پر توبہ کرتے ۔ اسی طرح کچھ مدت گذرنے پر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید نے خیال کیا کہ ان لوگوں کی اصلاح ہو گئی ہے ۔ اور ان میں سے ایک شخص مالک نامی کو حضرت عثمانؓ کی خدمت میں بھیجا کہ وہاں جا کر معافی مانگو ۔ وہ حضرت عثمانؓ کے پاس آیا اور توبہ کی اور اظہار ندامت کیا اور اپنے اور اپنے ساتھیوں کیلئے معافی مانگی ۔ انہوں نے اُن کو معاف کر دیا ، اور ان سے دریافت کیا کہ وہ کہاں رہنا چاہتے ہیں ۔ مالک نے کہا کہ اب ہم عبدالرحمٰن بن خالد کے پاس رہنا چاہتے ہیں ۔ حضرت عثمانؓ نے اجازت دی اور وہ شخص واپس عبدالرحمٰن بن خالد کے پاس چلا گیا ۔

اس شخص کے عبدالرحمٰن بن خالد کے پاس ہی رہنے کی خواہش سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اس کا دل ضرور صاف ہو چکا تھا ۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ ایسے آدمی کے پاس جو شرارت کو ایک منٹ کے لئے بھی روا نہ رکھتا تھا ، واپس جانے کی خواہش نہ کرتا ۔ مگر بعد کے واقعات سے معلوم ہوگا کہ اسکی توبہ بالکل عارضی تھی ۔ اور حضرت معاویہ کا یہ خیال درست تھا کہ یہ لوگ بے وقوف لوگ ہیں ۔ اور صرف ہتھیار ہی کو کام کر سکتے ہیں ۔

عبداللہ بن سبا اس عرصہ میں خاموش نہ بیٹھا ہُوا تھا بلکہ اس نے کچھ مدت سے یہ رویہ اختیار کیا تھا کہ اپنے ایجنٹوں کو تمام علاقوں میں بھیجتا اور اپنے خیالات پھیلاتا ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شخص غیر معمولی عقل و دانش کا آدمی تھا ۔ وہ احکام جو اُس نے اپنے ایجنٹوں کو دیئے اُس کے دماغ کی بناوٹ پر روشنی ڈالتے ہیں ۔ جب یہ اپنے نائب روانہ کرتا تو اُن کو ہدایت دیتا تھا کہ اپنے خیالات کو فوراً لوگوں کے سامنے نہ پیش کر دیا کرو بلکہ پہلے وعظ و نصیحت سے کام لیا کرو ۔ اور شریعت کے احکام لوگوں کو سنایا کرو ۔ اور اچھی باتوں کا حکم دیا کرو ۔ اور بُری باتوں سے روکا کرو ۔ جب لوگ تمہارا یہ طریق دیکھیں گے تو اُن کے دل تمہاری طرف مائل ہو جائیں گے ۔ اور تمہاری باتوں کو شوق سے سنیں گے اور تم پر اعتبار کریں گے تب عمدگی سے اُن کے سامنے اپنے خاص خیالات پیش کرو وہ بہت جلد قبول کر لیں گے ۔ اور یہ بھی احتیاط رکھو کہ پہلے حضرت عثمانؓ کے خلاف باتیں نہ کرنا ۔ بلکہ اُن کے نائبوں کے خلاف لوگوں کے جوش کو بھڑکانا ۔ اِس سے اُس کی غرض یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ سے خاص مذہبی تعلق ہونے کی وجہ سے لوگ اُن کے خلاف باتیں سن کر بھڑک اُٹھیں گے لیکن امراء کے خلاف باتیں سننے سے اُن کے مذہبی احساسات کو تحریک نہ ہوگی ۔ اِس لئے اُن کو قبول کر لیں گے ۔ جب اِس طرح ان کے دل سیاہ ہو جائیں گے اور ایک خاص پارٹی میں شمولیت کر لینے سے جو ضد پیدا ہو جاتی ہے وہ پیدا ہو جائے گی تو پھر حضرت عثمانؓ کے خلاف اُنکو بھڑکانا بھی آسان ہوگا ۔

اِس شخص نے جب دیکھا کہ والیان صوبجات کی بُرائیاں جب کبھی بیان کی جاتی ہیں تو سمجھدار لوگ اُن کے قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں ۔ کیونکہ وہ لوگ اپنے مشاہدہ کی بنا پر اِن شکایات کو جھوٹا اور بے حقیقت جانتے ہیں اور ملک میں عام جوش نہیں پھیلتا تو اُس نے ایک اور خطرناک تدبیر اختیار کی اور وہ یہ کہ اپنے نائبوں کو حکم دیا کہ بجائے اس کے ہر جگہ کے گورنروں کو انہی کے علاقوں میں بدنام کرنے کی کوشش کریں ۔ اُن کی بُرائیاں لکھ کر دوسرے

سلہ طبری مطبوعہ لندن صفحہ ۲۹۴۲

علاقوں میں بھیجیں۔ کیونکہ دوسرے علاقوں کے لوگ اس جگہ
کے حالات سے ناواقفیت کی وجہ سے ان کی باتوں کو آسانی
سے قبول کر لیں گے۔ چنانچہ اس مشورہ کے ماتحت ہر جگہ کے
مفسد اپنے علاقوں کے حکام کی جھوٹی شکایات اور بناوٹی مظالم
لکھ کر دوسرے علاقوں کے ہمدردوں کو بھیجتے اور وہ ان خطوں
کو پڑھ کر لوگوں کو سناتے اور بوجہ غیر ممالک کے حالات سے
ناواقفیت کے بہت سے لوگ ان باتوں کو سچ یقین کر لیتے۔
اور افسوس کرتے کہ فلاں فلاں ملک کے ہمارے بھائی سخت
مصیبتوں میں مبتلا ہیں۔ اور ساتھ شکر بھی کرتے کہ خدا کے فضل
سے ہمارا والی اچھا ہے، ہمیں کوئی تکلیف نہیں۔ اور یہ نہ جانتے
کہ دوسرے ممالک کے لوگ اپنے آپ کو آرام میں اور ان کو دکھ
میں سمجھتے اور اپنی حالت پر شکر اور ان کی حالت پر افسوس کرتے
ہیں۔ مدینہ کے لوگوں کو چونکہ چاروں اطراف سے خطوط آتے تھے
ان میں سے جو لوگ ان خطوط کو صحیح تسلیم کر لیتے وہ یہ خیال کر لیتے
کہ شاید سب ممالک میں ظلم ہو رہا ہے اور مسلمانوں پر سخت مصائب
ٹوٹ رہے ہیں۔ غرض عبداللہ بن سبا کا یہ فریب بہت کچھ
کارگر ثابت ہوا۔ اور اسے اس ذریعہ سے ہزاروں ایسے ہمدرد
مل گئے جو بغیر اس تدبیر کے ملنے مشکل تھے۔

جب یہ شورش حد سے بڑھنے لگی، اور صحابہ کرام کو بھی
ایسے خطوط ملنے لگے جن میں گورنروں کی شکایات درج ہوتی تھیں
تو انہوں نے مل کر حضرت عثمانؓ سے عرض کیا کہ کیا آپ کو معلوم
نہیں کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جو رپورٹیں مجھے
آتی ہیں وہ تو خیروعافیت ہی ظاہر کرتی ہیں۔ صحابہ نے جواب
دیا کہ ہمارے پاس اس اس مضمون کے خطوط باہر سے آتے ہیں
اسکی تحقیق ہونی چاہیئے۔ حضرت عثمانؓ نے اس پر ان سے مشورہ
طلب کیا کہ تحقیق کس طرح کی جاوے۔ اور انکے مشورہ کے مطابق
اسامہ بن زید کو بصرہ کی طرف۔ محمد بن مسلمہ کو کوفہ کی طرف۔ عبداللہ
بن عمرؓ کو شام کی طرف اور عمار بن یاسر کو مصر کی طرف بھیجا، کہ وہاں
کے حالات کی تحقیق کر کے رپورٹ کریں کہ آیا واقعہ میں امراء
رعیت پر ظلم کرتے ہیں اور تعدی سے کام لیتے ہیں اور لوگوں
کے حقوق مار لیتے ہیں۔ اور ان چاروں کے علاوہ کچھ اور لوگ
بھی متفرق بلاد کی طرف بھیجے، تاکہ وہاں کے حالات سے اطلاع
دیں۔ یہ لوگ گئے اور تحقیق کے بعد واپس آکر ان سب نے
رپورٹ کی کہ سب جگہ امن ہے اور مسلمان بالکل آزادی سے
زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور ان کے حقوق کو کوئی تلف نہیں کرتا۔
اور حکام عدل و انصاف سے کام لے رہے ہیں۔ مگر عمار بن یاسر
نے دیر کی اور انکی کوئی خبر نہ آئی۔ عمار بن یاسر نے کیوں دیر کی
اس کا ذکر تو پھر کروں گا، پہلے میں اس تحقیقی وفد اور اس کی تحقیق
کی اہمیت کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اس وفد کے
حالات کو اچھی طرح سمجھ لینے سے اس فتنہ کی اصل حقیقت اچھی طرح
واضح ہو جاتی ہے۔ سب سے پہلی بات جو قابل غور ہے یہ ہے
کہ اس وفد کے ممبر کہ وہ جو لوٹ کر آئے اور جنہوں نے
آکر رپورٹ دی، وہ کس پایہ کے آدمی تھے، کیونکہ تحقیق کرنے
والے آدمیوں کی حیثیت سے اس تحقیق کی حیثیت معلوم ہوتی ہے۔
اگر اس وفد میں ایسے لوگ بھیجے جاتے جو حضرت عثمانؓ یا
آپ کے نوابوں سے کوئی غرض رکھتے یا جن کی دینی و دنیاوی
حیثیت اس قدر اعلیٰ اور ارفع نہ ہوتی کہ وہ حکام سے خوف
کھاویں یا کوئی طمع رکھیں تو کہا جا سکتا تھا کہ یہ لوگ کسی لالچ یا خوف
کے باعث حقیقت کے بیان کرنے سے اعراض کر گئے۔ مگر ان
لوگوں پر اس قسم کا اعتراض ہرگز نہیں پڑ سکتا۔ اور ان لوگوں کو اس
کام کے لئے منتخب کر کے حضرت عثمانؓ نے اپنی نیک نیتی کا ایک
بیّن ثبوت دیا ہے۔ اسامہ بن کو بصرہ کی طرف بھیجا گیا تھا
وہ شخص ہے کہ جو نہ صرف یہ کہ اول المومنین حضرت زیدؓ کے
لڑکے ہیں، بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے مقربین اور
پیاروں میں سے ہیں۔ اور آپ ہی وہ شخص ہیں جن کو رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر عظیم کی سپہ سالاری عطا کی، جسے
آپ اپنی مرض موت میں تیار کر رہے تھے۔ اور اس میں حضرت
عمرؓ جیسے بڑے بڑے صحابیوں کو آپ کے ماتحت کیا، اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انتخاب صرف دلداری کے طور
پر ہی نہ تھا، بلکہ بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ وہ بڑے

---

۱ طبری مطبوعہ لنڈن صفحہ ۲۹۴۳

بڑے کاموں کے اہل تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے
اس قدر محبت کرتے کہ دیکھنے والے فرق نہ کر سکتے تھے کہ آپ
انکو زیادہ چاہتے ہیں یا حضرت امام حسن کو۔ محمد بن مسلم بھی جنکو کوفہ
بھیجا گیا جلیل القدر صحابہ میں سے تھے اور صحابہ میں خاص عزت
کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور نہایت صاحب رسوخ تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جن کو شام کی طرف روانہ کیا گیا ایسے
لوگوں میں سے ہیں جن کے تعارف کی ضرورت ہی نہیں۔ آپ سابق
بالعہد مسلمانوں میں سے تھے۔ اور زہد و تقوی اللہ میں آپ کی
وہ شان تھی کہ اکابر صحابہ بھی آپ کی ان خصوصیات کی وجہ سے
آپ کا خاص ادب کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کے بعد اگر کسی صحابی
پر صحابہ اور دوسرے بزرگوں کی نظر خلافت کے لئے پڑی، تو آپ پر
پڑی۔ مگر آپ نے دنیا سے علیحدگی کو اپنا شعار بنا رکھا تھا۔ شعائر
دینیہ کے لئے آپ کو اس قدر غیرت تھی کہ بعض دفعہ آپ نے خود
عمر بن الخطاب سے بڑی سختی سے بحث کی۔ غرض حق گوئی میں آپ
ایک کھنچی ہوئی تلوار تھے۔ آپ کا انتخاب شام کے لئے نہایت
ہی اعلیٰ انتخاب تھا، کیونکہ بوجہ اس کے کہ حضرت معاویہ دیر سے
شام کے حاکم تھے اور وہاں کے لوگوں پر ان کا بہت رعب تھا
اور بوجہ ان کی ذہانت کے ان کے انتظام کی تحقیق کرنا کسی معمولی
آدمی کا کام نہ تھا۔ اس جگہ کسی دوسرے آدمی کا بھیجا جانا
مفضول تھا، اور لوگوں کو اس کی تحقیق پر تسلی بھی نہ ہوتی مگر آپکی
سبقت ایمانی اور غیرت اسلامی اور حریت اور تقوی و زہد ایسے
کمالات تھے کہ ان کے سامنے معاویہ دم نہ مار سکتے تھے اور نہ
ایسے شخص کی موجودگی میں حضرت معاویہ کا رعب کسی شخص پر پڑ سکتا تھا۔
غرض جو لوگ تحقیق کے لئے بھیجے گئے تھے وہ نہایت عظیم الشان
اور بے تعلق لوگ تھے اور ان کی تحقیق پر کسی شخص کو اعتراض کی
گنجائش حاصل نہیں۔ پس ان تینوں صحابہ کا مع ان دیگر آدمیوں کے
جو دوسرے بلاد میں بھیجے گئے متفقہ طور پر فیصلہ دینا کہ ملک میں
بالکل امن و امان ہے، ظلم و تعدی کا نام و نشان نہیں، حکام
عدل و انصاف سے کام لے رہے ہیں اور اگر ان پر کوئی الزام
ہے تو یہ کہ لوگوں کو حدود کے اندر رہنے پر مجبور کرتے ہیں، ایک ایسا
فیصلہ ہے جس کے بعد کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی۔ اور صاف
معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب فساد چند شریر النفس آدمیوں کی شرارت
و عبداللہ بن سبا کی انگیخت کا نتیجہ تھا۔ ورنہ حضرت عثمانؓ
اور ان کے نواب ہر قسم کے اعتراضات سے پاک تھے۔

حق یہی ہے کہ یہ سب شورش ایک خفیہ منصوبہ کا نتیجہ
تھی، جس کے اصل بانی یہودی تھے۔ جن کے ساتھ طمع دنیاوی
میں مبتلا بعض مسلمان جو دین سے نکل چکے تھے شامل ہو گئے تھے
ورنہ امرائے بلاد کا نہ کوئی قصور تھا، نہ وہ اس فتنہ کے باعث
تھے، ان کا صرف اسی قدر قصور تھا کہ ان کو حضرت عثمانؓ نے اس
کام کے لئے مقرر کیا تھا اور حضرت عثمانؓ کا یہ قصور تھا کہ باوجود
پیرانہ سالی اور نقاہت بدنی کے، اتحاد اسلام کی رسی کو اپنے
ہاتھوں میں پکڑے بیٹھے تھے۔ اور امت اسلامیہ کا بوجھ اپنی
گردن پر اٹھائے ہوئے تھے، اور شریعت اسلام کے قیام کی
فکر رکھتے تھے۔ اور متمردین اور ظالموں کو اپنی حسب خواہش
کمزوروں اور بے دادرسوں پر ظلم و تعدی کرنے نہ دیتے تھے، چنانچہ
اس امر کی تصدیق اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ کوفہ میں انہی
فساد چاہنے والوں کی ایک مجلس بیٹھی اور اس میں امراء المسلمین
پر گفتگو ہوئی تو سب لوگوں نے بالاتفاق یہی رائے دی، لا
واللہ لا یرفع راس ما دام عثمانؓ علی الناس، یعنی
کوئی شخص اس وقت تک سر نہیں اٹھا سکتا جب تک کہ
عثمان کی حکومت ہے۔ عثمان ہی کا ایک وجود تھا جو سرکشی سے
باز رکھے ہوئے تھا۔ اس کا درمیان سے ہٹانا آزادی سے اپنی
مرادیں پوری کرنے کے لئے ضروری تھا۔

میں نے بتایا تھا کہ عمار بن یاسرؓ جن کو مصر کی طرف روانہ
کیا گیا تھا وہ واپس نہیں آئے۔ ان کی طرف سے خبر آنے
میں اس قدر دیر ہوئی کہ اہل مدینہ نے خیال کیا کہ کہیں مارے گئے
مگر اصل بات یہ تھی کہ وہ اپنی سادگی اور سیاست سے ناواقفیت
کی وجہ سے ان مفسدوں کے پنجہ میں پھنس گئے تھے، جو عبداللہ
بن سبا کے شاگرد تھے۔ مصر میں چونکہ خود عبداللہ بن سبا موجود
تھا اور وہ اس بات سے غافل نہ تھا کہ اگر اس تحقیقاتی وفد
نے تمام ملک میں امن و امان کا فیصلہ دیا تو تمام لوگ ہمارے
مخالف ہو جاویں گے۔ اس وفد کے بھیجے جانے کا فیصلہ ایسا

اچانک ہوا تھا کہ دوسرے علاقوں میں وہ کوئی انتظام نہ کر سکا تھا۔ مگر مصر کا انتظام اس کے لئے آسان تھا۔ جونہی عمار بن یاسر مصر میں داخل ہوئے اس نے ان کا استقبال کیا، اور والیٔ مصر کی برائیاں اور مظالم بیان کرنے شروع کئے۔ وہ اس کی لسانی کے سحر کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اور بجائے اس کے کہ ایک عام بے لوث تحقیق کرتے۔ والیٔ مصر کے پاس گئے ہی نہیں، اور نہ عام تحقیق کی بلکہ اسی مفسد گروہ کے ساتھ چلے گئے اور انہوں کے ساتھ مل کر اعتراض کرنے شروع کر دیئے۔

صحابہ میں سے اگر کوئی شخص اس مفسد گروہ کے پھندے میں پھنسا ہوا یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے تو وہ حضرت عمار بن یاسر ہیں۔ ان کے سوائے کوئی معروف صحابی اس حرکت میں شامل نہیں ہوا۔ اور اگر کسی کی نسبت بیان کی گئی ہے تو دوسری روایات سے اس کا رد بھی ہو گیا ہے۔ عمار بن یاسر کا ان لوگوں کے دھوکے میں آجانا ایک خاص وجہ سے تھا اور وہ یہ کہ جب وہ مصر پہنچے تو وہاں پہنچتے ہی بظاہر ثقہ نظر آنے والے اور نہایت طرار و لسان لوگوں کی ایک جماعت انکو ملی جس نے نہایت عمدگی سے ان کے پاس والیٔ مصر کی شکایات بیان کرنی شروع کیں۔ اتفاقاً والیٔ مصر ایک ایسا شخص تھا جو کبھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مخالف رہ چکا تھا، اور اس کی نسبت آپ نے فتح مکہ کے وقت حکم دیا تھا کہ خانہ کعبہ ہی میں کیوں نہ ملے اسے قتل کر دیا جائے۔ اور گو بعد میں آپ نے اسے معاف کر دیا، مگر اس کی پہلی مخالفت کا بعض صحابہ کے دل پر جن میں عمار بھی شامل تھے، اثر باقی تھا بس ایسے شخص کے خلاف باتیں سن کر عمار بہت جلد متاثر ہو گئے، اور ان الزامات کو جو اس پر لگائے جاتے تھے صحیح تسلیم کر لیا اور اس احساس طبعی سے فائدہ اٹھا کر سبائی یعنی عبداللہ بن سبا کے ساتھی اس کے خلاف اس بات پر خاص زور دیتے تھے۔ پس حضرت عثمانؓ کی نیک نیتی اور اخلاص کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ باوجود اس کے کہ سوائے ایک شخص کے سب وفدوں نے حکام کی بریت کا فیصلہ دیا تھا، حضرت عثمانؓ نے اس ایک مخالف رائے کی قدر کر کے ایک خط تمام علاقوں کے لوگوں کی طرف بھیجا، جس کا مضمون یہ تھا کہ میں جب سے خلیفہ ہوا ہوں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر میرا عمل ہے، اور میرے رشتہ داروں کا عام مسلمانوں سے زیادہ کوئی حق نہیں۔ مگر مجھے مدینے کے رہنے والے بعض لوگوں سے معلوم ہوا ہے کہ حکام لوگوں کو مارتے اور گالیاں دیتے ہیں۔ اس لئے میں اس خط کے ذریعے سے عام اعلان کرتا ہوں کہ جس کسی کو خفیہ طور پر گالی دی گئی ہو، یا پیٹا گیا ہو وہ حج کے موقعہ پر مکہ میں مجھ سے ملے اور جو کچھ اس پر ظلم ہوا ہو خواہ میرے ہاتھوں سے خواہ میرے عاملوں کے ذریعے سے اس کا بدلہ وہ مجھ سے اور میرے نائبوں سے لے لے یا معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ دینے والوں کو اپنے پاس سے جزا دیتا ہے۔ یہ مختصر لیکن دردناک خط جس وقت تمام ممالک میں منبروں پر پڑھا گیا تو عالم اسلام ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہل گیا۔ اور سامعین بے اختیار رو پڑے۔ اور سب نے حضرت عثمانؓ کے لئے دعائیں کیں۔ اور ان فتنہ پردازوں پر جو اس ملت اسلام کا درد رکھنے والے اور اس کا بوجھ اٹھانے والے انسان پر حملہ کر رہے تھے اور اس کو دکھ دے رہے تھے، اظہار افسوس کیا گیا۔[1]

حضرت عثمانؓ نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ اپنے عمال کو ان الزامات کے جواب دینے کیلئے جو ان پر لگائے جاتے تھے خاص طور پر طلب کیا۔ جب سب والی جمع ہو گئے تو آپ نے ان سے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ آپ لوگوں کے خلاف الزام لگائے جاتے ہیں۔ مجھے خوف آتا ہے کہ کہیں یہ باتیں درست ہی نہ ہوں۔ اس پر ان سب نے جواب میں عرض کیا کہ آپ نے معتبر آدمیوں کو بھیجکر دریافت کرا لیا ہے کہ کوئی ظلم نہیں ہوتا۔ نہ خلاف شریعت کوئی کام ہوتا ہے۔ اور آپ کے بھیجے ہوئے معتبروں نے سب لوگوں سے حالات دریافت کئے۔ ایک شخص بھی ان کے سامنے آکر ان شکایات کی صحت کا جو بیان کی جاتی ہیں مدعی نہیں ہوا۔ پھر شک کی کیا گنجائش ہے۔ خدا کی قسم ہے کہ ان لوگوں نے سچ سے کام نہیں لیا اور تقویٰ اللہ سے کام لیا ہے، اور ان کے الزامات کی کوئی حقیقت نہیں ایسی بے بنیاد باتوں پر گرفت جائز نہیں ہو سکتی نہ ان پر

[1] طبری مطبوعہ لندن صفحہ ۲۹۴۴

اعتبار کیا جا سکتا ہے۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ پھر مجھے مشورہ دو کہ کیا کیا جائے اس پر مختلف مشورے آپ کو دیئے گئے، جن سب کا ماحصل یہی تھا کہ آپ سختی کے موقعہ پر سختی سے کام لیں، اور ان فسادیوں کو اس قدر ڈھیل نہ دیں۔ اس سے اُن میں اور دلیری پیدا ہوتی ہے۔ شریر صرف سزا سے ہی درست ہو سکتا ہے۔ نرمی اُسی سے کرنی چاہیئے جو نرمی سے فائدہ اٹھائے۔ حضرت عثمانؓ نے سب کا مشورہ سن کر فرمایا، جن فتنوں کی خبر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دے چکے ہیں وہ تو ہو کر رہیں گے، ہاں نرمی سے اور محبت سے ان کو ایک وقت تک روکا جا سکتا ہے۔ پس میں سوائے حدود اللہ کے ان لوگوں سے نرمی ہی سے معاملہ کروں گا تاکہ کسی شخص کی میرے خلاف حجت حق نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے لوگوں سے بھلائی میں کوئی کمی نہیں کی، مبارک ہو عثمان کے لئے اگر وہ فوت ہو جائے اور فتنوں کا سیلاب جو اسلام پر آنے والا ہے، وہ ابھی شروع نہ ہوا ہو۔ پس جاؤ اور لوگوں سے نرمی سے معاملہ کرو۔ اور ان کے حقوق ان کو دو اور ان کی غلطیوں سے درگزر کرو۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کے احکام کو کوئی توڑے، تو ایسے شخصوں سے نرمی اور عفو کا معاملہ نہ کرو۔

حج سے واپسی پر حضرت معاویہؓ بھی حضرت عثمانؓ کیساتھ مدینہ آئے، کچھ دن ٹھہر کر آپ واپس جانے لگے تو آپ نے حضرت عثمان سے علیحدہ مل کر درخواست کی کہ فتنہ بڑھتا معلوم ہوتا ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں اس کے متعلق کچھ عرض کروں۔ آپ نے فرمایا کہو۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اول میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ میرے ساتھ شام چلے چلیں، کیونکہ شام میں سب طرح سے امن ہے اور کسی قسم کا فساد نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ یکدم کسی قسم کا فساد اٹھے اور اس وقت کوئی انتظام نہ ہو سکے۔ حضرت عثمان نے ان کو جواب دیا کہ میں رسول کریم صلعم کی ہمسائگت کو کسی صورت میں نہیں چھوڑ سکتا، خواہ جسم کی دھجیاں نہ اڑا دی جائیں۔ حضرت معاویہ نے کہا کہ پھر دوسرا مشورہ یہ ہے کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں ایک دستہ فوج شامیوں کا آپ کی حفاظت کیلئے بھیج دوں، ان لوگوں کی موجودگی میں کوئی شخص شرارت نہیں کر سکیگا۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ نہ میں عثمان کی جان کی حفاظت کے لئے اس قدر بوجھ بیت المال پر ڈال سکتا ہوں اور نہ یہ پسند کرتا ہوں کہ مدینہ کے لوگوں کو فوج رکھ کر تنگی میں ڈالوں۔ اس پر حضرت معاویہؓ نے عرض کی کہ پھر تیسری تجویز یہ ہے کہ صحابہ کی موجودگی میں لوگوں کو جرأت ہے کہ اگر عثمانؓ نہ رہے تو ان میں سے کسی کو آگے کھڑا کر دیں گے۔ ان لوگوں کو مختلف ممالک میں پھیلا دیں۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع کیا ہے میں ان کو پراگندہ کر دوں۔ اس پر معاویہؓ رو پڑے اور عرض کی کہ اگر ان تدابیر میں سے جو آپ کی حفاظت کے لئے میں نے پیش کی ہیں آپ کوئی بھی قبول نہیں کرتے تو اتنا تو کیجئے کہ لوگوں میں اعلان کر دیجئے کہ اگر میری جان کو کوئی نقصان پہنچے تو معاویہ کو میرے قصاص کا حق ہوگا، شاید لوگ اس سے خوف کھا کر شرارت سے باز رہیں۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ معاویہ جو ہونا ہے ہو رہے گا، میں ایسا نہیں کر سکتا، کیونکہ آپ کی طبیعت سخت ہے ایسا نہ ہو آپ مسلمانوں پر سختی کریں۔ اس پر حضرت معاویہؓ روتے ہوئے آپ کے پاس سے اٹھے اور کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ آخری ملاقات ہو۔ اور باہر نکل کر صحابہ سے کہا کہ اسلام کا دارومدار آپ لوگوں پر ہے۔ حضرت عثمانؓ اب بالکل ضعیف ہو گئے ہیں اور فتنہ بڑھ رہا ہے، آپ لوگ ان کی نگہداشت رکھیں۔ یہ کہہ کر معاویہ شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

صوبہ جات کے عمال کا اپنے اپنے علاقوں سے غائب رہنا ایسا موقعہ نہ تھا، جسے عبداللہ بن سبا یوں ہی جانے دیتا۔ اس نے فوراً چاروں طرف ڈاک دوڑا دی کہ یہ موقعہ ہے اس وقت ہمیں کچھ کرنا چاہیئے۔ ایک دن مقرر کر کے یکدم اپنے اپنے علاقہ کے امراء پر حملہ کر دیا جائے۔ مگر ابھی مشورے ہی ہو رہے تھے کہ امراء واپس آ گئے۔ دوسری جگہوں کے سبائی تو مایوس ہو گئے مگر کوفہ کے سبائی (یعنی عبداللہ بن سبا کے ساتھی) جو پہلے بھی عملی فساد میں سب سے آگے قدم رکھنے کے عادی تھے انہوں نے اس موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ یزید بن قیس نامی ایک شخص نے مسجد کوفہ میں جلسہ کیا اور اعلان

ہُوا، کہ اب حضرت عثمانؓ کو خلافت سے علیحدہ کر دینا چاہیئے قعقاع بن عمر جو اس جگہ کی چھاؤنی کے افسر تھے، انہوں نے سُنا، تو آکر اسے گرفتار کرنا چاہا۔ وہ ان کے سامنے عذر کرنے لگا کہ میں تو اطاعت سے باہر نہیں ہوں۔ ہم لوگ تو اس لئے جمع ہوئے تھے کہ سعید بن العاص کے متعلق جلسہ کر کے درخواست کریں کہ اس کو یہاں سے بلوالیا جائے اور کوئی اور افسر مقرر کیا جاوے۔ انہوں نے کہا کہ اس کے لئے جلسوں کی ضرورت نہیں۔ اپنی شکایات لکھ کر حضرت عثمانؓ کی طرف بھیج دو۔ وہ کسی اور شخص کو والی مقرر کر کے بھیج دیں گے۔ اس میں مشکل کونسی ہے۔ یہ بات انہوں نے اس لئے کہی کہ زمانہ خلفاء میں لوگوں کے آرام کے خیال سے جب والیوں کے خلاف کوئی تکلیف ہوتی تھی تو اکثر ان کو بدل دیا جاتا تھا۔ قعقاع کا یہ جواب سُنکر یہ لوگ بظاہر منتشر ہو گئے۔ مگر خفیہ طور پر منصوبہ کرتے رہے۔ آخر یزید بن قیس نے جو اس وقت کوفہ میں سبائیوں کا رئیس تھا ایک آدمی کو خط دیکر حمص کی طرف روانہ کیا اور کہا کہ ان لوگوں کو جو کوفہ سے جلا وطن کئے گئے تھے اور جن کا واقعہ پہلے بیان کیا ہو چکا ہے، بلا لائے۔ وہ خط لے کر اُن لوگوں کے پاس گیا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا کہ اہل مصر ہمارے ساتھ مل گئے ہیں، اور موقعہ بہت اچھا ہے۔ یہ خط پہنچتے ہی ایک منٹ کی دیر نہ کرو۔ اور واپس آجاؤ۔

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ خلیفۂ وقت سابق بالایمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد کے خلاف جوش کرنے والے اور اس پر عیب لگانے والے وہ لوگ ہیں جو خود نماز دل کے تارک ہیں۔ کیا ہو سکتا ہے کہ اسلام کے لئے غیرت صرف ان لوگوں میں پیدا ہو۔ اگر واقعہ میں حضرت عثمانؓ یا ان کے والیوں میں کوئی نقص ہوتا، کوئی بات خلاف شریعت ہوتی، کوئی کمزوری ہوتی، تو اس کے خلاف جوش کا اظہار کرنے والے علیؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ سعد بن الوقاصؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ اسامہ بن زید۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ ابو موسیٰ اشعری۔ حذیفہ بن الیمان ابو ہریرہؓ۔ عبداللہ بن سلام۔ عبادہ ابن الصامت اور محمد بن مسلمہ رضوان اللہ علیہم ہوتے نہ کہ یزید بن قیس اور اشتر۔

یہ خط لے کر نامہ بر جزیرہ پہنچا اور جلا وطنان اہل کوفہ کے سپرد کر دیا۔ جب انہوں نے اس خط کو پڑھا، تو سوائے اشتر کے سب نے ناپسند کیا۔ کیونکہ وہ عبدالرحمٰن بن الخالد کے ہاتھ دیکھ چکے تھے، مگر اشتر جو مدینہ میں جا کر حضرت عثمانؓ سے معافی مانگ کر آیا تھا، اسکی توبہ قائم نہ رہی اور اسی وقت کوفہ کی طرف چل پڑا۔ جب اس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ اشتر واپس چلا گیا، تو وہ ڈرے کہ عبدالرحمان ہماری بات پر یقین نہ کریں گے اور سمجھیں گے کہ یہ سب کام ہمارے مشورہ سے ہؤا ہے۔ اس خوف سے وہ بھی نکل گئے۔ جب عبدالرحمٰن بن الخالد بن الولید کو معلوم ہؤا تو انہوں نے پیچھے آدمی بھیجے۔ مگر ان کے آدمی ان کو پکڑ نہ سکے۔ مالک الاشتر منزلوں پر منزلیں مارتا ہؤا کوفہ پہنچا۔ جمعہ کا دن تھا اور لوگ سب مسجد میں جمع تھے۔ جس وقت یہ کوفہ پہنچا، خالی ہاتھ شہر میں گھسنا اس نے اپنی عزت کے خلاف سمجھا۔ یہ جزیرہ سے آنے والا شخص جو اپنے ساتھیوں سے ملنے کے لئے، دو دو منزلوں کی ایک ایک منزل کرتا چلا آیا تھا۔ اپنے مدینہ سے آنے کا اعلان کرنے لگا۔ اور لوگوں کو جوش دلانے کیلئے کہنے لگا کہ میں ابھی سعید بن العاص سے جدا ہؤا ہوں۔ ان کے ساتھ ایک منزل ہم سفر رہا ہوں۔ وہ علی الاعلان کہتا ہے کہ میں کوفہ کی عورتوں کی عصمتوں کو خراب کروں گا اور کہتا ہے کہ کوفہ کی جائدادیں قریش کا مال ہیں، اور یہ شعر فخریہ پڑھتا ہے ؎

ویل لاشراف النساء منی: صحمحہ کا نبی من جنی

شریف عورتیں میرے سبب سے مصیبت میں مبتلا ہونگی۔ میں ایک مضبوط آدمی ہوں گویا جنات میں سے ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اس کی ان باتوں سے عامۃ الناس کی عقل ماری گئی، اور انہوں نے اس کی باتوں پر یقین کر لیا۔ اور آناً فاناً ایک جوش پھیل گیا۔ عقلمندوں اور داناؤں نے بہت سمجھایا کہ یہ ایک فریب ہے، اس فریب میں تم نہ آؤ۔ مگر عوام کے جوش کو کون روکے ان کی بات ہی کوئی نہ سنتا تھا۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ جو چاہتا ہو کہ سعید بن العاص والی کوفہ کی واپسی اور کسی اور والی کے تقرّر کا مطالبہ کرے، اُسے

لہ طبری مطبوعہ لنڈن صفحہ ۲۹۴۵

چاہیئے کہ فوراً یزید بن قیس کے ہمراہ ہو جائے، اس اعلان پر لوگ دوڑ پڑے اور مسجد میں سوائے داناؤں، شریف آدمیوں اور رؤسا کے اور کوئی نہ رہا۔ عمرو بن الجرید، سعید کی غیر حاضری میں ان کے قائمقام تھے، انہوں نے جو لوگ باقی رہ گئے تھے، ان میں وعظ کہنا شروع کیا کہ اے لوگو! خداتعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو کہ ہم دشمن تھے، اس نے تمہارے دلوں میں اتحاد پیدا کیا اور تم بھائی بھائی ہو گئے۔ تم ایک ہلاکت کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے، خداتعالیٰ نے تم کو اس سے بچایا تھا۔ پس اس مصیبت میں اپنے آپ کو نہ ڈالو جس سے خداتعالیٰ نے تم کو بچایا تھا۔ کیا اسلام اور ہدایت الٰہی اور سنت رسول کریمؐ کے بعد تم لوگ حق کو نہیں پہچانتے اور حق کے دروازہ کی طرف نہیں آتے؟ اس پر قعقاع بن عمرو نے ان سے کہا کہ آپ وعظ سے اس فتنہ کو روکنا چاہتے ہیں، یہ امید نہ رکھیں، ان شورشیوں کو تلوار کے سوا کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ اور وہ زمانہ بعید نہیں کہ تلوار بھی کھینچی جائے گی۔ اس وقت یہ لوگ بکری کے بچوں کی طرح چیخیں گے اور خواہش کریں گے کہ یہ زمانہ پھر لوٹ آوے، مگر پھر خداتعالیٰ قیامت تک یہ نعمت انکی طرف نہ لوٹائیگا۔ عوام الناس شہر کے باہر جا کر جمع ہوئے اور مدینہ کا رُخ کیا اور سعید بن العاص کا انتظار کرنے لگے۔ جب وہ سامنے آئے تو ان سے کہا کہ آپ واپس چلے جائیں۔ ہمیں آپ کی ضرورت نہیں۔ سعید نے کہا کہ یہ بھی کوئی دانائی ہے کہ اس قدر آدمی جمع ہو کر اس کام کے لئے باہر نکلے ہو۔ ایک آدمی کے روکنے کے لئے ہزار آدمی کی کیا ضرورت تھی، یہی کافی تھا کہ تم ایک آدمی خلیفہ کی طرف بھیج دیتے اور ایک آدمی میری طرف روانہ کر دیتے۔ یہ کہہ کر آپ نے تو اپنی سواری کو ایڑ لگائی اور مدینہ کی طرف واپس لوٹ گئے تا کہ حضرت عثمان کو خبردار کر دیں۔ اور یہ لوگ حیران رہ گئے، اتنے میں ان کا ایک غلام نظر آیا، اسکو ان لوگوں نے قتل کر دیا۔

سعید بن العاص نے مدینہ پہنچکر حضرت عثمان کو اس تمام فتنہ سے اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا، وہ لوگ میرے خلاف اٹھے ہیں، سعید نے کہا کہ وہ ظاہر تو یہ کرتے ہیں، کہ والی بدلایا جاوے، انہوں نے دریافت کیا کہ وہ کسے چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا، ابو موسیٰ اشعری کو پسند کرتے ہیں

ابو موسیٰ اشعری کا والی کوفہ مقرر ہونا

حضرت عثمانؓ نے فرمایا ہم نے ابو موسیٰ اشعری کو کوفہ کا والی مقرر کر دیا، اور خدا کی قسم ہے ان لوگوں کو عذر کا کوئی موقعہ نہ دوں گا اور کوئی دلیل ان کے ہاتھوں میں نہیں آنے دوں گا اور ان کی باتوں پر آنحضرت صلعم کے حکم کے ماتحت صبر کروں گا، یہاں تک کہ وہ وقت آجاوے جس کا یہ ارادہ کرتے ہیں، یعنی عثمانؓ کے علیحدہ کرنے کا۔ اس فتنہ نے ظاہر کر دیا کہ یہ لوگ جھوٹ اور فریب سے کسی قسم کا پرہیز نہیں رکھتے تھے۔ مالک الاشتر کا جزیرہ سے بھاگ کے چلے

مفسدوں کی سازشوں کا انکشاف

آنا اور مدینہ سے آنے کا اظہار کرنا، سعید بن العاص پر جھوٹا الزام لگانا اور شرمناک باتیں اپنے پاس سے بنا کر انکی طرف منسوب کرنا ایسے امور نہیں ہیں جو ان مفسدوں کے اصل ارادوں اور مخفی خواہشوں کو چھپا رہنے دیں۔ بلکہ ان باتوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ اسلام سے بالکل کورے تھے۔ اسلام جھوٹ کو جائز نہیں قرار دیتا اور فریب کا روادار نہیں۔ اتہام لگانا اسلام میں ایک سخت جرم ہے۔ مگر یہ اسلام کی محبت ظاہر کرنے والے اور اس کے لئے غیرت کا اظہار کرنے والے جھوٹ بولتے ہیں، اتہام لگاتے ہیں اور ان کاموں سے ان کو کوئی عار نہیں معلوم ہوتی۔ پس ایسے لوگوں کا حضرت عثمانؓ کے خلاف شور مچانا ہی اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ کسی حقیقی نقص کی وجہ سے یہ شورش نہیں تھی، بلکہ اسلام سے دوری اور بے دینی کا نتیجہ ہے۔

دوسرا استنباط اس واقعہ سے یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے پاس حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال کے برخلاف ایک بھی واجبی شکایت نہ تھی کیونکہ اگر واقعہ میں کوئی شکایت ہوتی تو ان کو جھوٹ بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ جھوٹی شکایات کا بنانا ہی اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ ان لوگوں کو حقیقی

شریک یا نہ تھیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اشتر کے آنے سے پہلے جب یزید نے جلسہ کیا ہے تو اس وقت صرف چند سپاہی لوگ ہی اس جلسہ میں شریک ہوئے تھے اور قعقاع کے روکنے پر یہ لوگ ڈر گئے اور جلسہ کرنا انہوں نے موقوف کر دیا تھا، مگر اسی مہینہ کے اندر اندر ہم دیکھتے ہیں کہ اشتر کے جھوٹ سے متاثر ہو کر کوفہ کے عامۃ الناس کا ایک کثیر گروہ ان لوگوں کے ساتھ مل کر سعید کو روکنے اور دوسرے والی کے طلب کرنے کے لئے کوفہ سے نکل پڑا۔ یہ امر اس بات کی شہادت ہے کہ پہلے لوگ ان کی باتوں میں نہ آتے تھے، کیونکہ ان کے پاس ان کو جوش دلانے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اشتر نے جب ایسا ذریعہ ایجاد کیا جو لوگوں کی غیرت کو بھڑکانے والا تھا تو عامۃ الناس کا ایک حصہ فریب میں آگیا اور ان کے ساتھ مل گیا۔

اس فتنہ کے اظہار سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ان لوگوں کی اصل مخالفت حضرت عثمانؓ سے تھی، نہ کہ ان کے عمال سے، کیونکہ ابتداءً یہ لوگ آپ کے ہی خلاف جوش بھڑکانا چاہتے تھے، مگر جب دیکھا کہ لوگ اس بات میں ان کے شریک نہیں ہو سکتے، بلکہ ان کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں، تب امراء کے خلاف جوش بھڑکانا شروع کر دیا۔ ایک جماعت کثیر کے ساتھ مدینہ کی طرف رُخ کرنا بھی ثابت کرتا ہے کہ انکی نیت حضرت عثمانؓ کے متعلق اچھی نہ تھی۔ سعید بن العاص کے آزاد کردہ غلام کو بلا وجہ قتل کر دینے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے مقاصد کے پورا کرنے کے لئے ان لوگوں کو کسی جرم کے ارتکاب سے اجتناب نہ تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ لوگ اس بات کو محسوس کرنے لگ گئے تھے کہ اگر چندے اور دیر ہوئی تو امت اسلامیہ پوری طرح ہمارے فتنہ کی اہمیت سے آگاہ ہو جاوے گی۔ اس لئے جس طرح بھی ہو اپنے مدعا کو جلد سے جلد پورا کرنے کی فکر میں تھے۔ مگر حضرت عثمانؓ نے اپنی دانائی سے ایک دفعہ پھر ان کے عزائم کو توڑ دیا، اور ابوموسیٰ اشعری کو والی مقرر کر کے فوراً ان لوگوں کو اطلاع دی۔ سعید بن العاص کے واپس چلے جانے اور ان کے ارادوں سے اہل مدینہ کو اطلاع دے دینے سے انکی امیدوں پر پہلے ہی پانی پھر چکا تھا، اور یکدم مدینہ پر قبضہ کر لینے کے منصوبے جو سوچ رہے تھے، باطل ہو چکے تھے۔ اور یہ لوگ واپس ہونے پر مجبور ہو چکے تھے۔ اب ابوموسیٰ اشعری کے والی مقرر ہونے پر ان کے عزائم بالکل ہی ٹوٹ گئے۔ کیونکہ یہ لوگ ایک مدت سے ان کی ولایت کے طالب تھے۔

ابوموسیٰ اشعری کو جب معلوم ہوا کہ ان کو کوفہ کا والی مقرر کیا گیا ہے تو انہوں نے سب لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ اے لوگو! ایسے کاموں کے لئے پھر کبھی نہ نکلنا، اور جماعت اور اطاعت کو اختیار کرو۔ اور صبر سے کام لو، اور جلد بازی سے بچو، کیونکہ اب تم میں ایک امیر موجود ہے، یعنی میں امیر مقرر ہوا ہوں۔ اس پر ان لوگوں نے درخواست کی کہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا، اور فرمایا کہ نہیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا، جب تک تم لوگ حضرت عثمانؓ کی کامل اطاعت اور ان کے احکام کے قبول کرنے کا اقرار نہ کر دگے۔ میں تمہارا امام جماعت نہیں بنوں گا۔

حاکمِ وقت کی اطاعت ضروری ہے

اس پر ان لوگوں نے اس امر کا وعدہ کیا کہ وہ آئندہ پوری طرح اطاعت کریں گے۔ اور ان کے احکام کو قبول کریں گے، تب حضرت ابوموسیٰ اشعری نے ان کو نماز پڑھائی۔ اسی طرح حضرت ابوموسیٰ نے ان کو کہا کہ سنو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو کوئی ایسے وقت میں کہ لوگ ایک امام کے ماتحت ہوں ان میں تفرقہ ڈالنے کے لئے اور ان کی جماعت کو پراگندہ کرنے کے لئے کھڑا ہو جاوے، اسے قتل کر دو، خواہ وہ کوئی ہی کیوں نہ ہو۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے امام کے ساتھ اس کے عادل ہونے کی شرط نہیں لگائی۔ یعنی تم لوگ یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضرت عثمانؓ عادل نہیں، کیونکہ اگر یہ مان لیا جائے تو بھی تمہارا یہ فعل جائز نہیں۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عادل کی شرط نہیں لگائی۔ بلکہ صرف یہ فرمایا ہے کہ لوگوں پر کوئی حاکم ہو۔

یہ خیالات ہیں ان لوگوں کے جنہوں نے اپنی عمریں

خدمت اسلام کے لئے خرچ کر دی تھیں اور جنہوں نے اسلام کو آنحضرت صلعم کے مُنہ سے سنا تھا، اور آپ کے سامنے اُن پر عمل کر کے سندِ قبولیت حاصل کی تھی۔ وہ لوگ ان مفسدوں کے پیچھے نماز پڑھنا تو الگ رہا ان کا امام بننا بھی پسند نہیں کرتے تھے، اور ان کو واجب القتل جانتے تھے۔ کیا ان لوگوں کی نسبت کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ فتنہ عثمانؓ میں شامل تھے یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال حقوق رعایا کو تلف کرتے تھے، یا ان واقعات کی موجودگی میں قبول کیا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں کی خاطر یہ مفسد فساد برپا کر رہے تھے۔ نہیں بلکہ یہ فسادی جماعت صحابہؓ پر حسد کر کے فساد پر آمادہ تھے اور اپنے دلی خیالات کو چھپاتے تھے۔ حکومتِ اسلام کی بربادی اس کا اصل مقصد تھا اور یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا تھا جب تک حضرت عثمانؓ کو درمیان سے نہ ہٹایا جاوے۔ بعض جاہل یا بے دین مسلمان بھی اُن کے اس فریب کو نہ سمجھ کر خود غرضی یا سادگی کے باعث ان کے ساتھ مل گئے تھے۔

مفسدوں کی ایک اور سازش

حضرت ابو موسیٰ اشعری کے والی مقرر ہو جانے پر ان لوگوں کے لئے فتنہ برپا کرنے کی کوئی وجہ باقی نہ رہی تھی لیکن اس فتنہ کے اصل محرک اس امر کو پسند نہ کر سکتے تھے کہ انکی تمام کوششیں اس طرح برباد ہو جاویں۔ چنانچہ خط و کتابت شروع ہوئی اور فیصلہ کیا گیا کہ سب ملکوں کی طرف سے کچھ لوگ وفد کے طور پر مدینہ منورہ کو چلیں۔ وہاں آپس میں آئندہ طریق عمل کے متعلق مشورہ بھی کیا جاوے اور حضرت عثمانؓ سے بعض سوال کیئے جائیں تاکہ وہ باتیں تمام اقطار عالم میں پھیل جاویں اور لوگوں کو یقین ہو جاوے کہ حضرت عثمانؓ پر جو الزامات لگائے جاتے تھے وہ پایۂ ثبوت کو پہنچا دیئے گئے ہیں۔ یہ مشورہ کر کے یہ لوگ گھروں سے نکلے اور مدینے کی طرف سب نے رخ کیا۔ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو حضرت عثمانؓ کو انکی آمد کا علم ہوا، آپ نے دو آدمیوں کو بھیجا کہ وہ اِن کا بھید لیں، اور ان کی آمد کی اصل غرض دریافت کر کے اطلاع دیں۔ یہ دونوں گئے اور مدینہ سے باہر اس قافلہ سے جا ملے۔ ان لوگوں نے ان دونوں مخبروں سے باتوں باتوں میں اپنے حالات بیان کر دیئے۔ انہوں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا اہل مدینہ میں سے بھی کوئی شخص ان کے ساتھ ہے۔ جس پر ان مفسدوں کے گروہ نے کہا کہ وہاں تین شخص ہیں، ان کے سوا کوئی چوتھا شخص ان کا ہمدرد نہیں۔ ان دونوں نے دریافت کیا کہ پھر تمہارا کیا ارادہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ارادہ یہ ہے کہ ہم مدینہ جا کر حضرت عثمانؓ سے بعض ایسے امور کے متعلق گفتگو کریں گے جو پہلے سے ہم نے لوگوں کے دلوں میں بٹھا چھوڑے ہیں۔ پھر ہم اپنے ملکوں میں واپس جاویں گے اور لوگوں سے کہیں گے کہ ہم نے حضرت عثمانؓ پر بہت الزامات لگائے ہیں اور انکی سچائی ثابت کر دی۔ مگر انہوں نے اِن باتوں کے چھوڑنے سے انکار کر دیا اور توبہ نہیں کی۔ پھر ہم حج کے بہانہ سے نکلیں گے اور مدینہ پہنچ کر آپ کا احاطہ کر لیں گے۔ اگر آپ نے خلافت سے علیحدگی اختیار کر لی، تب تو خیر ورنہ آپ کو قتل کر دیں گے۔

سازش کا انکشاف

یہ دونوں مخبر پوری طرح ان کا حال لے کر واپس گئے اور حضرت عثمانؓ کو سب حال سے اطلاع دی۔ آپ ان لوگوں کا حال سنکر ہنس پڑے اور خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی! اِن لوگوں کو گمراہی سے بچا لے۔ اگر تُو نہ بچاوے گا تو یہ لوگ برباد ہو جاویں گے۔ پھر ان تینوں شخصوں کی نسبت جو مدینہ والوں میں سے ان لوگوں کے ساتھ تھے، فرمایا کہ عمار کو تو یہ غصہ ہے کہ اس نے عباس بن عتبہ بن ابی لہب پر حملہ کیا تھا اور اس کو زجر کی تھی، اور محمد بن ابی بکر متکبر ہو گیا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اب اس پر کوئی قانون نہیں چلتا۔ اور محمد بن حذیفہ خواہ مخواہ اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال رہا ہے۔

حضرت عثمانؓ کا مفسدوں کو بلوانا

پھر آپ نے ان مفسدوں کو بھی بلوایا اور آنحضرت صلعم کے صحابہ کو بھی جمع کیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے، تو آپ نے ان لوگوں کا سب حال سنایا، اور وہ دونوں مخبر بھی بطور گواہ کھڑے ہوئے، اور گواہی دی۔ اس پر

سب صحابہ نے فتویٰ دیا کہ ان لوگوں کو قتل کر دیجئے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے وقت میں کہ ایک امام موجود ہو اپنی اطاعت یا کسی اور کی اطاعت کے لئے لوگوں کو بلا دے اُس پر خدا کی لعنت ہو، تم ایسے شخص کو قتل کر دو، خواہ کوئی ہو۔ اور حضرت عمرؓ کا قول یاد دلایا کہ مَیں تمہارے لئے کسی ایسے شخص کا قتل جائز نہیں سمجھتا، جس میں مَیں شریک نہ ہوؤں، یعنی سوائے حکومت کے اشارہ کے کسی شخص کا قتل جائز نہیں۔ حضرت عثمانؓ نے صحابہ کا یہ فتویٰ سُن کر فرمایا کہ نہیں ہم ان کو معاف کریں گے اور ان کے عذروں کو قبول کریں گے اور اپنی ساری کوشش سے ان کو سمجھا دیں گے اور کسی شخص کی مخالفت نہیں کریں گے، جب تک وہ کسی حدِ شرعی کو نہ توڑے یا اظہارِ کفر نہ کرے۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں نے کچھ باتیں بیان کی ہیں جو تم کو بھی معلوم ہیں، مگر ان کا خیال ہے کہ وہ ان باتوں کے متعلق مجھ سے بحث کریں تاکہ واپس جا کر کہہ سکیں کہ ہم نے ان امور کے متعلق عثمانؓ سے بحث کی اور وہ ہار گئے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے سفر میں پوری نماز ادا کی، حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نماز قصر کیا کرتے تھے۔ مگر میں نے صرف مِنیٰ میں نماز پوری پڑھی ہے، اور وہ بھی دو وجہ سے۔ ایک تو یہ کہ میری وہاں جائداد تھی اور میں نے وہاں شادی کی ہوئی تھی۔ دوسرے یہ کہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ چاروں طرف سے لوگ ان دنوں حج کے لئے آئے ہیں۔ ان میں سے ناواقف لوگ کہنے لگیں گے، کہ خلیفہ تو دو ہی رکعت پڑھتا ہے، دو ہی رکعت ہو گی کیا یہ بات درست نہیں؟ صحابہ نے جواب دیا کہ ہاں درست ہے۔ آپ نے فرمایا، دوسرا الزام یہ لگاتے ہیں کہ میں نے رکھ مقرر کرنے کی بدعت جاری کی ہے۔ حالانکہ یہ الزام غلط ہے۔ رکھ مجھ سے پہلے مقرر کی گئی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس کی ابتدا کی تھی۔ اور میں نے صرف صدقہ کے اونٹوں کی زیادتی پر اس کو وسیع کیا ہے، اور پھر رکھ میں جو زمین لگائی گئی ہے، وہ کسی کا مال نہیں ہے اور میرا اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ میرے تو صرف دو اونٹ ہیں۔ حالانکہ جب میں خلیفہ ہوا تھا اس وقت میں سب عرب سے زیادہ مالدار تھا، اب صرف دو اونٹ ہیں جو حج کے لئے رکھے ہوئے ہیں۔ کیا یہ درست نہیں؟ صحابہ کرام نے فرمایا ہاں درست ہے۔

حضرت عثمانؓ کا اتہامات سے بریت ثابت کرنا

پھر فرمایا یہ کہتے ہیں کہ نوجوانوں کو حاکم بناتا ہے۔ حالانکہ میں ایسے ہی لوگوں کو حاکم بناتا ہوں جو نیک صفات، نیک اطوار ہوتے ہیں۔ اور مجھ سے پہلے بزرگوں نے میرے مقرر کردہ والیوں سے زیادہ نوعمر لوگوں کو حاکم مقرر کیا تھا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اسامہ بن زید کے سردار لشکر مقرر کرنے پر اس سے زیادہ اعتراض کئے گئے تھے، جو اب مجھ پر کئے جاتے ہیں۔ کیا یہ درست نہیں؟ صحابہ نے جواب دیا کہ ہاں درست ہے۔ یہ لوگ لوگوں کے سامنے تو عیب بیان کرتے ہیں مگر اصل واقعات نہیں بیان کرتے، غرض اسی طرح حضرت عثمانؓ نے تمام اعتراضات ایک ایک کر کے بیان کئے۔ اور ان کے جواب بیان کئے۔ صحابہؓ برابر زور دیتے کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ مگر حضرت عثمانؓ نے ان کی یہ بات نہ مانی اور ان کو چھوڑ دیا۔ طبری کہتا ہے ابي المسلمون الا قتلهم وابي الا تركهم۔ یعنی باقی سب مسلمان تو ان لوگوں کے قتل کے سوا کسی بات پر راضی نہ ہوتے تھے، مگر حضرت عثمانؓ سزا دینے پر کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے۔

حضرت عثمانؓ کا مفسدوں پر رحم کرنا

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مفسد لوگ کس کس قسم کے فریب اور دھوکے سے کام کرتے تھے اور اس زمانہ میں جب کہ پریس اور سامان سفر کا وہ انتظام نہ تھا جو آجکل ہے، کیسا آسان تھا کہ یہ لوگ ناواقف لوگوں کو گمراہ کر دیں۔ مگر اصل میں ان لوگوں کے پاس کوئی معقول وجہ فساد کی نہ تھی۔ نہ حق ان کے ساتھ تھا، نہ یہ حق کے ساتھ تھے۔ ان کی تمام کارروائیوں کا دارومدار جھوٹ اور باطل پر تھا، اور صرف حضرت عثمانؓ کا رحم ان کو بچائے ہوئے تھا۔ ورنہ مسلمان انکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ وہ کبھی برداشت نہ کر سکتے تھے کہ وہ امن و امان جو انہوں نے اپنی جانیں

قربان کر کے حاصل کیا تھا، چند شریروں کی شرارتوں سے اس طرح جاتا رہے۔ اور وہ دیکھتے تھے کہ ایسے لوگوں کو اگر جلد سزا نہ دی گئی تو اسلامی حکومت تہ وبالا ہو جائے گی، مگر حضرت عثمانؓ رحم مجسم تھے، وہ چاہتے تھے کہ جس طرح ہو ان لوگوں کو ہدایت مل جاوے اور یہ کفر پر نہ مریں۔ پس آپ ڈھیل دیتے تھے اور ان کے صریح بغاوت کے اعمال کو محض ارادہ بغاوت سے تعبیر کر کے سزا کو پیچھے ڈالتے چلے جاتے تھے۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ ان لوگوں سے بالکل متنفر تھے کیونکہ اول تو وہ خود بیان کرتے ہیں کہ صرف تین اہل مدینہ ہمارے ساتھ ہیں، اس سے زیادہ نہیں۔ اگر اور صحابہ بھی ان کے ساتھ ہوتے تو وہ ان کا نام لیتے۔ دوسرے صحابہؓ نے اپنے عمل سے یہ بھی ثابت کر دیا کہ وہ ان لوگوں کے افعال سے متنفر تھے، اور ان کے اعمال کو ایسا خلاف شریعت سمجھتے تھے کہ سزا قتل سے کم ان کے نزدیک جائز ہی نہ تھی۔ اگر صحابہ ان کے ساتھ ہوتے یا اہل مدینہ ان کے ہمخیال ہوتے تو کسی مزید حیلہ و بہانہ کی ان لوگوں کو کچھ ضرورت ہی نہ تھی، اسی وقت حضرت عثمان کو قتل کر دیتے اور انکی جگہ کسی اور شخص کو خلافت کے لئے منتخب کر لیتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں کامیاب ہوتے، خود انکی جانیں صحابہ کی شمشیرہائے برہنہ سے خطرہ میں پڑ گئی تھیں، اور صرف اسی رحیم وکریم وجود کی عنایت و مہربانی سے یہ لوگ بچ کر واپس جا سکے، جس کے قتل کا ارادہ ظاہر کرتے تھے اور جس کے خلاف اس قدر فساد برپا کرتے تھے۔ ان مفسدوں کی کینہ وری اور تقوی سے بُعد پر تعجب آتا ہے کہ اس واقعہ سے انہوں نے کچھ بھی فائدہ نہ اٹھایا ان کے ایک ایک اعتراض کا خوب جواب دیا گیا۔ اور سب الزام غلط اور بے بنیاد ثابت کر دیے گئے۔ حضرت عثمان کا رحم اور کرم انہوں نے دیکھا اور ہر ایک شخص کی جان اس پر گواہی دے رہی تھی کہ اس شخص کا مثیل اس وقت دنیا کے پردہ پر نہیں مل سکتا۔ مگر بجائے اس کے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے، اپنی جفاؤں پر پشیمان ہوتے، اپنی غلطیوں پر نادم ہوتے، اپنی شرارتوں سے رجوع کرتے، یہ لوگ غیظ و غضب کی آگ میں اور بھی زیادہ جلنے لگے اور اپنے لاجواب ہونے کو اپنی ذلت اور حضرت عثمانؓ کے عفو کو اپنی حسن تدبیر کا نتیجہ سمجھتے ہوئے آئندہ کے لئے اپنی بقیہ تجویز کے پورا کرنے کی تدبیر سوچتے ہوئے واپس لوٹ گئے

مفسدوں کی اور گہری سازش

واپس جاکر ان لوگوں نے پھر خط وکتابت شروع کی اور آخر فیصلہ کیا کہ شوال کو اپنی پہلی تجویز کے مطابق حج کے ارادہ سے قافلہ بن کر نکلیں اور مدینہ میں جا کر یکدم تمام انتظام کو درہم برہم کر دیں۔ اور اپنی مرضی کے مطابق نظام حکومت کو بدل دیں۔ اس تجویز کے مطابق شوال یعنی چاند کی دسویں مہینے حضرت عثمانؓ کی خلافت کے بارھویں سال چھتیسویں سال ہجری میں لوگ تین قافلے بن کر اپنے گھروں سے نکلے، ایک قافلہ بصرہ سے ایک کوفہ سے اور ایک مصر سے۔ پچھلی دفعہ کی ناکامی کا خیال کر کے اور اس بات کو مدنظر رکھ کر کہ یہ کوشش آخری کوشش ہے، عبداللہ بن سبا خود بھی مصر کے قافلہ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس رئیس المفسدین کا خود باہر نکلنا اس امر کی علامت تھا کہ یہ لوگ اب کے ہر ایک ممکن تدبیر سے اپنے مدعا کے حصول کی کوشش کریں گے۔ چونکہ ہر ایک گروہ نے اپنے علاقہ میں حج پر جانے کے ارادہ کا اظہار کیا تھا، کچھ اور لوگ بھی ان کے ساتھ بارادہ حج شامل ہو گئے، اور اس طرح اصل ارادے ان لوگوں کے عامۃ المسلمین سے مخفی رہے، مگر چونکہ حکام کو انکی اندرونی سازش کا علم تھا، عبداللہ بن ابی سرح والی مصر نے ایک خاص آدمی بھیجکر حضرت عثمان کو اس قافلہ اور اس کے مخفی ارادہ کی قبل از وقت اطلاع دے دی، جس سے اہل مدینہ پہلے سے ہی ہشیار ہو گئے۔ اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جبکہ اہل مدینہ اور خصوصاً صحابہ، ان لوگوں کے تین دفعہ آنے پر ان کو قتل کرنا چاہتے تھے، اور انکو یہ معلوم تھا کہ انکا حج کے بہانہ سے آکر فساد کرنے کا ارادہ حضرت عثمانؓ پر ظاہر ہے، تو پھر کیوں انہوں نے کوئی اور تدبیر اختیار نہ کی اور اسی پہلی تدبیر کے مطابق جس کا علم حضرت عثمان کو ہو چکا تھا، سفر کیا۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ درحقیقت اہل مدینہ

ان لوگوں کے ساتھ تھے، اسی وجہ سے یہ لوگ ڈرے نہ تھے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ بے شک ان کی یہ دلیری ظاہر کرتی ہے کہ ان لوگوں کو اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا۔ مگر اسکی وجہ یہ وجہ نہیں کہ صحابہ یا اہل مدینہ ان کے ساتھ تھے یا ان سے ہمدردی کا اظہار کرتے تھے۔ بلکہ جیسا کہ خود ان کے بیان سے ثابت ہے صرف تین شخص مدینہ کے ان کے ساتھ تھے۔ اور جیسا کہ واقعات سے ثابت ہے صحابہ اور دیگر اہل مدینہ ان لوگوں سے سخت بیزار تھے۔ پس انکی دلیری کا باعث تو نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگ ان سے کسی قسم کی ہمدردی کا اظہار کرتے تھے۔ انکی دلیری کا اصل باعث اوّل تو حضرت عثمانؓ کا رحم تھا۔ یہ لوگ سمجھتے تھے کہ اگر ہم کامیاب ہو گئے تو فہو المراد، اور اگر ناکامیاب رہے تو حضرت عثمانؓ سے درخواستِ رحم کر کے سزا سے بچ جائیں گے۔ دوسرے گو صحابہ اور اہل مدینہ کا طریق عمل یہ پچھلی دفعہ دیکھ چکے تھے، اور ان کو معلوم تھا کہ حضرت عثمانؓ کو ہماری آمد کا علم ہے۔ مگر یہ لوگ خیال کرتے تھے کہ حضرت عثمان اپنے حلم کے باعث ان کے خلاف لڑنے کیلئے کوئی لشکر نہیں جمع کریں گے، اور صحابہ ہمارا مقابلہ نہیں کرینگے کیونکہ یہ لوگ اپنے نفس پر قیاس کر کے سمجھتے تھے کہ صحابہ ظاہر میں حضرت عثمانؓ سے اخلاص کا اظہار کرتے ہیں، ورنہ اصل میں انکی ہلاکت کو پسند کرتے ہیں، اور اس خیال کی یہ وجہ تھی کہ یہ لوگ یہی ظاہر کیا کرتے تھے کہ صحابہ کے حقوق کی حفاظت کے لئے ہی ہم سب کچھ کر رہے ہیں۔ پس انکو خیال تھا کہ صحابہ ہمارے اس فریب سے متاثر ہیں اور دل میں ہمیں سے ہمدردی رکھتے ہیں۔

مفسدوں کا مدینہ میں پہنچنا

جونہی اس لشکر کے مدینہ کے قریب پہنچنے کی اطلاع ملی، صحابہ اور اہل مدینہ جو اردگرد میں جائدادوں پر انتظام کے لئے گئے ہوئے تھے، مدینہ میں جمع ہو گئے اور لشکر کے دو حصے کئے گئے۔ ایک حصہ تو مدینہ کے باہر ان لوگوں کا مقابلہ کرنے کیلئے گیا، اور دوسرا حصہ حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لئے شہر میں رہا جب تینوں قافلے مدینہ کے پاس پہنچے تو اہل بصرہ نے ذوخشب مقام پر ڈیرہ لگایا، اور اہل مصر نے ذوالمرہ پر۔ اور مشورہ کیا گیا کہ اب ان کو کیا کرنا چاہیئے۔ گو اس لشکر کی تعداد کا اندازہ اٹھارہ سو آدمی سے لے کر تین ہزار تک کیا جاتا ہے (دوسرے بیحاج جو ان کو قافلہ حج خیال کر کے ان کے ساتھ ہو گئے تھے، وہ علیحدہ تھے) مگر پھر بھی یہ لوگ سمجھتے تھے کہ دلاورانِ اسلام کا مقابلہ، اگر وہ مقابلہ پر آمادہ ہوئے، ان کے لئے آسان نہ ہوگا۔ اس لئے مدینہ میں داخل ہوتے ہی پہلے اہل مدینہ کی رائے معلوم کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ دو شخص زیاد بن النضر اور عبداللہ بن الاصم نے اہل کوفہ اور اہل بصرہ کو مشورہ دیا کہ جلدی اچھی نہیں، وہ اگر جلدی کریں گے تو اہل مصر کو بھی جلدی کرنی پڑے گی اور کام خراب ہو جائیگا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اہل مدینہ نے ہمارے مقابلہ کے لئے لشکر تیار کیا ہے، اور جب ہمارے پورے حالات معلوم نہ ہونے کے باوجود انہوں نے اس قدر تیاری کی ہے، تو ہمارا پورا حال معلوم ہونے پر تو وہ اور بھی زیادہ ہوشیاری سے کام لیں گے۔ اور ہماری کامیابی خواب و خیال ہو جائے گی۔ پس بہتر ہے کہ ہم پہلے جا کر وہاں کا حال معلوم کریں۔ اور اہل مدینہ سے بات چیت کریں۔ اگر ان لوگوں نے ہم سے جنگ جائز نہ سمجھی اور جو خبریں ان کی نسبت ہمیں معلوم ہوئی ہیں وہ غلط ثابت ہوئی تو پھر ہم واپس آکر سب حالات سے تم کو اطلاع دیں گے اور مناسب کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔ سب نے اس مشورہ کو پسند کیا اور یہ دونوں شخص مدینہ گئے اور پہلے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے ملے اور ان سے مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت مانگی اور کہا کہ ہم لوگ صرف اس لئے آئے ہیں کہ حضرت عثمانؓ سے بعض والیوں کے بدل دینے کی درخواست کریں اور اس کے سوا ہمارا کوئی کام نہیں سب ازواج مطہرات نے ان کی بات کے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا اس بات کا نتیجہ اچھا نہیں پھر باری باری حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ کے پاس گئے اور اسی طرح یہی وجہ اپنے آنے کی بیان کی اور اپنی نیک نیتی کا اظہار کر کے مدینہ آنے کی اجازت چاہی مگر ان تینوں اصحاب نے بھی ان کے قریب میں آنے سے انکار کیا اور صاف جواب دیا کہ اُن کی کسی کارروائی میں خیر نہیں

یہ دونوں آدمی مدینہ کے حالات معلوم کر کے اور اپنے مقصد میں ناکام ہو کر جب واپس گئے اور سب حال سے اپنے

ہمراہیوں کو آگاہ کیا، تو کوفہ، بصرہ اور مصر تینوں علاقوں کے چند سربرآوردہ آخری کوشش کرنے کے لئے مدینہ آئے۔ اہل مصر عبداللہ بن سبا کی تعلیم کے ماتحت حضرت علیؓ کو وصی رسول اللہ خیال کرتے تھے، اور ان کے سوا کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار نہ تھے، مگر اہل کوفہ اور اہل بصرہ گو فساد میں تو ان کے شریک تھے مگر مذہبًا ان کے ہمخیال نہ تھے، اور اہل کوفہ زبیرؓ ابن عوام اور اہل بصرہ طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کو اپنے اغراض کے لئے مفید سمجھتے تھے۔ اس اختلاف کے باعث ہر ایک قافلہ کے قائم مقاموں نے الگ الگ اُن اشخاص کا رُخ کیا جن کو وہ حضرت عثمانؓ کے بعد مسند خلافت پر بٹھانا چاہتے تھے۔

اہل مصر کا حضرت علیؓ کے پاس جانا

اہل مصر حضرت علیؓ کے پاس گئے۔ وہ اُس وقت مدینہ سے باہر ایک حصہ لشکر کی کمان کر رہے تھے اور دشمن کا سر کچلنے پر آمادہ کھڑے تھے۔ ان لوگوں نے آپ کے پاس پہنچکر عرض کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بد انتظامی کے باعث اب خلافت کے قابل نہیں۔ ہم ان کے علیحدہ کرنے کے لئے آئے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آپ ان کے بعد اس عہدہ کو قبول کریں گے۔ انہوں نے انکی بات سُن کر اُس غیرت دینی سے کام لے کر جو آپ کے رتبہ کے آدمی کا حق تھا ان لوگوں کو دھتکار دیا اور بہت سختی سے پیش آئے۔ اور فرمایا کہ سب نیک لوگ جانتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کے طور پر ذی المروہ اور ذوخشب (جہاں ان لوگوں کا ڈیرہ تھا) پر ڈیرہ لگانے والے لشکروں کا ذکر فرما کر ان پر لعنت فرمائی تھی۔ پس خدا تمہارا بُرا کرے، تم واپس چلے جاؤ۔ اس پر ان لوگوں نے کہا کہ بہت اچھا ہم واپس چلے جاویں گے اور یہ کہکر واپس چلے گئے۔

اہل کوفہ کا حضرت زبیرؓ کے پاس جانا

اہل کوفہ حضرت زبیر کے پاس گئے اور ان سے عرض کیا کہ آپ عہدہ خلافت کے خالی ہونے پر اس عہدہ کو قبول کریں۔ انہوں نے بھی ان سے حضرت علی کا سا سلوک کیا اور بہت سختی سے پیش آئے۔ اور اپنے پاس سے دھتکار دیا اور کہا کہ سب مومن جانتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ذی المروہ اور ذی الخشب اور اعوص پر ڈیرہ لگانے والے لشکر لعنتی ہونگے۔

اہل بصرہ کا حضرت طلحہؓ کے پاس جانا

اسی طرح اہل بصرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے بھی انکو رد کر دیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی اور آپ کے ان پر لعنت کرنے سے ان کو آگاہ کر دیا۔[1]

محمد بن ابی بکر کا والی مصر مقرر ہونا

جب یہ حال ان لوگوں نے دیکھا اور اس طرف سے بالکل مایوس ہو گئے تو آخر یہ تدبیر کی کہ اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کیا اور صرف یہ درخواست کی کہ بعض والی بدل دیئے جائیں۔ جب حضرت عثمانؓ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے کمال شفقت اور مہربانی سے انکی اس درخواست کو قبول کر لیا۔ اور ان لوگوں . . . . کی درخواست کے مطابق مصر کے والی عبداللہ بن ابی سرح کو بدل دیا۔ اور ان کی جگہ محمد بن ابی بکر کو والی مصر مقرر کر دیا۔ اس پر یہ لوگ بظاہر خوش ہو کر واپس چلے گئے، اور اہل مدینہ خوش ہو گئے کہ خدا تعالےٰ نے اسلام کو ایک فساد عظیم سے بچا لیا۔ مگر جو کچھ انہوں نے سمجھا وہ درست نہ تھا کیونکہ ان لوگوں کے ارادے اور ہی تھے اور ان کا کوئی کام شرارت اور فساد سے خالی نہ تھا۔

اختلاف روایات کی حقیقت

یاد رکھنا چاہیئے کہ یہی وقت ہے جب سے روایات میں نہایت اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔ اور جو واقعات میں نے بیان کئے ہیں۔ ان کو مختلف راویوں نے مختلف پیرایوں میں بیان کیا ہے۔ حتیٰ کہ حق بالکل چھپ گیا ہے اور بہت سے لوگوں کو دھوکہ لگ گیا ہے اور وہ اس تمام کارروائی میں صحابہ کو شریک سمجھنے لگے ہیں۔ یا کم سے کم ان کو مفسدوں سے دلی ہمدردی رکھنے والا خیال کرتے ہیں۔ مگر یہ بات درست نہیں اس زمانہ کی تاریخ کے متعلق بہت احتیاط کی ضرورت ہے

---

[1] طبری، مطبوعہ لنڈن، صفحہ ۲۹۵۷

کیونکہ اس زمانہ کے بعد کوئی زمانہ ایسا نہیں آیا جو ایک یا دوسرے فریق سے ہمدردی رکھنے والوں سے خالی ہو۔ اور یہ بات تاریخ کے لئے نہایت مضر ہوتی ہے۔ کیونکہ جب سخت عداوت یا ناواجب محبت کا دخل ہو، روایت کبھی بعینہٖ نہیں پہنچ سکتی۔ اگر راوی جھوٹ سے کام نہ بھی لیں، تب بھی ان کے خیالات کا رنگ ضرور چڑھ جاتا ہے۔ اور پھر تاریخ کے راویوں کے حالات ایسے ثابت شدہ نہیں ہیں، جیسے کہ احادیث کے رواۃ کے۔ اور گو مورخین نے بہت احتیاط سے کام لیا ہے پھر بھی حدیث کی طرح اپنی روایت کو روز روشن کی طرح ثابت نہیں کر سکتے پس بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

تاریخ کی تصحیح کا زرّیں اصل

لیکن صحیح حالات معلوم کرنا ناممکن بھی نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ایسے راستے کھلے رکھے ہیں جن سے صحیح واقعات کو خوب عمدگی سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اور ایسے راوی بھی موجود ہیں جو بالکل بے تعلق ہونے کی وجہ سے واقعات کو کماحقہٗ بیان کرتے ہیں اور تاریخ کی تصحیح کا یہ زریں اصل ہے کہ واقعات عالم ایک زنجیر کی طرح ہیں۔ کسی منفرد واقعہ کی صحت معلوم کرنے کے لئے اُسے زنجیر میں پرو کر دیکھنا چاہیئے کہ وہ کڑی ٹھیک اپنی جگہ پر پڑ بھی جاتی ہے کہ نہیں۔ غلط اور صحیح واقعات میں تمیز کرنے کے لئے یہ ایک نہایت ہی کارآمد مددگار ہے۔

غرض اس زمانہ کے صحیح واقعات معلوم کرنے کے لئے احتیاط کی ضرورت ہے اور جرح و تعدیل کی حاجت ہے سلسلہ واقعات کو مدنظر رکھنے کے بغیر کسی زمانہ کی تاریخ بھی صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکتی۔ اور یورپین مصنفین نے اسی اختلاف سے فائدہ اٹھا کر اس زمانہ کی تاریخ کو ایسا بگاڑا ہے کہ ایک مسلمان کا دل اگر وہ غیرت رکھتا ہو ان واقعات کو پڑھ کر جلتا ہے اور بہت سے کمزور ایمان کے آدمی تو اسلام سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ خود بعض مسلمان مورخین نے بھی بے احتیاطی سے اس مقام پر ٹھوکر کھائی ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا باعث بن گئے ہیں۔

حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ کی بریت

میں اس مختصر وقت میں پوری طرح ان غلطیوں پر تو بحث نہیں کر سکتا، جن میں یہ لوگ پڑے ہوئے ہیں لیکن میں اختصار کے ساتھ وہ صحیح حالات آپ لوگوں کے سامنے بیان کر دوں گا جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ ہر ایک فتنہ سے یا عیب سے پاک تھے بلکہ ان کا رویہ نہایت اعلیٰ اخلاق کا مظہر تھا اور ان کا قدم نیکی کے اعلیٰ مقام پر قائم تھا۔

باغیوں کا دوبارہ مدینہ میں داخل ہونا

میں بتا چکا ہوں کہ مفسد لوگ بظاہر رضامندی کا اظہار کر کے اپنے گھروں کی طرف واپس چلے گئے۔ کوفہ کے لوگ کوفہ کی طرف۔ بصرہ کے لوگ بصرہ کی طرف۔ اور مصر کے لوگ مصر کی طرف۔ اور اہل مدینہ امن امان کی صورت دیکھ کر ان کے لوٹنے پر مطمئن ہو کر اپنے گھروں کو چلے گئے یا اپنے گھروں یا مساجد میں بیٹھے تھے۔ اور ان کو کسی قسم کا خیال بھی نہ تھا کہ کوئی دشمن مدینہ پر چڑھائی کرنے والا ہے۔ اچانک ان باغیوں کا لشکر مدینہ میں داخل ہوا۔ اور مسجد اور حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور تمام مدینہ کی گلیوں میں منادی کرا دی گئی کہ جس کسی کو اپنی جان کی ضرورت ہو اپنے گھر میں آرام سے بیٹھا رہے اور ہم سے برسرپیکار نہ ہو ورنہ خیر نہ ہوگی۔ ان لوگوں کی آمد ایسی اچانک تھی کہ اہل مدینہ مقابلہ کے لئے کوشش نہ کر سکے حضرت امام حسنؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک شور ہوا اور مدینہ کی گلیوں میں تکبیر کی آواز بلند ہونے لگی (یہ مسلمانوں کا نعرہ جنگ تھا) ہم سب حیران ہوئے اور دیکھنا شروع کیا کہ اس کا باعث کیا ہے میں اپنے گھٹنوں کے بل کھڑا ہو گیا اور دیکھنے لگا۔ اتنے میں اچانک یہ لوگ مسجد میں گھس آئے اور مسجد پر بھی اور آس پاس کی گلیوں پر بھی قبضہ کر لیا

ان کے اچانک حملہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحابہ اور اہل مدینہ کی طاقت منتشر ہو گئی۔ اور وہ ان سے نہ لڑ سکے اور ان کا مقابلہ نہ کر سکے۔ کیونکہ شہر کے تمام ناکوں پر اور مسجد پر انہوں نے قبضہ کر لیا اب دو ہی راستے کھلے تھے ایک تو یہ کہ باہر سے

دو آوے اور دوسرا یہ کہ اہل مدینہ کسی جگہ پر جمع ہوں اور پھر کسی انتظام کے ماتحت ان سے مقابلہ کریں۔

امر اول کے متعلق ان کو اطمینان تھا کہ حضرت عثمان رض ایسا نہیں کریں گے کیونکہ ان کا رحم اور ان کی حسن ظنی بہت بڑھی ہوئی تھی اور وہ ان لوگوں کی شرارت کی اہمیت کو نہیں سمجھتے تھے اور ان لوگوں کی شرارت کی اہمیت تاویل کر لیتے تھے اور امر دوم کے متعلق انہوں نے یہ انتظام کر لیا کہ مدینہ کی گلیوں میں اور اس کے دروازوں پر پہرہ لگا دیا اور حکم دے دیا کہ کسی جگہ اجتماع نہ ہونے پائے۔ جہاں کچھ لوگ جمع ہوتے یہ ان کو منتشر کر دیتے۔ ہاں یوں آپس میں ملنے جلنے سے یا اکیلے دکیلے کو مسجد میں ملاقات سے نہ روکتے تھے

اہل مدینہ کا باغیوں کو سمجھانا

جب اہل مدینہ کی حیرت ذرا کم ہوئی تو ان میں سے بعض نے مسجد کے پاس آکر جہاں ان کا مرکز تھا ان کو سمجھانا شروع کیا۔ اور ان کی اس حرکت پر اظہار ناراضگی کی مگر ان لوگوں نے بجائے ان کی نصیحت کے فائدہ اٹھانے کے ان کو ڈرایا اور دھمکایا اور صاف کہہ دیا کہ اگر وہ خاموش نہ رہیں گے تو ان کے لئے اچھا نہیں ہوگا۔ اور یہ لوگ ان سے بری طرح سے پیش آئیں گے۔

باغیوں کا مدینہ پر تسلط قائم کرنا

اب گویا مدینہ دارالاسلام نہیں رہا تھا۔ خلیفہ وقت کی حکومت کو موقوف کر دیا گیا تھا اور چند مفسد اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتے تھے کرتے تھے اصحاب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کیا اور دیگر اہل مدینہ کیا۔ سب کو اپنی عزتوں کا بچانا مشکل ہو گیا تھا۔ اور بعض لوگوں نے تو اس فتنہ کو دیکھ کر اپنے گھروں سے نکلنا بند کر دیا تھا۔ رات دن گھروں میں بیٹھے رہتے تھے۔ اور اس پر انگشت بدنداں تھے۔

اکابر صحابہ کا باغیوں سے واپسی کی وجہ دریافت کرنا

چونکہ یہ لوگ پہلی دفعہ اپنی تسلی کا اظہار کر کے گئے تھے، اور آئندہ کے لئے ان کو کوئی اور شکایت باقی نہ تھی، صحابہ حیرت میں تھے کہ آخر ان کے لوٹنے کا باعث کیا ہے۔ دوسرے لوگوں کو تو ان کے سامنے بولنے کی جرأت نہ تھی۔ چند اکابر صحابہ جن کے نام کی یہ لوگ پناہ لیتے تھے اور جن سے محبت کا دعوےٰ کرتے تھے، انہوں نے ان سے دریافت کیا کہ آخر تمہارے اس لوٹنے کی کیا وجہ ہے۔ چنانچہ حضرت علی رض، حضرت طلحہ رض، حضرت زبیر رض نے ان لوگوں سے ان کے واپس آنے کی وجہ دریافت کی۔ سب نے بالاتفاق یہی جواب دیا کہ ہم تسلی اور تشفی سے اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ صدقہ کے ایک اونٹ پر سوار ہے اور کبھی ہمارے سامنے آتا ہے اور کبھی پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ ہمارے بعض آدمیوں نے جب اسے دیکھا تو انہیں شک ہوا، اور انہوں نے اسکو جا پکڑا۔ جب اس سے دریافت کیا گیا کہ تیرے پاس کوئی خط ہے تو اس نے انکار کیا اور جب اس سے دریافت کیا گیا کہ تو کس کام کو جاتا ہے تو اس نے کہا مجھے علم نہیں۔ اس پر ان لوگوں کو اور زیادہ شک ہوا۔ آخر اس کی تلاشی لی گئی اور اس کے پاس سے ایک خط نکلا، جو حضرت عثمان رض کا لکھا ہوا تھا، اور اس میں والیٔ مصر کو ہدایت کی گئی تھی کہ جس وقت مصر مفسد واپس لوٹیں۔ ان میں سے فلاں فلاں کو قتل کر دینا، اور فلاں فلاں کو کوڑے اور ان کے سر اور داڑھیاں منڈوا دینا، اور جو خط ان کی معرفت تمہارے معزول کئے جانے کے متعلق لکھا ہے، اسکو باطل سمجھنا۔ یہ خط جب ہم نے دیکھا تو ہمیں سخت حیرت ہوئی اور ہم لوگ فوراً واپس لوٹے۔ حضرت علی رض نے یہ بات سنکر فوراً ان سے کہا کہ یہ بات تو مدینہ میں بنائی گئی ہے، کیونکہ اے اہل کوفہ اور اے اہل بصرہ، تم لوگوں کو کیونکر معلوم ہوا کہ اہل مصر نے کوئی ایسا خط پکڑا ہے۔ حالانکہ تم ایک دوسرے سے کئی منزل کے فاصلہ پر تھے، اور پھر یہ کیونکر ہوا کہ تم لوگ اس قدر جلد واپس بھی آگئے اس اعتراض کا جواب نہ وہ لوگ دے سکتے تھے اور نہ اس کا کوئی جواب تھا۔ پس انہوں نے یہی جواب دیا کہ جو مرضی آئے کہو اور جو چاہو ہماری نسبت خیال کرو، ہم اس آدمی کی خلافت کو پسند نہیں کرتے اپنے عہدے سے دست بردار ہو جائے۔ محمد بن مسلمہ رض جو

لے طبری مطبوعہ لنڈن صفحہ ۲۹۶۲ ۔

اکابر صحابہ میں سے تھے اور جماعت انصار میں سے تھے۔ کعب بن اشرف جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اسلام کا سخت دشمن تھا، اور یہود میں ایک بادشاہ کی حیثیت رکھتا تھا جب اسکی شرارتیں حد سے بڑھ گئیں اور مسلمانوں کی تکلیف کی کوئی حد نہ رہی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے ماتحت انہوں نے اس کو قتل کر کے اسلام کی ایک بہت بڑی خدمت کی تھی۔ انہوں نے بھی جب یہ واقعہ سنا تو یہی جرح کی اور صاف کہہ دیا کہ یہ صرف ایک فریب ہے جو تم نے کیا ہے۔

حضرت عثمانؓ کا باغیوں کیلئے الزام سے بریت ثابت کرنا

گو صحابہؓ نے ان کی اس بات کو عقلاً رد کر دیا، مگر ان لوگوں کی دلیری اب حد سے بڑھ گئی تھی۔ باوجود اس ذلت کے جو انکو پہنچی تھی، انہوں نے خود حضرت عثمان کے سامنے اس معاملہ کو پیش کیا اور آپ سے اس کا جواب مانگا۔ اس وقت بہت سے اکابر صحابہ بھی آپ کی مجلس میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے ان کو جواب دیا کہ شریعت اسلامیہ کے مطابق کسی امر کے فیصلہ کے دو ہی طریق ہیں۔ یا تو یہ کہ مدعی اپنے دعویٰ کی تائید میں دو گواہ پیش کرے۔ یا یہ کہ مدعا علیہ کو قسم دی جائے۔ پس تم پر فرض ہے کہ تم دو گواہ اپنے دعویٰ کی تائید میں پیش کرو، ورنہ میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، کہ نہ میں نے یہ خط لکھا ہے، نہ میرے مشورہ سے یہ خط لکھا گیا اور نہ ہی لکھوایا ہے، نہ مجھے علم ہے کہ یہ خط کس نے لکھا ہے۔ پھر فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ کبھی خط جھوٹے بھی بنالئے جاتے ہیں اور انگوٹھیوں جیسی اور انگوٹھیاں بنائی جاسکتی ہیں۔ جب صحابہ نے آپ کا یہ جواب سنا تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کی تصدیق کی اور آپ کو اس الزام سے بری قرار دیا۔ مگر ان لوگوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور ہوتا بھی کیوں کر۔ انہوں نے تو خود وہ خط بنایا تھا۔ سوتے ہوئے آدمی کو تو آدمی جگا سکتا ہے، جو جاگتا ہو، اور ظاہر کرے کہ سو رہا ہے اسے کون جگائے۔ ان لوگوں کے سردار تو خوب سمجھتے تھے کہ یہ ہمارا اپنا فریب ہے۔ وہ ان جوابات کی صحت یا معقولیت پر کب غور کر سکتے تھے۔ اور ان کے اتباع ان کے غلام بن چکے تھے، جو کچھ وہ کہتے تھے، وہ سنتے تھے اور جو کچھ وہ بتاتے تھے اسے تسلیم کرتے تھے۔

باغیوں کے منصوبہ کی اصلیت

ان لوگوں پر نہ تو اثر ہو سکتا تھا، نہ ہوا، مگر آنکھوں والے کے لئے حضرت عثمانؓ کے جواب میں ایک عجیب سبق ہے۔ حضرت عثمانؓ کا جواب شرم و حیا کی صفات حسنہ سے ایسا متصف ہے کہ اس سے ان مفسدوں کی بے حیائی اور وقاحت اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ جبکہ وہ مفسد ایک جھوٹا خط بناکر حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ پر فریب اور دھوکے کا الزام لگاتے ہیں اور جب کہ حضرت علیؓ اور محمد بن مسلمہؓ واقعات سے نتیجہ نکال کر ان لوگوں پر صاف صاف دھوکے کا الزام لگاتے ہیں۔ خود حضرت عثمانؓ جن پر الزام لگایا گیا ہے اور جن کے خلاف یہ منصوبہ کھڑا کیا گیا ہے، اپنے آپ سے تو الزام کو دفع کرتے ہیں، مگر یہ نہیں فرماتے کہ تم نے یہ خط بنایا ہے، بلکہ ان کی غلطی پر بھی پردہ ڈالتے ہیں اور صرف اسیقدر فرماتے ہیں کہ تم جانتے ہو کہ خط سے خط مل جاتا ہے اور انگوٹھی کی نقل بنائی جاسکتی ہے، اور اونٹ بھی چرایا جاسکتا ہے۔

بعض لوگ جو حضرت عثمانؓ کو بھی اس الزام سے بری سمجھتے ہیں اور ان لوگوں کی نسبت بھی حسن ظنی سے کام لینا چاہتے ہیں یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ خط مروان نے لکھ کر بطور خود بھیج دیا ہوگا۔ مگر میرے نزدیک یہ خیال بالکل غلط ہے۔ واقعات صاف بتاتے ہیں کہ یہ خط انہی مفسدوں نے بنایا ہے نہ کہ مروان یا کسی اور شخص نے اور یہ خیال کہ اگر انہوں نے بنایا تھا تو حضرت عثمان کا غلام اور صدقہ کا اونٹ ان کے ہاتھ کہاں سے آیا اور حضرت عثمان کے کاتب کا خط انہوں نے کس طرح بنالیا اور حضرت عثمانؓ کی انگوٹھی کی مہر اس پر کیونکر لگا دی ایک غلط خیال ہے، کیونکہ ہمارے پاس اس کی کافی وجوہ موجود ہیں کہ یہ خط انہیں لوگوں نے بنایا تھا۔ گو واقعات سے ایسا معلوم ہوتا ہے اور یہی قرین قیاس ہے کہ یہ فریب صرف چند اکابر کا کام تھا، اور کوئی تعجب نہیں کہ صرف

عبداللہ بن سبا اور اس کے چند خاص شاگردوں کا کام ہو، اور دوسرے لوگوں کو خواہ وہ سردار لشکر ہی کیوں نہ ہوں، اس کا علم نہ ہو۔

خط والے منصوبے کے ثبوت میں سات دلائل

اس امر کا ثبوت کہ یہ کارروائی انہی لوگوں میں سے بعض لوگوں کی تھی یہ ہے :-

اوّل : ان لوگوں کی نسبت اس سے پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ اپنے مدعا کے حصول کے لئے یہ لوگ جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتے تھے، جیسا کہ ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص کے مقابلہ میں انہوں نے جھوٹ سے کام لیا۔ اسی طرح مختلف ولایات کے متعلق جھوٹی شکایات مشہور کیں، جن کی تحقیق اکابر صحابہ نے کی اور ان کو غلط پایا۔ پس جبکہ ان لوگوں کی نسبت ثابت ہو چکا ہے کہ جھوٹ سے ان کو پرہیز نہ تھا، تو کوئی وجہ نہیں کہ اس امر میں انکو ملزم نہ قرار دیا جاوے، اور ایسے لوگوں پر اتہام لگایا جاوے، جن کا جھوٹ ثابت نہیں۔

دوم : جیسا کہ حضرت علیؓ اور محمد بن مسلمہؓ نے اعتراض کیا ہے ان لوگوں کا ایسی جلدی واپس آجانا اور ایک وقت میں مدینہ داخل ہونا اس بات کی شہادت ہے کہ ایک سازش تھی۔ کیونکہ جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے اہل مصر بیان کرتے تھے کہ انہوں نے بویب مقام پر اس قاصد کو جوان کے بیان کے مطابق حضرت عثمانؓ کا خط والئ مصر کی طرف لے جا رہا تھا، پکڑا تھا۔ بویب مدینہ سے کم سے کم چھ منزل پر واقع ہے اور اس جگہ پر واقع ہے جہاں سے مصر کا راستہ شروع ہوتا ہے۔ جب اہل مصر اس جگہ تک پہنچ گئے تھے تو اہل کوفہ اور اہل بصرہ بھی قریباً بالمقابل جہات پر چھ چھ منزل طے کر چکے ہوں گے۔ اور اس طرح اہل مصر سے جو کچھ واقعہ ہوا، اسکی اطلاع دونوں قافلوں کو کم سے کم بارہ تیرہ دن میں مل سکتی تھی اور ان کے آنے جانے کے دن شامل کر کے قریباً چوبیس دن میں یہ لوگ مدینہ پہنچ سکتے تھے۔ مگر یہ لوگ اس عرصہ سے بہت کم عرصہ میں واپس آگئے تھے۔ پس صاف ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ سے رخصت ہونے سے پہلے ہی ان لوگوں نے آپس میں منصوبہ کر لیا تھا کہ فلاں تاریخ کو سب قافلے واپس مدینہ لوٹیں اور یک دم مدینہ پر قبضہ کر لیں، اور چونکہ مصری قافلہ کے ساتھ عبداللہ بن سبا تھا اور وہ نہایت ہوشیار آدمی تھا۔ اس نے ایک طرف تو یہ دیکھا کہ لوگ ان سے سوال کریں گے کہ تم بلا وجہ لوٹے کیوں ہو اور دوسری طرف اس کو یہ بھی خیال تھا کہ خود اس کے ساتھیوں کے دل میں بھی یہ بات کھٹکے گی کہ فیصلہ کے بعد نقض عہد کیوں کیا گیا ہے اسلئے اس نے جعلی خط بنایا اور خود اپنے ساتھیوں کی عقلوں پر پردہ ڈال دیا، اور غیظ و غضب کی آگ کو ان کے دلوں میں اور بھی بھڑکایا۔ اور صدقہ کے اونٹ کا چرا لینا اور کسی غلام کو رشوت دیکر ساتھ ملا لینا کوئی مشکل بات نہیں۔

سوم : اس خط کے پکڑنے کا واقعہ جس طرح بیان کیا جاتا ہے وہ خود غیر طبعی ہے۔ کیونکہ اگر حضرت عثمانؓ نے یا مروان نے کوئی ایسا خط بھیجا ہوتا تو یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ وہ غلام کبھی ان کے سامنے آتا، کبھی چھپ جاتا۔ یہ حرکت تو وہی شخص کر سکتا ہے جو خود اپنے آپ کو پکڑوانا چاہے۔ اس غلام کو تو بقول ان لوگوں کے حکم دیا گیا تھا کہ اس قافلہ سے پہلے مصر پہنچ جائے۔ پھر بویب مقام پر جو مصر کا دروازہ ہے، اس شخص کا ان کے ساتھ ساتھ جانا کیونکر خیال میں آ سکتا ہے۔ قافلہ اور ایک آدمی کے سفر میں بہت فرق ہوتا ہے۔ ایک آدمی جس سرعت سے سفر کر سکتا ہے، قافلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ قافلہ کی حوائج بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ اور سب قافلہ کی سواریاں ایک جیسی تیز نہیں ہوتیں۔ پس کیونکر ممکن تھا کہ بویب تک قافلہ پہنچ جاتا اور وہ پیغامبر ابھی قافلہ کے ساتھ ہی ہوتا۔ اس وقت تو اسے اپنی منزل مقصود کے قریب ہونا چاہیئے تھا۔ جو حالت وہ اس پیغامبر کی بیان کرتے ہیں وہ ایک جاسوس کی نسبت تو منسوب کی جا سکتی ہے، پیغامبر کی نسبت منسوب نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح جب اس پیغامبر کو پکڑا گیا تو جو سوال و جواب اس سے ہوئے، وہ بھی بالکل غیر طبعی ہیں۔ کیونکہ وہ بیان کرتا ہے کہ وہ پیغامبر ہے۔ لیکن نہ اسے کوئی خط دیا گیا ہے

اور نہ اُسے کوئی زبانی پیغام دیا گیا ہے۔ یہ جواب سوائے اس شخص کے کون دے سکتا ہے جو یا تو پاگل ہو یا خود اپنے آپ کو شک میں ڈالنا چاہتا ہو۔ اگر واقعہ میں وہ شخص پیغامبر ہوتا تو اسے کیا ضرورت تھی کہ وہ کہتا کہ میں حضرت عثمانؓ یا کسی اور کا بھیجا ہوا ہوں۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ سچ کا بڑا پابند تھا کیونکہ کہا جاتا ہے کہ اس کے پاس خط تھا۔ مگر اُس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں پس ان لوگوں کی روایت کے مطابق اس پیغامبر نے جھوٹ تو ضرور بولا۔ پس سوال یہ ہے کہ ایسے وہ جھوٹ کیوں بولا جس سے وہ صاف طور پر پکڑا جاتا تھا۔ وہ جھوٹ کیوں نہ بولا جو ایسے موقعہ پر اسکو گرفتاری سے بچا سکتا تھا۔ غرض یہ تمام واقعات بتلاتے ہیں کہ خط اور خط لے جانے والے کا واقعہ شروع سے آخر تک فریب تھا۔ انہی مفسدوں میں سے کسی نے (زیادہ ترگمان یہ ہے کہ عبداللہ بن سبا نے) ایک جعلی خط بنا کر ایک شخص کو دیا ہے کہ وہ اُسے لے کر قافلہ کے پاس گزرے لیکن چونکہ ایک آبادر اثنہ پر ایک سوار کو جاتے ہوئے دیکھ کر پکڑ لینا قرین قیاس نہ تھا اور اس خط کا بنانے والا چاہتا تھا کہ جہاں تک ہو سکے اِس واقعہ کو دوسرے کے ہاتھ سے پورا کروائے اِس لئے اُس نے اِس قاصد کو ہدایت کی کہ وہ اس طرح قافلہ کے ساتھ چلے کہ لوگوں کے دلوں میں شک پیدا ہو اور جب وہ اس شک کو دور کرنے کے لئے سوال کریں تو ایسے جواب دے کہ شک اور زیادہ ہو تاکہ عامۃ الناس خود اسکی تلاشی لیں اور خط اس کے پاس دیکھ کر انکو یقین ہو جاوے کہ حضرت عثمانؓ نے اُنسے فریب کیا ہے۔

چہارم: اس خط کا مضمون بھی بتاتا ہے کہ وہ خط جعلی ہے اور کسی واقف کار مسلمان کا بنایا ہوا نہیں۔ کیونکہ بعض روایات میں اس کا یہ مضمون بتایا گیا ہے کہ فلاں فلاں کی ڈاڑھی منڈوائی جاوے حالانکہ ڈاڑھی منڈوانا اسلام کی رُو سے منع ہے اور اسلامی حکومتوں میں سزا صرف وہی دی جا سکتی تھی جو مطابق اسلام ہو۔ یہ ہرگز جائز نہ تھا کہ کسی شخص کو سزا کے طور پر سؤر کھلایا جاوے یا شراب پلائی جاوے یا ڈاڑھی منڈوائی جاوے۔ کیونکہ یہ ممنوع امر ہے۔ سزا صرف قتل یا ضرب یا جرمانہ یا نفی عن الارض کی اسلام سے ثابت ہے، خواہ نفی بصورت جلا وطنی ہو یا بصورت قید اسکے سوائے کوئی سزا اسلام سے ثابت نہیں۔ اور نہ ائمہ اسلام نے کبھی ایسی سزا دی۔ نہ خود حضرت عثمانؓ یا انکے عمال نے کبھی کوئی ایسی سزا دی۔ پس ایسی سزا کا اس خط میں تحریر ہونا اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ یہ خط کسی ایسے شخص نے بنایا تھا۔ جو مغز اسلام سے واقف نہ تھا۔

پنجم: اس خط سے پہلے کے واقعات بھی اس امر کی تردید کرتے ہیں کہ یہ خط حضرت عثمانؓ یا ان کے سیکرٹری کی طرف سے نہیں ہو سکتا، کیونکہ تمام روایات اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو سزا دینے میں بہت ڈھیل سے کام لیا ہے۔ اگر آپ چاہتے تو جس وقت یہ لوگ پہلی دفعہ آئے تھے اُسی وقت انکو قتل کر دیتے۔ اگر اس دفعہ انہوں نے چھوڑ دیا تھا تو دوسری دفعہ آنے پر تو ضرور ہی ان سرغنوں کو گرفتار کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ وہ کھلی کھلی سرکشی کر چکے تھے، اور صحابہ ان سے لڑنے پر آمادہ تھے۔ مگر اس وقت اُن سے نرمی کر کے مصر کے والی کو خط لکھنا کہ ان کو سزا دے ایک بعید از عقل خیال ہے اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت عثمانؓ کی نرمی کو دیکھ کر مروان نے ایسا خط لکھ دیا کیونکہ مروان یہ خوب جانتا تھا کہ حضرت عثمانؓ حدود کے قیام میں بہت سخت ہیں وہ ایسا خط لکھ کر سزا سے محفوظ رہنے کا خیال ایک منٹ کے لئے بھی اپنے دل میں نہیں لا سکتا تھا۔ پھر اگر وہ ایسا خط لکھتا بھی تو کیوں مصر کے والی کے نام لکھتا۔ کیوں نہ بصرہ اور کوفہ کے والیوں کے نام بھی وہ ایسے خطوط لکھ دیتا جس سے سب دشمنوں کا ایک دفعہ ہی فیصلہ ہو جاتا۔ صرف مصر کے والی کے نام ہی خط لکھا جانا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ کوفہ اور بصرہ کے قافلوں میں کوئی عبداللہ بن سبا جیسا چالباز آدمی نہ تھا۔

اگر یہ کہا جائے کہ شاید ان دونوں علاقوں کے والیوں کے نام بھی ایسے احکام جاری کئے گئے ہوں گے۔ مگر ان کے لیجانے والے پکڑے نہیں گئے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی تھی۔ کیونکہ اگر عبداللہ بن عامر پر یہ الزام لگا دیا جاوے کہ وہ حضرت عثمانؓ کا رشتہ دار ہونے کے سبب خاموش رہا تو حضرت ابو موسیٰ اشعری جو اکابر صحابہ میں سے تھے اور جن کے کامل الایمان ہونے کا ذکر خود قرآن شریف میں آتا ہے اور جو اس وقت کوفہ کے والی تھے، وہ کبھی خاموش نہ رہتے اور ضرور بات کو کھول دیتے۔ پس حق یہی ہے کہ یہ خط جعلی تھا

اور مصری قافلہ میں سے کسی نے بنایا تھا۔ اور چونکہ مصری قافلہ کے سوا دوسرے قافلوں میں کوئی شخص نہ اس قسم کی کارروائی کرنے کا اہل تھا اور نہ اس قدر عرصہ میں متعدد اونٹ بیت المال کے چرائے جا سکتے تھے اور نہ ہی اس قدر غلام قابو کئے جا سکتے تھے، اسلئے دوسرے علاقوں کے والیوں کے نام کے خطوط نہ بنائے گئے۔

ششم: سب سے زیادہ اس خط پر روشنی وہ غلام ڈال سکتا تھا، جس کی نسبت ظاہر کیا جاتا ہے کہ وہ خط لے گیا تھا۔ مگر تعجب ہے کہ باوجود اس کے کہ حضرت عثمانؓ نے گواہوں کا مطالبہ کیا ہے، اس غلام کو پیش نہیں کیا گیا اور نہ بعد کے واقعات میں اُس کا کوئی ذکر آتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا پیش کیا جانا ان لوگوں کے مفاد کے خلاف تھا۔ شاید ڈرتے ہوں کہ وہ صحابہ کے سامنے آکر اصل واقعات کو ظاہر کر دیگا۔ پس اس کا چھپا دینا بھی اس امر کا ثبوت ہے کہ خط کے بنانے والا یہ مفسد گروہ ہی تھا۔

ہفتم: ایک نہایت زبردست ثبوت اس بات کا کہ ان لوگوں نے ہی یہ خط بنایا تھا یہ ہے کہ یہ پہلا خط نہیں جو انہوں نے بنایا ہے بلکہ اس کے سوا اسی فساد کی آگ بھڑکانے کے لئے اور کئی خطوط انہوں نے بنائے ہیں۔ پس اس خط کا بنانا بھی نہ ان کے لئے مشکل تھا اور نہ اس واقعہ کی موجودگی میں کسی اور شخص کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔ وہ خط جو یہ پہلے بناتے رہے ہیں حضرت علیؓ کے بدنام کرنے کے لئے تھے اور ان میں اس قسم کا مضمون ہوتا تھا کہ تم لوگ حضرت عثمانؓ کے خلاف جوش بھڑکاؤ، ان خطوط کے ذریعہ عوام الناس کا جوش بھڑکایا جاتا تھا اور وہ حضرت علیؓ کی تصدیق دیکھ کر عبداللہ بن سبا کی باتوں میں پھنس جاتے تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان خطوط کا مضمون بہت مخفی رکھنے کا حکم تھا، تا کہ حضرت علیؓ کو معلوم نہ ہو جائے۔ اور وہ انکی تردید نہ کر دیں۔ اور مخفی رکھنے کی تاکید کی وجہ بھی بانیان فساد کے پاس معقول تھی۔ یعنی اگر یہ خط ظاہر ہو گئے تو حضرت علی مشکلات میں پڑ جاویں گے۔ اس طرح لوگ حضرت علیؓ کی خاطر سے ان خطوط کے مضمون کو کسی پر ظاہر نہ کرتے تھے۔ اور بات کے مخفی رہنے کی وجہ سے بانیانِ فساد کا جھوٹ کھلتا بھی نہ تھا۔ لیکن جھوٹ آخر زیادہ دیر تک چھپا نہیں رہتا خصوصاً جبکہ سینکڑوں کو اس سے واقف کیا جاوے۔ حضرت عثمانؓ کے نام پر لکھا ہوا خط پکڑا گیا اور عام اہل قافلہ نہایت غصہ سے واپس ہوئے، تو ان میں سے ایک جماعت حضرت علیؓ کے پاس گئی اور انؓ سے مدد کی درخواست کی۔ حضرت علیؓ تو تمام واقعہ کو سن کر ہی اس کے جھوٹا ہونے پر آگاہ ہو چکے تھے اور اپنی خداداد فراست سے اہل مصر کا فریب ان پر کھل چکا تھا۔ آپ نے صاف انکار کر دیا کہ میں ایسے کام میں تمہارے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا۔ اس وقت جوش کی حالت میں ان میں سے بعض سے احتیاط نہ ہو سکی، اور بے اختیار بول اٹھے کہ پھر آپ ہم سے خط و کتابت کیوں کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کے لئے یہ ایک نہایت حیرت انگیز بات تھی۔ آپ نے اس سے صاف انکار کیا اور بے علمی ظاہر کی۔ اور فرمایا کہ خدا تعالےٰ کی قسم ہے میں نے کبھی کوئی خط آپ لوگوں کی طرف نہیں لکھا۔ اس پر ان لوگوں کو بھی سخت حیرت ہوئی، کیونکہ درحقیقت خود انکو بھی دھوکا دیا گیا تھا۔ اور انہوں نے ایک دوسرے کی طرف حیرت سے دیکھا اور دریافت کیا کہ کیا اس شخص کے لئے تم غضب ظاہر کرتے ہو اور لڑتے ہو۔ یعنی یہ شخص تو ایسا بزدل ہے کہ سب کچھ کرا کر موقعہ پر اپنے آپ کو بالکل بری ظاہر کرتا ہے۔[1] (نعوذ باللہ من ذلک)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں بعض ایسے آدمی موجود تھے جو جعلی خطوط بنانے میں مہارت رکھتے تھے۔ اور یہ بھی ایسے آدمی مصریوں میں موجود تھے، کیونکہ حضرت علیؓ کے نام پر خطوط صرف مصریوں کی طرف لکھے جا سکتے تھے، جو حضرت علیؓ کی محبت کے دعوے دار تھے۔ پس اس خط کا جو حضرت عثمانؓ کی طرف منسوب کیا جاتا تھا، مصری قافلہ میں پکڑا جانا اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ اسکا لکھنے والا مدینہ کا کوئی شخص نہ تھا، بلکہ مصری قافلہ کا ہی ایک فرد تھا۔

خط کا واقعہ چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف

[1] طبری صفحہ ۲۹۶۵

الزام لگانے والوں کے نزدیک سب سے اہم واقعہ ہے اس لئے میں نے اس پر تفصیلاً اپنی تحقیق بیان کر دی ہے اور گو اس واقعہ پر اور بسط سے بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے اس امر کے ثابت کرنے کے لئے یہ خط ایک جعلی اور بناوٹی خط تھا۔ اور یہ کہ اس خط کے بنانے والے عبداللہ بن سبا اور اُس کے ساتھی تھے نہ کہ مروان یا کوئی اور شخص (حضرت عثمانؓ کی ذات بہت ارفع ہے) کافی ہے۔

مفسدوں کی اہل مدینہ پر زیادتیاں

اب میں پھر سلسلہ واقعات کی طرف لوٹتا ہوں۔ اس جعلی خط کے زور پر اور اچانک مدینہ پر قبضہ کر لینے کے گھمنڈ پر ان مفسدوں نے خوب زیادتیاں شروع کیں۔ ایک طرف تو حضرت عثمانؓ پر زور دیا جاتا کہ وہ خلافت سے دستبردار ہو جائیں دوسری طرف اہل مدینہ کو تنگ کیا جاتا کہ وہ حضرت عثمانؓ کی مدد کے لئے کوشش نہ کریں۔ اہل مدینہ بالکل بے بس تھے۔ دو تین ہزار مسلح فوج جو شہر کے راستوں اور چوکوں اور دروازوں کی ناکہ بندی کئے ہوئے تھے۔ اس کا مقابلہ یوں بھی آسان نہ تھا، مگر اس صورت میں کہ وہ چند آدمیوں کو بھی اکٹھا ہونے نہ دیتے تھے اور دو دو چار چار آدمیوں سے زیادہ آدمیوں کا ایک جگہ جمع ہونا ناممکن تھا۔ باغی فوج کے مقابلہ کا خیال بھی دل لانا محال تھا۔ اور اگر بعض من چلے جنگ پر آمادہ بھی ہوتے تو سوائے ہلاکت کے اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلتا۔ مسجد ایک ایسی جگہ تھی جہاں لوگ جمع ہو سکتے تھے مگر ان لوگوں نے نہایت ہوشیاری سے اس کا بھی انتظام کر لیا تھا اور وہ یہ کہ نماز سے پہلے تمام مسجد میں پھیل جاتے تھے اور اہل مدینہ کو اس طرح ایک دوسرے سے جدا جدا رکھتے کہ وہ کچھ نہ کر سکتے

حضرت عثمانؓ کا مفسدوں کو نصیحت کرنا

باوجود اس شور و فساد کے حضرت عثمانؓ نماز پڑھانے کے لئے باقاعدہ مسجد میں تشریف لاتے اور یہ لوگ بھی آپ سے اس معاملہ میں تعرض نہ کرتے اور امامت نماز سے نہ روکتے حتیٰ کہ ان لوگوں کے مدینہ پر قبضہ کر لینے کے بعد سب سے پہلا جمعہ آیا۔ حضرت عثمانؓ نے جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر ان لوگوں کو نصیحت فرمائی۔ اور فرمایا کہ اے دشمنانِ اسلام خدا تعالیٰ کا خوف کرو۔ تمام اہل مدینہ اس بات کو جانتے ہیں کہ تم لوگوں پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ پس توبہ کرو اور اپنے گناہوں کو نیکیوں کے ذریعہ سے مٹاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو نیکیوں کے سوائے کسی اور چیز سے نہیں مٹاتا۔ اس پر محمد بن مسلمہؓ انصاری کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں اس امر کی تصدیق کرتا ہوں۔ ان لوگوں نے سمجھا کہ حضرت عثمانؓ پر تو ہمارے ساتھی بدظن ہیں لیکن صحابہؓ نے اگر آپ کی تصدیق کرنی شروع کی اور ہماری جماعت کو معلوم ہوا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہماری نسبت خاص طور پر پیشگوئی فرمائی تھی تو عوام شاید ہمارا ساتھ چھوڑ دیں۔ اس لئے انہوں نے اس سلسلہ کو روکنا شروع کیا۔ اور محمد بن مسلمہؓ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقرب صحابی کو جو تائید خلافت کے لئے نہ کسی فتنہ کے برپا کرنے کے لئے کھڑے تھے۔ حکیم بن جبلہ ڈاکو نے جس کا ذکر میں شروع میں کر چکا ہوں جبراً پکڑ کر بٹھا دیا۔ اس پر زید بن ثابت جن کو قرآن کریم کی عظیم الشان خدمت سپرد ہوئی تھی تصدیق کے لئے کھڑے ہوئے مگر ان کو بھی ایک اور شخص نے بٹھا دیا۔ اس کے بعد اس محبت اسلام کا دعویٰ کرنے والی جماعت کے ایک فرد

مفسدوں کا عصائے نبوی کو توڑنا

نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے وہ عصا جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے، اور آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ایسا ہی کرتے رہے چھین لیا۔ اور اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس یادگار کو جو امت اسلام کے لئے ہزاروں برکتوں کا موجب تھی، اپنے گھٹنوں پر رکھ کر توڑ دیا۔ عثمانؓ سے ان کو نفرت سہی، خلافت سے ان کو عداوت، مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس یادگار کو اس بے ادبی کے ساتھ توڑ دینے کی ان کو کیونکر جرأت ہوئی۔ یورپ آج دہریت کی انتہائی حد کو پہنچ ہوا ہے، مگر یہ احساس اس میں بھی باقی ہے کہ اپنے بزرگوں کی یادگاروں کی قدر کرے، مگر ان لوگوں نے باوجود دعوائے اسلام کے رسول کریم صلعم کے عصائے مبارک کو توڑ کر پھینک دیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی نصرت کا جوش صرف دکھاوے کا تھا۔ ورنہ اس گروہ نے سراسر اسلام

سے ایسے ہی دُور تھے جیسے کہ آج اسلام کے سب سے بڑے دشمن۔

مفسدوں کا مسجد نبوی میں کنکر برسانا اور حضرت عثمانؓ کو زخمی کرنا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا توڑ کر بھی اِن لوگوں کے دل کو ٹھنڈک نہ حاصل ہوئی اور انہوں نے اس مسجد میں جس کی بنیاد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی اور جس کی تعمیر نہایت مقدس ہاتھوں سے ہوئی تھی۔ کنکروں کا مینہ برسانا شروع کیا تھا اور کنکر مار مار کر صحابہ کرام اور اہل مدینہ کو مسجد نبوی سے باہر نکال دیا اور حضرت عثمانؓ پر اس قدر کنکر برسائے گئے کہ آپ بیہوش ہو کر منبر پر سے گر گئے، اور چند آدمی اٹھا کر گھر چھوڑ آئے۔

یہ اس محبت کا نمونہ تھا جو ان لوگوں کو اسلام اور حاملانِ شریعت اسلام سے تھی۔ اور یہ وہ اخلاق فاضلہ تھے، جن کو یہ لوگ حضرت عثمانؓ کو خلافت سے علیحدہ کر کے عالم اسلامی میں جاری کرنا چاہتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے مقابلہ میں کھڑی ہونے والی جماعت صحابہ سے کوئی تعلق رکھتی تھی۔ یا یہ کہ فی الواقع حضرت عثمانؓ کی بعض کارروائیوں سے وہ شورش کرنے پر مجبور ہوئے تھے، یا یہ کہ حمیت اسلامیہ ان کے غیظ و غضب کا باعث تھی۔ ان کی بداعمالیاں اِس بات کا کافی ثبوت ہیں کہ نہ اسلام سے ان کا کوئی تعلق تھا نہ دین سے ان کو کوئی محبت تھی۔ نہ صحابہؓ سے اُن کو کوئی انس تھا۔ وہ اپنی مخفی اغراض کے پورا کرنے کے لئے ملک کے امن و امان کو تباہ کرنے پر آمادہ ہو رہے تھے۔ اور اسلام کے قلعہ میں نقب زنی کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

صحابہؓ کی مفسدوں کیخلاف جنگ پر آمادگی!!

اس واقعہ ہائلہ کے بعد صحابہ اور اہل مدینہ نے سمجھ لیا کہ ان لوگوں کے دلوں میں اس سے بھی زیادہ بغض بھرا ہوا ہے جس قدر کہ یہ ظاہر کرتے ہیں۔ گو وہ کچھ کر نہیں سکتے۔ مگر بعض صحابہ جو اس حالت سے موت کو بہتر سمجھتے تھے اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ خواہ نتیجہ کچھ بھی ہو جاوے ہم ان سے جنگ کریں گے۔ اِس دو تین ہزار کے لشکر کے مقابلہ میں چار پانچ آدمیوں کا لڑنا دنیا داروں کی نظروں میں شاید جنون معلوم ہو لیکن جن لوگوں نے کہ اسلام کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا ہوا تھا، انہیں اس کی حمایت میں لڑنا کچھ بھی دو بھر معلوم نہیں ہوتا تھا۔ ان لڑائی پر آمادہ ہو جانے والوں میں مفصلہ ذیل صحابہ بھی شامل تھے۔ سعید بن مالکؓ۔ حضرت ابوہریرہؓ، زید بن صامتؓ اور حضرت امام حسنؓ۔ جب حضرت عثمانؓ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فوراً ان کو کہلا بھیجا کہ ہرگز ان لوگوں سے نہ لڑیں اور اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔

حضرت عثمانؓ کی محبت جو آپ کو صحابہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت سے تھی، اس نے بیشک اس لڑائی کے جو چند جان فروش صحابہ اور اس دو تین ہزار کے باغی لشکر کے درمیان ہونیوالی تھی، روک دیا۔ مگر اس واقعہ سے یہ بات ہمیں خوب اچھی طرح سے معلوم ہو جاتی ہے کہ صحابہ میں ان لوگوں کی شرارتوں پر کس قدر جوش پیدا ہو رہا تھا۔ کیونکہ چند آدمیوں کا ایک لشکر جرار کے مقابلہ پر آمادہ ہو جانا ایسی صورت میں ممکن ہے کہ وہ لوگ اِس لشکر کی اطاعت کو موت سے بد تر خیال کریں۔ اِس جماعت میں ابوہریرہؓ اور حضرت امام حسنؓ کی شرکت خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ فوجی آدمی نہ تھے اور اس سے پیشتر کوئی خاص فوجی خدمت ان سے نہیں ہوئی اسی امام حسنؓ گویا ایک جری باپ کے بیٹے اور خود جری اور بہادر تھے۔ مگر آپ صلح اور امن کو بہت پسند فرماتے تھے اور رسول کریم صلے علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کے مطابق صلح کے شہزادے تھے۔ ان دو شخصوں کا اِس موقعہ پر ہتھیار ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو جانا دلالت کرتا ہے کہ صحابہ اور دیگر اہل مدینہ ان مفسدوں کی شرارتوں پر سخت ناراض تھے۔

مدینہ میں مفسدوں کے تین بڑے ساتھی

صرف تین شخص مدینہ کے باشندوں سے ان لوگوں کے ساتھی تھے ایک تو محمد بن ابی بکر جو حضرت ابوبکرؓ کے لڑکے تھے۔ اور مؤرخین کا خیال ہے کہ بوجہ اِس کے کہ لوگ ان کے باپ کے سبب ان کا ادب کرتے تھے ان کو خیال پیدا ہو گیا تھا کہ میں بھی کوئی حیثیت رکھتا ہوں۔ ورنہ نہ ان کو دنیا میں کوئی سبقت حاصل تھی نہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل تھی نہ بعد میں ہی خاص طور پر دینی تعلیم حاصل تھی۔ حجۃ الوداع کے ایام میں پیدا ہوئے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ابھی دودھ پیتے بچے تھے۔ چوتھے سال میں ہی تھے کہ حضرت

ابوبکرؓ فوت ہو گئے۔ اور اس بے نظیر انسان کی تربیت سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں ملا۔

دوسرا شخص محمد بن حذیفہ تھا یہ بھی صحابہ میں سے نہ تھا اس کے والد یمامہ کی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے اور حضرت عثمانؓ نے اُس کی تربیت اپنے ذمہ لے لی تھی۔ اور بچپن سے آپ نے اسے پالا تھا جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو اس نے آپ سے کوئی عہدہ طلب کیا۔ آپ نے انکار کیا اس پر اُس نے اجازت چاہی کہ میں کہیں باہر جا کر کوئی کام کروں۔ آپ نے اجازت دے دی اور یہ مصر چلا گیا۔ وہاں جا کر عبداللہ بن سبا کے ساتھیوں سے مل کر حضرت عثمانؓ کے خلاف لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا جب اہل مصر مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو یہ ان کے ساتھ ہی آیا۔ مگر کچھ دور تک آ کر واپس چلا گیا اور اس فتنہ کے وقت مدینہ میں نہیں تھا۔

تیسرے شخص عمار بن یاسر تھے، یہ صحابہ میں سے تھے اور ان کے دھوکہ کھانے کی وجہ یہ تھی کہ یہ سیاست سے باخبر نہ تھے جب حضرت عثمانؓ نے ان کو مصر بھیجا کہ وہاں کے والی کے انتظام کے متعلق رپورٹ کریں، تو عبداللہ بن سبا نے ان کا استقبال کر کے ان کے خیالات کو مصر کے گورنر کے خلاف کر دیا۔ اور چونکہ وہ گورنر ایسے لوگوں میں سے تھا، جنہوں نے ایام کفر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت مخالفت کی تھی اور فتح مکہ کے بعد اسلام لایا تھا، اس لئے آپ بہت جلد ان لوگوں کے تیفہ میں آ گئے۔ والی کے خلاف بدظنی پیدا کرنے کے بعد آہستہ آہستہ حضرت عثمانؓ پر بھی انہوں نے ان کو بدظن کر دیا، مگر انہوں نے عملاً فساد میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ کیونکہ باوجود اس کے کہ مدینہ پر حملہ کے وقت یہ مدینہ میں موجود تھے، سوائے اسکے کہ اپنے گھر میں خاموش بیٹھے رہے ہوں اور ان مفسدوں کا مقابلہ کرنے میں انہوں نے کوئی حصہ نہ لیا ہو عملی طور پر انہوں نے فساد میں کوئی حصہ نہیں لیا، اور ان مفسدوں کی بداعمالیوں سے انکا دامن بالکل پاک ہے۔

حضرت عثمانؓ کو خلافت سے دستبرداری کیلئے مجبور کیا جاتا ہے

ان تین کے سوا باقی کوئی شخص اہل مدینہ میں سے صحابی ہو یا غیر صحابی ان مفسدوں کا ہمدرد نہ تھا۔ اور ہر ایک شخص ان پر لعنت ملامت کرتا تھا۔ مگر اللہ کے ہاتھ میں اس وقت سب انتظام تھا۔ یہ کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ بیس دن تک یہ لوگ صرف زبانی طور پر کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح حضرت عثمانؓ خلافت سے دستبردار ہو جائیں، مگر حضرت عثمانؓ نے اس امر سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ جو قمیص مجھے خدا تعالے نے پہنائی ہے میں اسے اتار نہیں سکتا، اور نہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بے پناہ چھوڑ سکتا ہوں کہ جس کا جی چاہے دوسرے پر ظلم کرے۔ اور ان لوگوں کو بھی سمجھاتے رہے کہ اس فساد سے باز آ جاویں اور فرماتے رہے کہ آج یہ لوگ فساد کرتے ہیں اور میری زندگی سے بیزار ہیں، مگر جب میں نہ رہوں گا تو خواہش کریں گے کہ کاش عثمانؓ کی عمر کا ایک ایک دن ایک ایک سال سے بدل جاتا اور وہ ہم سے جلدی رخصت نہ ہوتا۔ کیونکہ میرے بعد سخت خونریزی ہو گی اور حقوق کا اتلاف ہو گا اور انتظام کچھ کا کچھ بدل جائے گا۔ (چنانچہ بنوامیہ کے زمانہ میں خلافت حکومت سے بدل گئی اور ان مفسدوں کو ایسی سزائیں ملیں کہ سب شرارتیں انکو بھول گئیں)

حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ

بیس دن گذرنے کے بعد ان لوگوں کو خیال ہؤا کہ اب جلدی ہی کوئی فیصلہ کرنا چاہیئے تا ایسا نہ ہو کہ صوبہ جات سے فوجیں آ جاویں اور ہمیں اپنے اعمال کی سزا بھگتنی پڑے۔ اس لئے انہوں نے حضرت عثمانؓ کا گھر سے نکلنا بند کر دیا۔ اور کھانے پینے کی چیزوں کا اندر جانا بھی روک دیا اور سمجھے کہ شاید اسطرح مجبور ہو کر حضرت عثمانؓ ہمارے مطالبات کو قبول کر لیں گے۔

مدینہ کا انتظام اب ان لوگوں کے ہاتھ میں تھا اور تینوں فوجوں نے مل کر مصری فوجوں کے سردار غافقی کو اپنا سردار تسلیم کر لیا تھا۔ اس طرح مدینہ کا حاکم گویا اس وقت غافقی تھا اور کوفہ کی فوج کا سردار اشتر اور بصرہ کی فوج کا سردار حکیم بن جبلہ (وہی ڈاکو جسے اہل ذمہ کے اموال لوٹنے پر حضرت عثمانؓ نے بصرہ میں نظر بند کر دینے کا

لے طبری مطبوعہ لنڈن صفحہ ۲۹۹۰

لے تاریخ الصغیر بخاری صفحہ ۱۸ و ۴۴ وتہذیب التہذیب جلد ۹ صفحہ ۱۸۱

لے استیعاب جلد اصفحہ ۲۴۰ اصابہ صفحہ ۲۵۶ طبری صفحہ ۳۰۲۹

حکم دیا تھا) دونوں غافقی کے ماتحت کام کرتے تھے۔ اور اس
سے ایک دفعہ پھر یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس فتنہ کی اصل جڑ
مصری تھے۔ جہاں عبداللہ بن سبا کام کر رہا تھا۔ مسجد نبوی میں غافقی نماز
پڑھاتا تھا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اپنے گھروں میں
مقید تھے یا اُس کے پیچھے نماز پڑھنے پر مجبور تھے۔

جب تک ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ
کرنے کا فیصلہ نہیں کیا تھا تب تک لوگوں سے تعرض نہیں کرتے تھے
مگر محاصرہ کرنے کے ساتھ ہی دوسرے لوگوں پر بھی سختیاں شروع کر دیں
اب مدینہ دارالامن کی بجائے دارالحرب ہو گیا۔ اہل مدینہ کی عزت اور ننگ
و ناموس خطرہ میں تھی اور کوئی شخص اسلحہ کے بغیر گھر سے نہیں نکلتا تھا
اور جو شخص ان کا مقابلہ کرتا اُسے قتل کر دیتے تھے۔

حضرت علیؓ کا محاصرہ کرنے والوں کو نصیحت کرنا

جب ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کر لیا اور پانی
تک اندر جانے سے روک دیا تو حضرت عثمانؓ نے اپنے ایک ہمسایہ
کے لڑکے کو حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور امہات
المومنین کی طرف بھیجا کہ ان لوگوں نے ہمارا پانی بھی بند کر دیا ہے آپ
لوگوں سے اگر کچھ ہو سکے تو کوشش کریں اور ہمیں پانی پہنچائیں۔ مردوں
میں سب سے پہلے حضرت علیؓ آئے اور آپ نے ان لوگوں کو سمجھایا
کہ تم لوگوں نے کیا رویہ اختیار کیا ہے تمہارا عمل تو مومنوں سے ملتا
ہے نہ کافروں سے۔ حضرت عثمان کے گھر سے کھانے پینے کی چیزیں
مت روکو۔ روم اور فارس کے لوگ بھی قید کرتے ہیں تو کھانا
کھلاتے ہیں اور پانی پلاتے ہیں اور اسلامی طریق کے مطابق تمہارا یہ
فعل کسی طرح جائز نہیں۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ نے تمہارا کیا بگاڑا ہے
کہ تم ان کے قید کرنے اور قتل کر دینے کو جائز سمجھنے لگے ہو حضرت
علیؓ کی اس نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اور انہوں نے صاف کہہ دیا
کہ خواہ کچھ ہو جائے ہم اس شخص تک دانہ پانی نہ پہنچنے دیں گے۔ یہ وہ
جواب تھا جو انہوں نے اُس شخص کو دیا جسے وہ رسول کریم صلے اللہ
علیہ وسلم کا وصی اور حقیقی جانشین قرار دیتے تھے۔ اور کیا اس جواب
کے بعد کسی اور شہادت کی بھی اس امر کے ثابت کرنے کے لئے
رہ جاتی ہے کہ یہ حضرت علیؓ کا وصی قرار دینے والا اور رسول کریم
صلے اللہ علیہ وسلم کا وارث قرار دینے والا گروہ حق کی حمایت
اور اہل بیعت کی محبت کی خاطر اپنے گھروں سے نہیں نکلا تھا بلکہ
اپنی نفسانی خواہش کو پورا کرنے کے لئے۔

حضرت ام حبیبہؓ سے مفسدوں کا سلوک

امہات المومنین میں سے سب سے
پہلے حضرت ام حبیبہؓ آپ کی مدد کے لئے آئیں۔ ایک خچر پر آپ
سوار تھیں۔ آپ اپنے ساتھ ایک مشکیزہ پانی کا بھی لائیں۔ لیکن اصل
غرض آپ کی یہ تھی کہ بنو امیہ کے یتامیٰ اور بیواؤں کی وصیتیں حضرت
عثمانؓ کے پاس تھیں۔ اور آپ نے جب دیکھا کہ حضرت عثمانؓ کا
پانی باغیوں نے بند کر دیا ہے تو آپ کو خوف ہوا کہ وہ وصایا بھی
کہیں تلف نہ ہو جائیں۔ اور آپ نے چاہا کہ کسی طرح وہ وصایا محفوظ
کر لی جائیں۔ ورنہ پانی آپ کسی اور ذریعہ سے بھی پہنچا سکتی تھیں۔
جب آپ حضرت عثمانؓ کے دروازہ تک پہنچیں تو باغیوں
نے آپ کو روکنا چاہا۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ ام المومنین ام حبیبہؓ ہیں
مگر اس پر بھی وہ لوگ باز نہ آئے اور آپ کی خچر کو مارنا شروع کر دیا۔
ام المومنین نے فرمایا کہ میں ڈرتی ہوں کہ بنو امیہ کے یتامیٰ اور بیوگان
کی وصایا ضائع نہ ہو جائیں۔ اس لئے اندر جانا چاہتی ہوں تاکہ
ان کی حفاظت کا سامان کر دوں۔ مگر ان بدبختوں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ کو جواب دیا کہ تم جھوٹ بولتی ہو۔
اور آپ کے خچر کو حملہ کر کے اس کے پالان کے رسے کاٹ دیئے
اور زین الٹ گئی۔ اور قریب تھا کہ حضرت ام حبیبہؓ گر کر ان
مفسدوں کے پیروں کے نیچے روندی جا کر شہید ہو جاتیں، کہ بعض
اہل مدینہ نے جو قریب تھے جھپٹ کر آپکو سنبھالا اور گھر پہنچا دیا۔

اُمّ حبیبہ کی دینی غیرت کا نمونہ

یہ وہ سلوک تھا جو ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی زوجہ مطہرہ سے کیا۔ حضرت ام حبیبہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے ایسا اخلاص اور عشق رکھتی تھیں کہ جب پندرہ سولہ سال کی
جدائی کے بعد جو آپ کا باپ جو عرب کا سردار تھا اور مکہ میں ایک
بادشاہ کی حیثیت رکھتا تھا، ایک خاص سیاسی مشن پر مدینہ آیا۔
اور آپ کے ملنے کے لئے گیا۔ تو آپ نے اس کے نیچے سے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کھینچ لیا۔ اس لئے کہ خدا کے رسول کے پاک کپڑے سے ایک مشرک کے نجس جسم کو چھوتے ہوئے دیکھنا آپ کی طاقت برداشت سے باہر تھا۔ تعجب ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ نے تو محمد رسول اللہ صلعم کی غیبت میں آپ کے کپڑے تک کی حرمت کا خیال رکھا، مگر ان مفسدوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبت میں آپ کے حرم محترم کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا۔ نادانوں نے کہا کہ رسول کریمؐ کی بیوی جھوٹی ہیں، حالانکہ جو کچھ انہوں نے فرمایا تھا، وہ درست تھا۔ حضرت عثمانؓ بنوامیہ کے یتامیٰ کے ولی تھے اور ان لوگوں کی بڑھتی ہوئی عداوت کو دیکھ کر آپ کو درست خوف تھا کہ یتامیٰ اور بیواؤں کے اموال ضائع نہ ہو جائیں۔ جھوٹے وہ تھے، جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے انکے دین کی تباہی کا بیڑا اٹھایا تھا، نہ ام المومنین ام حبیبہؓ۔

حضرت عائشہ کی حج کیلئے تیاری

حضرت ام حبیبہؓ کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا گیا تھا، جب اس کی خبر مدینہ میں پھیلی، تو صحابہ اور اہل مدینہ حیران رہ گئے اور سمجھ لیا کہ اب لوگوں سے کسی قسم کی خیر کی امید رکھنی فضول ہے۔ حضرت عائشہؓ نے اسی وقت حج کا ارادہ کر لیا اور سفر کی تیاری شروع کر دی۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ مدینہ سے جانے والی ہیں، تو بعض نے آپ سے درخواست کی کہ اگر آپ یہیں ٹھہریں تو شاید فتنہ کے روکنے میں کوئی مدد ملے اور باغیوں پر کچھ اثر ہو۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ مجھ سے بھی وہی سلوک ہو جو ام حبیبہ سے ہوا ہے۔ خدا کی قسم ہے میں اپنی عزت کو خطرہ میں نہیں ڈال سکتی (کیونکہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت تھی) اگر کسی قسم کا معاملہ مجھ سے کیا گیا، تو میری حفاظت کا کیا سامان ہو گا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ یہ لوگ اپنی شرارتوں میں کہاں تک ترقی کریں گے اور ان کا کیا انجام ہو گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے چلتے چلتے ایک ایسی تدبیر کی جو اگر کارگر ہو جاتی تو شاید فساد میں کچھ کمی ہو جاتی۔ اور وہ یہ کہ اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کو کہلا بھیجا کہ تم بھی میرے ساتھ حج کو چلو۔

[1] طبری مطبوعہ لنڈن صفحہ ۳۰۲۹

مگر اس نے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ کیا کروں بے بس ہوں۔ اگر میری طاقت ہوتی تو ان لوگوں کو اپنے ارادوں میں کبھی کامیاب نہ ہونے دیتی۔

حضرت عثمانؓ کا والیان صوبجات کو مراسلہ

حضرت عائشہؓ تو حج کو تشریف لے گئیں اور بعض صحابہ بھی جن سے ممکن ہو سکا اور مدینہ سے نکل سکے مدینہ سے تشریف لے گئے اور باقی لوگ سوائے چند اکابر صحابہ کے اپنے گھروں میں بیٹھ رہے اور آخر حضرت عثمان کو بھی یہ محسوس ہو گیا کہ یہ لوگ نرمی سے مان نہیں سکتے۔ اور آپ نے ایک خط تمام والیان صوبجات کے نام روانہ کیا، جس کا خلاصہ یہ تھا:۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد بلا کسی خواہش یا درخواست کے مجھے ان لوگوں میں شامل کیا گیا تھا، جنہیں خلافت کے متعلق مشورہ کرنے کا کام سپرد کیا گیا تھا۔ پھر بلا میری خواہش یا سوال کے مجھے خلافت کے لئے چنا گیا اور میں برابر وہ کام کرتا رہا جو مجھ سے پہلے خلفاء کرتے رہے، اور میں نے اپنے پاس سے کوئی بدعت نہیں نکالی لیکن چند لوگوں کے دلوں میں بدی کا بیج بویا گیا اور شرارت اجاگر ہوئی اور انہوں نے میرے خلاف منصوبے کرنے شروع کر دیئے۔ اور لوگوں کے سامنے کچھ ظاہر کیا اور دل میں کچھ اور رکھا اور مجھ پر وہ الزام لگانے شروع کیے جو مجھ سے پہلے خلفاء پر بھی لگتے تھے۔ لیکن میں معلوم ہوتے ہوئے خاموش رہا۔ اور آخر کفار کی طرح مدینہ پر حملہ کر دیا۔ پس آپ لوگ اگر کچھ کر سکیں تو مدد کا انتظام کریں اسی طرح ایک خط جس کا خلاصہ مطلب ذیل میں درج ہے حج پر آنے والوں کے نام لکھ کر کچھ دن بعد روانہ کیا۔

حضرت عثمانؓ کا حاجیوں کے نام خط

میں آپ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور اس کے انعامات یاد دلاتا ہوں۔ اس وقت کچھ لوگ فتنہ پردازی کر رہے ہیں اور اسلام میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش میں مشغول ہیں مگر ان لوگوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ خلیفہ خدا بناتا

ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصلحٰت لیستخلفنھم فی الارض۔ الخ اور اتفاق کی قدر نہیں کی۔ حالانکہ خدا تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔ اور مجھ پر الزام لگانے والوں کی باتوں کو قبول کیا اور قرآن کریم کے اس حکم کی پرواہ نہ کی کہ یاایھا الذین اٰمنوا ان جاء کم فاسق بنباءٍ فتبینوا۔ اور میری بیعت کا ادب نہیں کیا، حالانکہ اللہ تعالےٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرماتا ہے کہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ۔ اور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوں۔ کوئی امت بغیر سردار کے ترقی نہیں کر سکتی۔ اور اگر کوئی امام نہ ہو تو جماعت کا تمام کام خراب اور برباد ہو جائے گا۔ یہ لوگ امت اسلامیہ کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں اور اس کے سوا ان کی کوئی غرض نہیں۔ کیونکہ میں نے ان کی بات کو قبول کر لیا تھا اور والیوں کے بدلنے کا وعدہ کر لیا تھا، مگر انہوں نے اس پر بھی شرارت نہ چھوڑی۔ اب یہ تین باتوں میں سے ایک کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اوّل یہ کہ جن لوگوں کو میرے عہد میں سزا ملی ہے ان سب کا قصاص مجھ سے لیا جاوے۔ اگر یہ مجھے منظور نہ ہو تو پھر خلافت چھوڑ دوں اور یہ لوگ میری جگہ کسی اور کو مقرر کر دیں۔ یہ بھی نہ مانوں تو پھر یہ لوگ دھمکی دیتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے تمام ہمخیال لوگوں کو پیغام بھیجیں گے کہ وہ میری اطاعت سے باہر ہو جائیں۔ پہلی بات کا تو یہ جواب ہے کہ مجھ سے پہلے خلفاء بھی کبھی فیصلوں میں غلطی کرتے تھے مگر ان کو کبھی سزا نہیں دی گئی اور اس قدر سزائیں مجھ پر جاری کرنے کا مطلب سوائے مجھے مارنے کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

خلافت سے معزول ہونے کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ اگر یہ لوگ موچنوں سے میری بوٹیاں کر دیں تو یہ مجھے منظور، مگر خلافت سے میں جدا نہیں ہو سکتا۔

باقی رہی تیسری بات کہ پھر یہ لوگ اپنے آدمی چاروں طرف بھیجیں گے کہ کوئی میری بات نہ مانیں۔ سو میں خدا کی طرف سے ذمہ دار نہیں ہوں اگر یہ لوگ ایک امر خلاف شریعت کرنا چاہتے ہیں تو کریں پہلے بھی جب انہوں نے میری بیعت کی تھی تو میں نے ان پر جبر نہیں کیا تھا۔ جو شخص عہد توڑنا چاہتا ہے میں اس کے اس فعل پر راضی نہیں نہ خدا تعالےٰ راضی ہے۔ ہاں وہ اپنی طرف سے جو چاہے کرے۔

چونکہ حج کے دن قریب آرہے تھے اور چاروں طرف سے لوگ مکہ مکرمہ میں جمع ہو رہے تھے حضرت عثمانؓ نے اس خیال سے کہ کہیں وہاں بھی کوئی فساد نہ کھڑا کریں اور اس خیال سے بھی کہ حج کے لئے بھی جمع ہونے والے مسلمانوں میں اہل مدینہ کی مدد کی تحریک کریں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو حج کا امیر بنا کر روانہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی عرض کی کہ ان لوگوں سے جہاد کرنا مجھے پسند ہے مگر حضرت عثمانؓ نے ان کو مجبور کیا کہ وہ حج کے لئے جاویں اور حج کے ایام میں امیر حج کا کام کریں۔ تاکہ مفسد وہاں اپنی شرارت نہ پھیلا سکیں اور وہاں جمع ہونے والے لوگوں میں بھی مدینہ کے لوگوں کی مدد کی تحریک کی جاوے۔ اور مذکورہ بالا خط آپ ہی کے ہاتھ روانہ کیا۔ جب ان خطوں کا ان مفسدوں کو علم ہوا تو انہوں نے اور بھی سختی کرنی شروع کر دی۔ اور اس بات کا موقعہ تلاش کرنے لگے کہ کسی طرح لڑائی کا کوئی بہانہ مل جاوے تو حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیں، مگر انکی تمام کوششیں فضول جاتی تھیں، اور حضرت عثمانؓ انکو کوئی موقعہ شرارت کا ملنے نہ دیتے تھے۔

مفسدوں کا حضرت عثمانؓ کے گھر میں پتھر پھینکنا

آخر تنگ آکر یہ تدبیر سوجھی کہ جب رات پڑتی اور لوگ سو جاتے، حضرت عثمانؓ کے گھر میں پتھر پھینکتے، اور اس طرح اہل خانہ کو اشتعال دلاتے تاکہ جوش میں آکر وہ بھی پتھر پھینکیں تو لوگوں کو کہہ سکیں کہ انہوں نے ہم پر حملہ کیا ہے، اس لئے ہم جواب دینے پر مجبور ہیں۔ مگر حضرت عثمانؓ نے اپنے اہل خانہ کو جواب دینے سے روک دیا۔ ایک دن موقعہ پاکر اپنی دیوار کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے لوگو میں تو تمہارے نزدیک تمہارا گنہگار ہوں، مگر دوسرے لوگوں نے کیا قصور کیا ہے۔ تم پتھر پھینکتے ہو تو دوسروں کو بھی چوٹ لگنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ انہوں نے صاف انکار کر دیا کہ ہم نے پتھر نہیں پھینکے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اگر تم نہیں پھینکتے تو اور کون پھینکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ خدا پھینکتا ہو گا۔ (نعوذ باللہ من ذلک) حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تم لوگ جھوٹ بولتے ہو۔ اگر خدا تعالےٰ ہم پر پتھر پھینکتا تو اس کا کوئی پتھر خطا نہ جاتا لیکن تمہارے پھینکے ہوئے پتھر تو ادھر ادھر بھی جا پڑتے

ہیں۔ یہ فرماکر آپ ان کے سامنے سے ہٹ گئے۔

فتنہ فرو کرنے میں صحابہ کی مساعی جمیلہ

گو صحابہؓ کو اب حضرت عثمانؓ کے پاس جمع ہونیکا موقعہ نہ دیا جاتا تھا، مگر پھر بھی وہ اپنے فرض سے غافل نہ تھے۔ مصلحتِ وقت کے ماتحت انہوں نے دو حصوں میں اپنا کام تقسیم کیا ہوا تھا۔ جو سن رسیدہ تھے اور جن کا اخلاقی اثر عوام پر زیادہ تھا وہ تو اپنے اوقات کو لوگوں کے سمجھانے پر صرف کرتے اور جو لوگ ایسا کوئی اثر نہ رکھتے تھے یا نوجوان تھے وہ حضرت عثمانؓ کی حفاظت کی کوشش میں لگے رہتے۔

اوّل الذکر جماعت میں سے حضرت علیؓ اور حضرت سعد بن وقاص فاتح فارس فتنہ کے کم کرنے میں سب سے زیادہ کوشاں تھے، خصوصاً حضرت علیؓ تو اس فتنہ کے ایام میں اپنے تمام کام چھوڑ کر اس کام میں لگ گئے تھے۔ چنانچہ ان واقعات کی رویت کے گواہوں میں سے ایک شخص عبدالرحمٰن نامی بیان کرتا ہے کہ ان ایام فتنہ میں میں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ نے اپنے تمام کام چھوڑ دیئے تھے اور حضرت عثمانؓ کے دشمنوں کا غضب ٹھنڈا کرنے اور آپ کی تکالیف دور کرنے کی فکر میں ہی رات دن لگے رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپ تک پانی پہنچنے میں کچھ دیر ہوئی تو حضرت طلحہؓ پر جن کے سپرد یہ کام تھا آپ سخت ناراض ہوئے اور اس وقت تک آرام نہ کیا جب تک پانی حضرت عثمانؓ کے گھر میں پہنچ نہ گیا۔

دوسرا گروہ ایک ایک دو دو کر کے جس جس وقت موقعہ ملتا تھا، تلاش کر کے حضرت عثمانؓ یا آپ کے ہمسایہ گھروں میں جمع ہونا شروع ہوا اور اس نے اس امر کا پختہ ارادہ کر لیا کہ ہم اپنی جانیں دے دیں گے، مگر حضرت عثمانؓ کی جان پر آنچ نہ آنے دیں گے۔ اس گروہ میں حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی اولاد کے سوائے خود صحابہ میں سے بھی ایک جماعت شامل تھی۔ یہ لوگ رات اور دن حضرت عثمانؓ کے مکان کی حفاظت کرتے تھے اور آپ تک کسی دشمن کو پہنچنے نہ دیتے تھے۔ اور گو یہ قلیل تعداد اس قدر کثیر لشکر کا مقابلہ تو نہ کر سکتی تھی، مگر چونکہ باغی چاہتے تھے کوئی بہانہ رکھ کر حضرت عثمانؓ کو قتل کریں، وہ بھی اس قدر زور نہ دیتے تھے۔

اس وقت کے حالات سے حضرت عثمانؓ کی اسلامی خیرخواہی پر جو روشنی پڑتی ہے اس سے عقل دنگ رہ جاتی ہے تین ہزار کے قریب لشکر آپ کے دروازہ کے سامنے پڑا ہے اور کوئی تدبیر اس سے بچنے کی نہیں۔ مگر جو لوگ آپ کے بچانے کی کوشش کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو بھی آپ روکتے ہیں کہ جاؤ اپنی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈالو۔ ان لوگوں کو صرف مجھ سے عداوت ہے تم سے کوئی تعرض نہیں۔ آپ کی آنکھ اس وقت کو دیکھ رہی تھی جبکہ اسلام ان مفسدوں کے ہاتھوں سے ایک عظیم الشان خطرہ میں ہوگا۔ اور صرف ظاہری اتحاد ہی نہیں بلکہ روحانی انتظام بھی پراگندہ ہونے کے قریب ہو جاوے گا۔ اور آپ جانتے تھے کہ اس وقت اسلام کی حفاظت اور اس کے قیام کے لئے ایک ایک صحابی کی ضرورت ہوگی۔ پس آپ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کی جان کی بے فائدہ کوشش میں صحابہ کی جانیں جائیں اور سب کو یہی نصیحت کرتے تھے کہ ان لوگوں سے تعرض نہ کرو۔ اور چاہتے تھے کہ جہاں تک ہو سکے آئندہ فتنوں کو دور کرنے کے لئے وہ جماعت محفوظ رہے جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت اُٹھائی ہے۔ مگر باوجود آپ کے سمجھانے کے جن صحابہ کو آپ کے گھر تک پہنچنے کا موقعہ مل جاتا وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرتے اور آئندہ کے خطرات پر موجودہ خطرہ کو مقدم رکھتے اور اگر ان کی جانیں محفوظ تھیں تو محض اس لئے کہ ان لوگوں کو جلدی کی کوئی ضرورت نہ معلوم ہوتی تھی اور بہانہ کی تلاش تھی۔ لیکن وہ وقت بھی آخر آگیا جبکہ زیادہ انتظار کرنا ناممکن ہو گیا۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ کا وہ دل کو ہلا دینے والا پیغام جو آپ نے حج پر جمع ہونے والے مسلمانوں کو بھیجا تھا حجاج کے مجمع میں سنا دیا گیا تھا۔ اور وادی مکہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس کی آواز سے گونج رہی تھی اور حج پر جمع ہونے والے مسلمانوں نے فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ وہ حج کے بعد جہاد کے ثواب سے بھی محروم نہ رہیں گے اور مصری مفسدوں اور ان کے ساتھیوں کا قلع قمع کر کے چھوڑیں گے۔ مفسدوں کے جاسوسوں نے انہیں اس ارادہ کی اطلاع دے دی تھی اور اب ان کے کیمپ میں سخت گھبراہٹ کے آثار تھے۔ حتیٰ کہ ان میں چہ میگوئیاں ہونے لگی تھیں کہ اب اس شخص کو قتل کئے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اور اگر ہم نے قتل نہ کیا

تو مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہمارے قتل میں کوئی شبہ نہیں ۔

اس گھبراہٹ کو اس خبر نے اور بھی دوبالا کر دیا کہ شام اور کوفہ اور بصرہ میں بھی حضرت عثمانؓ کے خطوط پہنچ گئے ہیں اور وہاں کے لوگ جو پہلے سے ہی حضرت عثمانؓ کے احکام کے منتظر تھے ان کے خطوط کے پہنچنے پر اور بھی جوش سے بھر گئے ہیں اور صحابہ نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے مسجدوں اور مجلسوں میں تمام مسلمانوں کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلا کر ان مفسدوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دے دیا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں، جس نے آج جہاد نہ کیا اس نے گویا کچھ بھی نہ کیا۔ کوفہ میں عقبہ بن عمر و عبداللہ بن ابی اوفیٰ اور حنظلہ بن ربیع اور دیگر صحابہ کرام نے لوگوں کو اہل مدینہ کی مدد کے لئے ابھارا ہے، تو بصرہ میں عمران بن حصین، انس بن مالک، ہشام بن عامر اور دیگر صحابہ نے شام میں اگر عبادہ بن صامت،[1] ابو امامہ اور دیگر صحابہ نے حضرت عثمانؓ کی آواز پر لبیک کہنے پر لوگوں کو اکسایا ہے تو مصر میں خارجہ و دیگر لوگوں نے اور سب ملکوں سے فوجیں اکٹھی ہو کر مدینہ کی طرف بڑھی چلی آتی ہیں[2] ۔

حضرت عثمانؓ کے گھر پر مفسدوں کا حملہ

غرض ان خبروں سے باغیوں کی گھبراہٹ اور بھی بڑھ گئی ۔ آخر حضرت عثمانؓ کے گھر پر حملہ کر کے بزور اندر داخل ہونا چاہا۔ صحابہؓ نے مقابلہ کیا اور آپس میں سخت جنگ ہوئی ۔ گو صحابہ کم تھے مگر انکی ایمانی غیرت انکی کمی کی تعداد کو پورا کر رہی تھی ۔ جس جگہ لڑائی ہوئی، یعنی حضرت عثمانؓ کے گھر کے سامنے، وہاں جگہ بھی تنگ تھی، اسلئے بھی مفسد اپنی کثرت سے زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکے۔ حضرت عثمانؓ کو جب اس لڑائی کا علم ہوا تو آپ نے صحابہ کو لڑنے سے منع کیا مگر وہ اس وقت حضرت عثمانؓ کو اکیلا چھوڑ دینا ایمان داری کے خلاف اور اطاعت کے حکم کے متضاد خیال کرتے تھے اور باوجود حضرت عثمانؓ کو اللہ کی قسم دینے کے انہوں نے لوٹنے سے انکار کر دیا۔

حضرت عثمانؓ کا صحابہ کو وصیت کرنا

آخر حضرت عثمانؓ نے ڈھال ہاتھ میں پکڑی اور باہر تشریف لائے اور صحابہ کو اپنے مکان کے اندر لے گئے اور دروازے بند کروا دیئے اور آپ نے سب صحابہ اور انکے مددگاروں کو نصیحت کی کہ خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کو دنیا اس لئے نہیں دی کہ تم اس کی طرف جھک جاؤ، بلکہ اس لئے دی ہے کہ تم اس کے ذریعہ سے آخرت کے سامان جمع کرو۔ یہ دنیا تو فنا ہو جاویگی اور آخرت ہی باقی رہے گی پس چاہیئے کہ فانی چیز تم کو غافل نہ کرے۔ باقی رہنے والی چیز کو فانی ہو جانے والی چیز پر مقدم کرو، اور خدا تعالیٰ کی ملاقات کو یاد رکھو، اور جماعت کو پراگندہ نہ ہونے دو۔ اور اس نعمت الٰہی کو مت بھولو کہ تم ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والے تھے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے تم کو نجات دیکر بھائی بھائی بنا دیا۔ اس کے بعد آپ نے سب کو رخصت کیا اور کہا کہ خدا تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہو۔ تم سب اب گھر سے باہر جاؤ اور ان صحابہ کو بھی بلواؤ جن کو مجھ تک آنے نہیں دیا تھا خصوصاً حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیرؓ کو۔

یہ لوگ باہر آ گئے اور دوسرے صحابہ کو بھی بلوایا گیا۔ اسوقت کچھ ایسی کیفیت پیدا ہو رہی تھی اور ایسی افسردگی چھا رہی تھی کہ باغی بھی اس سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہے، اور کیوں نہ ہوتا، سب دیکھ رہے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلائی ہوئی ایک شمع اب اس دنیا کی عمر کو پوری کر کے، اس دنیا کے لوگوں کی نظر سے اوجھل ہونیوالی ہے غرض باغیوں نے زیادہ تعرض نہ کیا اور سب صحابہ جمع ہوئے جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ گھر کی دیوار پر چڑھے اور فرمایا میرے قریب ہو جاؤ۔ جب سب قریب ہو گئے تو فرمایا کہ اے لوگو بیٹھ جاؤ۔ اس پر صحابہ بھی اور مجلس کی ہیبت سے متأثر ہو کر باغی بھی بیٹھ گئے۔ جب سب بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ اہل مدینہ میں تم کو خدا تعالیٰ

---

[1] طبری کی روایت کے مطابق شام میں حضرت عثمان کی مدد کیلئے لوگوں میں جوش دلانے والے صحابہ میں حضرت ابو الدرداء انصاری بھی شامل تھے مگر دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت عثمان کی شہادت سے پہلے فوت ہو چکے تھے، جیسا کہ استیعاب اور اصابہ سے ثابت ہے اور یہی بات درست ہے، مگر جیسا پہلے ذکر ہو چکا ہے یہ بھی اپنے ایام زندگی میں اس فتنہ کو مٹانے میں کوشاں رہے ہیں ۔

[2] طبری مطبوعہ لندن صفحہ ۲۹۶

کے سپرد کرتا ہوں اور اس سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میرے بعد تمہارے لئے خلافت کا کوئی بہتر انتظام فرمائے آج کے بعد اس وقت تک کہ خدا تعالیٰ میرے لئے کوئی فیصلہ فرما دے میں باہر نہیں نکلوں گا اور میں کسی کو کوئی ایسا اختیار نہیں دے جاؤں گا کہ جس کے ذریعہ سے دین یا دنیا میں وہ تم پر حکومت کرے اور اس امر کو خدا تعالیٰ پر چھوڑ دوں گا کہ وہ جسے چاہے اپنے کام کے لئے پسند کرے اس کے بعد صحابہ و دیگر اہل مدینہ کو قسم دی کہ وہ آپ کی حفاظت کر کے اپنی جانوں کو خطرہ عظیم میں نہ ڈالیں اور اپنے گھروں کو چلے جاویں ۔

آپ کے اس حکم نے صحابہ میں ایک عظیم الشان اختلاف پیدا کر دیا۔ ایسا اختلاف کہ جس کی نظیر پہلے نہیں ملتی۔ صحابہ حکم ماننے کے سوا اور کچھ جانتے ہی نہ تھے مگر اس حکم کے ماننے میں ان میں سے بعض کو اطاعت نہیں غداری کی بو نظر آتی تھی بعض صحابہ نے تو اطاعت کے پہلو کو مقدم سمجھ کر بادل ناخواستہ آئندہ کے لئے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کا ارادہ چھوڑ دیا۔ اور غالباً انہوں نے سمجھا کہ ہمارا کام صرف اطاعت ہے یہ ہمارا کام نہیں ہے کہ ہم دیکھیں کہ اس حکم پر عمل کرنے کے کیا نتائج ہوں گے مگر بعض صحابہ نے حکم ماننے سے انکار کر دیا کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ بے شک خلیفہ کی اطاعت فرض ہے مگر جب خلیفہ یہ حکم دے کہ تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ۔ تو اس کے یہ معنے ہیں کہ خلافت سے وابستگی چھوڑ دو۔ پس یہ اطاعت درحقیقت بغاوت پیدا کرتی ہے۔ اور وہ یہ بھی دیکھتے تھے کہ حضرت عثمانؓ کا ان کو گھروں کو واپس کرنا ان کی جانوں کی حفاظت کیلئے تھا تو پھر کیا وہ ایسے محبت کرنے والے وجود کو خطرہ میں چھوڑ کر اپنے گھروں کو جا سکتے تھے اس موخر الذکر گروہ میں سب اکابر صحابہ شامل تھے چنانچہ باوجود اس حکم کے حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ کے لڑکوں نے اپنے اپنے والد کے حکم کے ماتحت حضرت عثمانؓ کی ڈیوڑھی پر ہی ڈیرہ جمائے رکھا اور اپنی تلواروں کو میانوں میں داخل نہ کیا۔

حاجیوں کی واپسی پر باغیوں کی گھبراہٹ

باغیوں کی گھبراہٹ اور جوش کی کوئی حد باقی نہ رہی جبکہ حج سے فارغ ہو کر آنے والے لوگوں سے اکے دکے مدینہ میں داخل ہونے لگے اور ان کو معلوم ہو گیا کہ اب ہماری قسمت کے فیصلہ کا وقت بہت قریب ہے ۔ چنانچہ مغیرہ بن الاخنس سب سے پہلے شخص تھے جو حج کے بعد ثواب جہاد کے لئے مدینہ میں داخل ہوئے اور ان کے ساتھ ہی یہ خبر باغیوں کو ملی کہ اہل بصرہ کا لشکر جو مسلمانوں کی امداد کے لئے آ رہا ہے صرار مقام پر جو مدینہ سے صرف ایک دن کے راستہ پر ہے، آ پہنچا ہے۔ ان خبروں سے متاثر ہو کر انہوں نے فیصلہ کیا کہ جس طرح ہو اپنے مدعا کو جلد پورا کیا جائے۔ اور چونکہ وہ صحابہ اور انکے ساتھی جنہوں نے باوجود حضرت عثمان کے منع کرنے کے حضرت عثمانؓ کی حفاظت نہ چھوڑی تھی، اور صاف کہہ دیا تھا کہ اگر ہم آپکو باوجود ہاتھوں میں طاقت مقابلہ ہونے کے چھوڑ دیں تو خدا تعالیٰ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ بوجہ اپنی قلت تعداد، اب مکان کے اندر کی طرف سے حفاظت کرتے تھے اور دروازہ تک پہنچنا باغیوں کیلئے مشکل نہ تھا۔ انہوں نے دروازہ کے سامنے لکڑیوں کے انبار جمع کر کے آگ لگا دی تاکہ دروازہ جل جاوے اور اندر پہنچنے کا راستہ مل جاوے۔ صحابہ نے اس بات کو دیکھا تو اندر بیٹھنا مناسب نہ سمجھا۔ تلواریں پکڑ پکڑ کر باہر نکلنا چاہا، مگر حضرت عثمان نے اس بات سے روکا اور فرمایا کہ گھر کو آگ لگانے کے بعد اب اور کونسی بات رہ گئی ہے۔ اب جو ہونا تھا ہو چکا، تم لوگ اپنی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈالو۔ اور اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ ان لوگوں کو صرف میری ذات سے عداوت ہے۔ مگر جلد یہ لوگ اپنے کئے پر پشیمان ہونگے۔ میں ہر ایک شخص کو جس پر میری اطاعت فرض ہے اسکے فرض سے سبکدوش کرتا ہوں۔ اور اپنا حق معاف کرتا ہوں۔ مگر صحابہ نے اور دیگر لوگوں نے اس بات کو تسلیم نہ کیا اور تلواریں پکڑ کر باہر نکلے۔ ان کے باہر نکلتے وقت حضرت ابوہریرہؓ بھی آ گئے اور باوجود اس کے کہ وہ فوجی آدمی نہ تھے وہ بھی ان کے ساتھ مل گئے۔ اور فرمایا کہ آج کے دن کی لڑائی سے بہتر اور کونسی لڑائی ہو سکتی ہے اور پھر باغیوں کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ "یا قوم مالی ادعوکم الی النجوۃ وتدعوننی الی النار"[2] یعنی اے میری قوم کیا بات ہے کہ میں تمکو نجات کیطرف بلاتا ہوں، اور تم لوگ مجھکو آگ کی طرف بلاتے ہو۔

صحابہ کی مفسدوں سے لڑائی

یہ لڑائی ایک خاص لڑائی تھی اور مٹھی بھر صحابہ جو اس وقت جمع

---

[1] طبری صفحہ ۳۰۱۲

[2] طبری مطبوعہ لندن صفحہ ۳۰۰۲

ہو سکے انہوں نے اس لشکر عظیم کا مقابلہ جان توڑ کر کیا حضرت امام حسن جو نہایت صلح جو بلکہ صلح کے شہزادے تھے انہوں نے بھی اس دن رجز پڑھ پڑھ کر دشمن پر حملہ کیا۔ ان کا اور محمد بن طلحہ کا اُس دن کا رجز خاص طور پر قابل ذکر ہے کیونکہ ان سے اُن کے دلی خیالات کا خوب اندازہ ہو جاتا ہے۔

حضرت امام حسنؓ یہ شعر پڑھ کر باغیوں پر حملہ کرتے تھے۔

لا دینھم دینی و لا انا منھم ٭ حتی اسیر الی جبال شمام

یعنی ان لوگوں کا دین میرا دین نہیں اور نہ ان لوگوں سے میرا تعلق ہے۔ میں ان سے اُس وقت تک لڑوں گا کہ شمام پہاڑ کی چوٹی تک پہنچ جاؤں۔ شمام عرب کا ایک پہاڑ ہے جس کی بلندی پر پہنچنے اور مقصد کے حصول سے مشابہت دیتے ہیں۔ اور امام حسنؓ کا یہ مطلب ہے کہ جب تک میں اپنے مدعا کو نہ پہنچ جاؤں اس وقت تک میں برابر ان سے لڑتا رہوں گا اور اُن سے صلح نہ کروں گا کیونکہ کہ ہم میں کوئی معمولی اختلاف نہیں کہ بغیر ان پر فتح پانے کے ہم ان سے تعلق قائم کر لیں یہ تو وہ خیالات ہیں جو اس شہزادہ صلح کے دل میں موجزن تھے۔ اب ہم طلحہؓ کے لڑکے محمد کا رجز لیتے ہیں وہ کہتے ہیں۔

انا ابن حامی علیہ باحد ٭ و رد احزابا علی رغم معد

یعنی میں اُس کا بیٹا ہوں جس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اُحد کے دن کی تھی اور جس نے باوجود اس کے کہ عربوں نے سارا زور لگایا تھا ان کو شکست دے دی تھی۔ یعنی آج بھی احد کی طرح کا ایک واقعہ ہے اور جس طرح میرے والد نے اپنے ہاتھ کو تیروں سے چھلنی کروا لیا تھا۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو آنچ نہ آنے دی تھی میں بھی ایسا ہی کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی اس لڑائی میں شریک ہوئے اور بری طرح زخمی ہوئے۔ مروان بھی سخت زخمی ہوا اور موت تک پہنچ کر لوٹا۔ مغیرہ بن الاخنس مارے گئے جس شخص نے ان کو مارا تھا اس نے یہ دیکھ کر کہ آپ زخمی ہی نہیں ہوئے بلکہ مارے گئے ہیں زور سے کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سردار لشکر نے اُسے ڈانٹا کہ اس خوشی کے موقعہ پر افسوس کا اظہار کرتے ہو۔ اُس نے کہا کہ آج رات میں نے رؤیا میں دیکھا تھا کہ ایک شخص کہتا ہے مغیرہ کے قاتل کو دوزخ کی خبر دو۔ بس یہ معلوم کر کے کہ میں ہی اُس کا قاتل ہوں مجھے

اس کا صدمہ ہونا لازمی تھا۔

مذکورہ بالا لوگوں کے سوا اور لوگ بھی زخمی ہوئے اور مارے گئے اور حضرت عثمانؓ کی حفاظت کرنے والی جماعت اور بھی کم ہو گئی لیکن اگر باغیوں نے باوجود آسمانی انذار کے اپنی ضد نہ چھوڑی اور خدا کی محبوب جماعت کا مقابلہ جاری رکھا تو دوسری طرف مخلصین نے بھی اپنے ایمان کا اعلیٰ نمونہ دکھانے میں کمی نہ کی۔ باوجود اسکے کہ اکثر محافظ مارے گئے یا زخمی ہو گئے پھر بھی ایک قلیل گروہ برابر دروازہ کی حفاظت کرتا رہا۔

چونکہ باغیوں کو بظاہر غلبہ حاصل ہو چکا تھا، انہوں نے آخری حیلہ کے طور پر پھر ایک شخص کو حضرت عثمانؓ کی طرف بھیجا کہ وہ خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر خود دست بردار ہو جاویں گے تو مسلمانوں کو انہیں سزا دینے کا کوئی حق اور موقع نہ رہیگا۔ حضرت عثمانؓ کے پاس جب پیغامبر پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو جاہلیت میں بھی بدیوں سے پرہیز کیا ہے! اور اسلام میں بھی اسکے احکام کو نہیں توڑا۔ میں کیوں اور کس جرم میں اس عہدہ کو چھوڑ دوں جو خدا تعالےٰ نے مجھے دیا ہے۔ میں تو اس قمیص کو کبھی نہیں اتاروں گا جو خدا تعالےٰ نے مجھے پہنائی ہے۔ وہ شخص یہ جواب سنکر واپس آ گیا اور اپنے ساتھیوں سے ان الفاظ میں آ کر مخاطب ہوا، خدا کی قسم ہم سخت مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔ خدا کی قسم مسلمانوں کی گرفت سے عثمان کو قتل کرنے کے سوائے ہم بچ نہیں سکتے (کیونکہ اس صورت میں حکومت تہ و بالا ہو جائے گی۔ اور انتظام بگڑ جاویگا اور کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا) اور اس کا قتل کرنا کسی طرح جائز نہیں۔

اس شخص کے یہ فقرات نہ صرف ان لوگوں کی گھبراہٹ پر دلالت کرتے ہیں بلکہ اس امر پر بھی دلالت کرتے ہیں کہ اسوقت تک بھی حضرت عثمانؓ نے کوئی ایسی بات پیدا نہ ہونے دی تھی، جسے یہ لوگ بطور بہانہ استعمال کر سکیں اور اپنے دل میں محسوس کرتے تھے کہ حضرت عثمان کا قتل کسی صورت میں جائز نہیں۔

عبداللہ بن سلام کا مفسدوں کو نصیحت کرنا

جبکہ یہ لوگ حضرت عثمانؓ کے قتل کا منصوبہ کر رہے تھے حضرت عبداللہ بن سلام جو بحالت کفر بھی اپنی قوم میں نہایت معزز تھے اور جن کو یہود اپنا سردار مانتے تھے اور عالم بے بدل جانتے تھے تشریف لائے اور دروازہ پر کھڑے ہو کر ان لوگوں کو نصیحت کرنی شروع کی اور حضرت عثمانؓ کے قتل سے انکو منع فرمایا کہ اے قوم خدا کی تلوار کو اپنے اوپر نہ کھینچو۔ خدا کی قسم اگر تم نے

تلوار کھینچی تو پھر اسے میان میں کرنیکا موقعہ نہ ملیگا۔ ہمیشہ مسلمانوں میں لڑائی جھگڑا ہی جاری رہیگا۔ عقل کرو آج تم پر حکومت صرف کوڑے کیساتھ کی جاتی ہے (عموماً حدود شرعیہ میں کوڑے کی سزا دیجاتی ہے) اور اگر تم نے اس شخص کو قتل کر دیا تو حکومت کا کام بغیر تلوار کے نہ چلیگا۔ (یعنی چھوٹے چھوٹے جرموں پر لوگوں کو قتل کیا جادیگا) یاد رکھو کہ اس وقت مدینہ کے محافظ ملائکہ ہیں۔ اگر تم اسکو قتل کر دوگے تو ملائکہ مدینہ کو چھوڑ جائیں گے۔ اس نصیحت سے ان لوگوں نے یہ فائدہ اٹھایا کہ عبداللہ بن سلام صحابی رسول کریم صلعم کو دھتکار دیا اور انکے پہلے دین کا طعنہ دیکر کہا کہ اے یہود کے بیٹے تجھے ان کاموں سے کیا تعلق، افسوس کہ ان لوگوں کو یہ تو یاد رہا کہ عبداللہ بن سلام یہود کے بیٹے تھے۔ لیکن یہ بھول گیا کہ آپ رسول کریم صلعم کے ہاتھ پر ایمان لائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکے ایمان لانے پر نہایت خوشی کا اظہار کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ہر ایک مصیبت اور دکھ میں آپ شریک ہوئے۔ اور اسیطرح یہ بھی بھول گیا کہ ان کا لیڈر اور انکا ورغلانے والا حضرت علی کو رسول کریم صلعم کا وصی قرار دیکر حضرت عثمان کے مقابلہ پر کھڑا کرنیوالا عبداللہ بن سبا بھی یہود کا بیٹا تھا بلکہ خود یہودی تھا اور صرف ظاہر میں اسلام کا اظہار کر رہا تھا۔

مفسدوں کا حضرت عثمان رض کو قتل کرنا

حضرت عبداللہ بن سلام تو ان لوگوں سے مایوس ہو کر چلے گئے اور ادھر ان لوگوں نے یہ دیکھکر کہ دروازہ کی طرف سے جا کر حضرت عثمان کو قتل کرنا مشکل ہے کیونکہ اسطرف تھوڑے بہت جو لوگ بھی روکنے والے موجود ہیں وہ مرنے مارنے پر تلے ہوئے ہیں، یہ فیصلہ کیا کہ کسی ہمسایہ کے گھر کی دیوار پھاند کر حضرت عثمان کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس ارادے سے چند لوگ ایک ہمسایہ کی دیوار پھاند کر آپکے کمرہ میں گھس گئے۔ جب اندر گھسے تو حضرت عثمان رض قرآن کریم پڑھ رہے تھے اور جب سے کہ محاصرہ ہوا تھا رات اور دن آپ کا یہی شغل تھا کہ نماز پڑھتے یا قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور اسکے سوائے اور کسی کام کی طرف توجہ نہ کرتے اور ان دنوں میں صرف آپنے ایک کام کیا اور وہ یہ کہ ان لوگوں کے گھر میں داخل ہونیسے پہلے آپنے دو آدمیوں کو خزانہ کی حفاظت کیلئے مقرر کیا۔ کیونکہ جیسا کہ ثابت ہے اس دن رات کو رویا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپکو نظر آئے اور فرمایا کہ عثمان آج شام کو روزہ ہمارے ساتھ کھولنا۔ اس رویا سے آپکو یقین ہو گیا تھا کہ آج میں شہید ہو جاؤنگا۔ پس آپنے اپنی ذمہ داری کا خیال کر کے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ خزانہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر پہرہ دیں، تاکہ شور و شر میں کوئی شخص خزانہ کو لوٹنے کی کوشش نہ کرے۔

واقعات شہادت حضرت عثمان رض

غرض جب یہ لوگ اندر پہنچے تو حضرت عثمان رض کو قرآن کریم پڑھتے پایا۔ ان حملہ آوروں میں محمد بن ابی بکر بھی تھے۔ اور بوجہ اپنے اقتدار کے جو ان لوگوں پر انکو حاصل تھا اپنا فرض سمجھتے تھے کہ ہر ایک کام میں آگے ہوں۔ چنانچہ انہوں نے بڑھکر حضرت عثمان کی ڈاڑھی پکڑ لی اور زور سے جھٹکا دیا۔ حضرت عثمان رض نے انکے اس فعل پر صرف اسقدر فرمایا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے! اگر تیرا باپ (حضرت ابوبکر رض) اسوقت ہوتا تو کبھی ایسا نہ کرتا۔ تجھے کیا ہوا۔ تو خدا کیلئے مجھ پر ناراض ہے۔ کیا اسکے سوا تجھے مجھ پر کوئی غصہ ہے کہ تجھ سے میں نے خدا کے حقوق ادا کروائے ہیں۔ اس پر محمد بن ابی بکر شرمندہ ہو کر واپس لوٹ گئے۔ لیکن دوسرے شخص وہیں رہے۔ اور چونکہ اس رات البصرہ کے لشکر کی مدینہ میں داخل ہو جانیکی یقینی خبر آچکی تھی اور یہ موقعہ ان لوگوں کیلئے آخری موقعہ تھا۔ ان لوگوں نے فیصلہ کر لیا کہ بغیر اپنا کام کیئے واپس نہ لوٹیں گے۔ اور ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور ایک لوہے کی سیخ حضرت عثمان رض کے سر پر ماری۔ اور پھر حضرت عثمان رض کے سامنے جو قرآن کریم دھرا ہوا تھا اسکو لات مار کر پھینکدیا۔ قرآن کریم لڑھک کر حضرت عثمان کے پاس آگیا اور آپ کے سر پر سے خون کے قطرات گر کر اس پر آپڑے۔ قرآن کریم کی بے ادبی تو کسی نے کیا کرنی ہے مگر ان لوگوں کے تقوٰی اور دیانت کا پردہ اس واقعہ سے اچھی طرح فاش ہو گیا۔

جس آیت پر آپ کا خون گرا وہ ایک زبردست پیشگوئی تھی جو اپنے وقت پر جا کر اس شان سے پوری ہوئی کہ سخت دل سے سخت دل آدمی نے اسکے خونی حروف کی جھلک کو دیکھکر خوف سے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ وہ آیت یہ تھی فسیکفیکھم اللّٰہ وھو السمیع العلیم اللہ تعالٰی ضرور ان سے تیرا بدلہ لیگا اور وہ بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اس کے بعد ایک اور شخص سودان نامی آگے بڑھا اور اسنے تلوار سے آپ پر حملہ کرنا چاہا۔ پہلا وار کیا تو آپ نے اپنے ہاتھوں سے اسکو روکا اور آپکا ہاتھ کٹ گیا۔ اس پر آپنے فرمایا کہ خدا تعالٰی کی قسم یہ وہ ہاتھ ہے جسنے سب سے پہلے قرآن کریم لکھا تھا۔ اسکے بعد پھر اس نے دوسرا وار کر کے آپکو قتل کرنا چاہا تو آپکی بیوی نائلہ وہاں آگئیں اور اپنے آپکو بیچ میں کھڑا کر دیا۔ مگر اس شقی نے ایک عورت پر وار کرنے سے بھی دریغ نہ کیا اور وار کر دیا۔ جس سے آپکی بیوی کی انگلیاں کٹ گئیں اور وہ علیحدہ

ہو گئیں۔ پھر اُس نے ایک وار حضرت عثمانؓ پر کیا اور آپکو سخت زخمی کر دیا اس کے بعد اُس شقی نے یہ خیال کر کے کہ ابھی جان نہیں نکلی شاید بچ جاویں اُسی وقت جبکہ زخموں کے صدموں سے آپ بیہوش ہو چکے تھے اور شدت درد سے تڑپ رہے تھے آپ کا گلا پکڑ کر گھونٹنا شروع کیا اور اُس وقت تک آپ کا گلا نہیں چھوڑا جب تک آپ کی روح جسم خاکی سے پرواز کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو لبیک کہتی ہوئی عالم بالا کو پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پہلے حضرت عثمانؓ کی بیوی اس نظارہ کی ہیبت سے متاثر ہو کر بول نہ سکیں لیکن آخر انہوں نے آواز دی اور وہ لوگ جو دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے اندر کی طرف دوڑے مگر اب فضول تھی جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا تھا حضرت عثمانؓ کے ایک آزاد کردہ غلام نے سودان کے ہاتھ میں خون آلود تلوار دیکھ کر جس نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا تھا نہ رہا گیا اور اس نے آگے بڑھ کر اس شخص کا تلوار سے سر کاٹ دیا اس پر اُس کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے اُس کو قتل کر دیا اب اسلامی حکومت کا تخت خلیفہ سے خالی ہو گیا۔ اہل مدینہ نے مزید کوشش فضول سمجھی اور ہر ایک اپنے اپنے گھر جا کر بیٹھ گیا ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو مار کر گھر پر دست تعدی دراز کرنا شروع کیا حضرت عثمانؓ کی بیوی نے چاہا کہ اس جگہ سے ہٹ جاویں تو ان کے لوٹتے ان میں سے ایک کمبخت نے اپنے ساتھیوں سے کہا دیکھو اس کے سرین ...... کیسے موٹے ہیں۔

بیشک ایک حیادار آدمی کیلئے خواہ وہ کسی مذہب کا پیرو کیوں نہ ہو اس بات کا باور کرنا بھی مشکل ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت سابق صحابی، آپ کے داماد، تمام اسلامی ممالک کے بادشاہ اور پھر خلیفہ وقت کو یہ لوگ ابھی ابھی مار کر فارغ ہوئے تھے، ایسے گندے خیالات کا ان لوگوں نے اظہار کیا ہو۔ لیکن ان لوگوں کی بے حیائی ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ کسی قسم کی بداعمالی بھی ان سے بعید نہ تھی۔ یہ لوگ کسی نیک مدعا کو لیکر کھڑے نہیں ہوئے تھے، نہ انکی جماعت نیک آدمیوں کی جماعت تھی ان میں سے بعض عبد اللہ بن سبا یہودی کے فریب خوردہ اور اسکی عجیب وغریب مخالف اسلام تعلیموں کے دلدادہ تھے۔ کچھ حد سے بڑھی ہوئی سوشلزم بلکہ بولشوزم کے فریفتہ تھے۔ کچھ سزا یافتہ مجرم تھے جو اپنا دیرینہ بغض نکالنا چاہتے تھے۔ کچھ لٹیرے اور ڈاکو تھے جو اس فتنہ میں اپنی تمنیات کی راہ دیکھتے تھے۔

پس انکی بے حیائی قابل تعجب نہیں۔ بلکہ یہ لوگ اگر ایسی حرکات نہ کرتے تب تعجب کا مقام تھا۔

جب یہ لوگ لوٹ مار کر رہے تھے ایک اور آزاد کردہ غلام سے حضرت عثمانؓ کے گھر والوں کی چیخ و پکار سنکر نہ رہا گیا اور اس نے حملہ کر کے اس شخص کو قتل کر دیا جس نے پہلے غلام کو مارا تھا۔ اس پر ان لوگوں نے اُسے بھی قتل کر دیا، اور عورتوں کے جسم پر سے بھی زیور اتار لئے اور ہنسی ٹھٹھا کرتے ہوئے گھر سے نکل گئے۔

باغیوں کا بیت المال کو لُوٹنا

اس کے بعد ان لوگوں نے اپنے ساتھیوں میں عام منادی کرا دی کہ بیت المال کی طرف چلو اور اس میں جو کچھ ہو لوٹ لو۔ چونکہ بیت المال میں سوائے روپیہ کی دو تھیلیوں کے اور کچھ نہ تھا محافظوں نے یہ دیکھکر کہ خلیفہ وقت شہید ہو چکا ہے اور ان لوگوں کا مقابلہ کرنا فضول ہے، آپس میں یہ فیصلہ کیا کہ یہ جو کچھ کرتے ہیں انکو کرنے دو، اور بیت المال کی کنجیاں پھینک کر چلے گئے۔ چنانچہ انہوں نے بیت المال کو جا کر کھولا اور اس میں جو کچھ تھا لوٹ لیا۔ اور اس طرح ہمیشہ کیلئے اس امر کی صداقت پر مہر لگا دی کہ یہ لوگ ڈاکو اور لٹیرے ہیں۔ اور انکو اسلام اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ وہ لوگ جو حضرت عثمانؓ پر یہ اعتراض دھرتے تھے کہ آپ غیر مستحقین کو روپیہ دیدیتے ہیں حضرت عثمان کی شہادت کے بعد سب سے پہلا کام یہ کرتے ہیں کہ پہلے آپکا گھر لوٹتے ہیں اور پھر بیت المال۔ مگر خدا تعالیٰ نے انکی آرزؤں کو اس معاملہ میں بھی پورا نہ ہونے دیا۔ کیونکہ بیت المال میں اسوقت سوائے چند روپوں کے جو انکی حرص کو پورا نہ کر سکتے تھے اور کچھ نہ تھا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت پر صحابہ کا جوش

حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر جب صحابہ کو پہنچی تو انکو سخت صدمہ ہوا۔ حضرت زبیرؓ نے جب یہ خبر سنی تو فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اے خدا عثمانؓ پر رحم کر اور اسکا بدلہ لے، اور جب ان سے کہا گیا کہ اب وہ لوگ شرمندہ ہیں اور اپنے کئے پر پشیمان ہو رہے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ یہ منصوبہ بازی تھی اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وحیل بینھم وبین ما یشتھون۔ خدا تعالیٰ نے انکی آرزؤں کے پورا ہونے میں روکیں ڈال دی تھیں یعنی جو کچھ یہ لوگ چاہتے تھے چونکہ اب پورا ہوتا نظر نہیں آتا۔ کل عالم اسلامی کو اپنے خلاف جوش میں دیکھ رہے

ہیں، اسلئے اظہار ندامت کرتے ہیں۔ جب حضرت طلحہ کو خبر ملی تو آپ نے بھی یہی فرمایا کہ خدا تعالےٰ عثمانؓ پر رحم فرمادے۔ اور اس کا اور اسلام کا بدلہ ان لوگوں سے لے۔ جب ان سے کہا گیا کہ اب تو وہ لوگ نادم ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ان پر ہلاکت ہو اور یہ آیت کریمہ پڑھی۔ فلا یستطیعون توصیۃ ولا الی اھلھم یرجعون۔ انکو وصیت کرنیکی بھی توفیق نہ ملے گی۔ اور وہ اپنے اہل وعیال کی طرف واپس نہ لوٹ سکیں گے۔

اسی طرح جب حضرت علیؓ کو اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عثمانؓ پر رحم فرمادے، اور انکے بعد ہمارے لئے کوئی بہتر جانشین مقرر فرمادے۔ اور جب ان سے بھی کہا گیا کہ اب تو وہ لوگ بہت شرمندہ ہیں تو آپنے یہ آیت کریمہ پڑھی کمثل الشیطٰن اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بریٓء منک انی اخاف اللہ رب العٰلمین۔ یعنی انکی مثال اس شیطان کی ہے جو لوگوں کو کہتا ہے کفر کرو، جب وہ کفر اختیار کر لیتے ہیں تو پھر کہتا ہے کہ میں تجھ سے بیزار ہوں میں تو خدا سے ڈرتا ہوں۔ جب ان لشکروں کو جو حضرت عثمانؓ کی مدد کیلئے آرہے تھے معلوم ہوا کہ آپ شہید ہو گئے ہیں، تو وہ مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہی سے لوٹ گئے۔ اور مدینہ کے اندر داخل ہونا انہوں نے پسند نہ کیا کیونکہ انکے جانیسے حضرت عثمانؓ کی تو کوئی مدد نہ ہو سکتی تھی، اور خطرہ تھا کہ فساد زیادہ نہ بڑھ جائے اور مسلمان عام طور پر بلا امام کے لڑنا بھی پسند نہ کرتے تھے۔

اب مدینہ انہیں لوگوں کے قبضہ میں رہ گیا اور ان ایام میں ان لوگوں نے جو حرکات کیں وہ نہایت حیرت انگیز ہیں۔ حضرت عثمانؓ کو شہید تو کر چکے تھے انکی نعش کے دفن کرنے پر بھی انکو اعتراض ہوا، اور تین دن تک آپکو دفن نہ کیا جا سکا آخر صحابہ کی ایک جماعت نے ہمت کر کے رات کے وقت آپکو دفن کیا ان لوگوں نے راستہ میں بھی انہوں نے روکیں ڈالیں لیکن بعض لوگوں نے سختی سے انکا مقابلہ کرنے کی دھمکی دی تو دب گئے۔ حضرت عثمانؓ کے دونوں غلاموں کی لاشوں کو باہر جنگل میں نکال کر ڈالدیا اور کتوں کو کھلا دیا۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

واقعات متذکرہ کا خلاصہ اور نتائج

یہ وہ صحیح واقعات ہیں جو حضرت عثمانؓ کے آخری ایام خلافت میں ہوئے انکے معلوم کرنیکے بعد کوئی شخص یہ گمان بھی نہیں کر سکتا کہ حضرت عثمانؓ یا صحابہؓ کا ان فسادات میں کچھ دخل تھا۔ حضرت عثمانؓ نے جس محبت اور جس اخلاص اور جس بردباری سے اپنی خلافت کے آخری چھ سال میں کام لیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ خدائے پاک کے نبیوں کے سوائے اور کسی جماعت میں ایسی مثال نہیں مل سکتی۔ وہ بے لوث مسند خلافت پر بیٹھے اور بے لوث ہی اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ ایسے خطرناک اوقات میں جبکہ بڑے صابر کا خون بھی جوش میں آجاتا ہے آپنے ایسا رویہ اختیار کیا کہ آپکے خون کے پیاسے آپکے قتل کیلئے کوئی کمزور سے کمزور بہانہ بھی تلاش نہ کر سکے اور آخر اپنے ظالم ہونے اور حضرت عثمانؓ کے بری ہونیکا اقرار کرتے ہوئے انہیں آپ پر تلوار اٹھانی پڑی۔

اسیطرح ان واقعات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ صحابہؓ کو حضرت عثمانؓ کی خلافت پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ وہ آخر دم تک وفاداری سے کام لیتے رہے اور جبکہ کسی قسم کی مدد کرنی بھی انکے لئے ناممکن تھی تب بھی اپنی جانکو خطرہ میں ڈالکر آپکی حفاظت کرتے رہے۔ یہ بھی ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ ان فسادات میں حضرت عثمانؓ کے انتخاب والیان کا بھی کچھ دخل نہ تھا۔ اور نہ والیوں کے مظالم اسکے باعث تھے، کیونکہ انکا کوئی ظلم ثابت نہیں ہوتا۔ حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ پر خفیہ ریشہ دوانیوں کا بھی الزام بالکل غلط ہے۔ ان تینوں اصحابؓ نے اس وفاداری اور اس ہمدردی سے اس فتنہ کے دور کرنے میں سعی کی ہے کہ سگے بھائی بھی اس سے زیادہ تو کیا اسکے برابر بھی نہیں کر سکتے، انصار پر جو الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ سے ناراض تھے وہ غلط ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انصار کے سب سردار اس فتنہ کے دور کرنے میں کوشاں رہے ہیں۔

فساد کا اصل باعث یہی تھا کہ دشمنان اسلام نے ظاہری تدابیر سے اسلام کو تباہ نہ ہونے دیکھکر خفیہ ریشہ دوانیوں کی طرف توجہ کی اور بعض اکابر صحابہؓ کی آڑ لیکر خفیہ خفیہ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنا چاہا، جن ذرائع سے انہوں نے کام لیا وہ اب لوگوں پر روشن ہو چکے ہیں۔ سزا یافتہ مجرموں کو اپنے ساتھ لیڈر ملی کو تحریص دلائی۔ جھوٹی مساوات کے خیالات پیدا کر کے انتظام حکومت کو کھوکھلا کیا۔ مذہب کے پردہ میں لوگوں کے ایمان کو کمزور کیا اور ہزاروں حیلوں اور تدبیروں سے ایک جماعت تیار کی پھر جھوٹ سے، جعل سے اور فریب سے کام لیکر ایسے حالات پیدا کر دیئے جن کا مقابلہ کرنا حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہؓ کیلئے مشکل ہو گیا ہم نہیں جانتے کہ انجام کیا ہوتا مگر ہم واقعات سے یہ جانتے ہیں کہ اگر اسوقت حضرت عمرؓ کی خلافت بھی ہوتی تب بھی یہ فتنہ ضرور کھڑا ہو جاتا اور وہی الزام جو حضرت عثمانؓ پر حضرت عمرؓ پر بھی لگائے جاتے کیونکہ حضرت عثمانؓ نے کوئی ایسا نہیں کیا جو حضرت عمرؓ و حضرت ابوبکرؓ نے نہیں کیا۔

حضرت علیؓ کی خلافت کے واقعات چونکہ بوجہ قلت وقت چند منٹ میں بیان کئے گئے تھے اور بہت مختصر تھے اسلئے نظر ثانی کے وقت میں نے اس حصہ کو کاٹ دیا ہے ؛؛ (خاکسار مرزا محمود احمد)

(بقیہ صفحہ ۳۰ اسلامی خلافت کا صحیح نظریہ)

ولا تکن من الممترین ۔

اصل سوال خلافت کے تقرر کا ہے نہ کہ عزل کا!

در اصل غور نہیں کیا گیا ورنہ یہ بات بالکل آسانی کے ساتھ سمجھی جا سکتی ہے کہ خلافت کے مسئلہ میں اصل سوال عزل کا نہیں بلکہ اصل سوال خلافت کے تقرر اور قیام کا ہے اور عزل کا سوال تقرر کے سوال کے تابع اور اس کی فرع اور شاخ ہے ۔ عزل کیا ہے ؟ ایک بنی ہوئی عمارت کو گرانے کا نام عزل ہے ۔ تو کیا دنیا کے پردہ پر کوئی ایسا نادان شخص بھی ہو سکتا ہے جو اس بات کا علم حاصل کرنے کے بغیر ہی کسی عمارت کو گرانا شروع کر دے کہ یہ عمارت میری ہے یا کسی اور کی ؟ یقیناً جو شخص کسی دوسرے کی عمارت کو مسمار کرنے کے درپے ہوگا وہ مجرم بنے گا اور پکڑا جائیگا اور اپنے جُرم کی سزا پائے گا ۔ اور یہاں تو کسی دوسرے شخص کی عمارت کا سوال نہیں بلکہ حکومت کی عمارت اور خدا کی عمارت کا سوال ہے ۔ پس نادان بن کر عزل کے سوال کے پیچھے مت پڑو بلکہ یہ دیکھو کہ خلافت قائم کس طرح ہوتی ہے ۔ اگر اسلامی خلافت زمین و آسمان کے خالق و مالک اور اس دنیا کے حاکم و آقا کی بنائی ہوئی عمارت ہے اور تم اس عمارت کو کھڑا کرنے میں محض ایک آلہ کی حیثیت رکھتے ہو اور حقیقۃً تقدیر خدا کی چلتی اور انتخاب خدا کا ہوتا ہے تو پھر اس قلعہ پر ہاتھ ڈالتے ہوئے ڈرو کہ اس پر خدائی گارڈ کا پہرہ ہے

دینی اماموں اور دنیوی لیڈروں میں اصولی فرق

بدقسمتی سے سارا دھوکہ اِس بات سے لگ رہا ہے کہ دینی اماموں اور دنیوی لیڈروں کے فرق کو نہیں سمجھا گیا ۔ اور سب کو ایک ہی قسم کے پیشرو قرار دے کر اور ایک ہی قانون کے ماتحت لا کر فتویٰ لگا دیا گیا ہے کہ چونکہ دنیوی لیڈروں کا تقرر وقتی ہوتا ہے اور حسب ضرورت انہیں معزول بھی کیا جا سکتا ہے اس لئے دینی مقتداؤں اور روحانی اماموں پر بھی یہی قانون جاری ہونا چاہیئے حالانکہ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے ۔ دنیوی لیڈر جمہوری نظام کا حصّہ ہوتا ہے ۔ جس میں حکومت کا حق جمہور کی طرف سے ہو کر نیچے سے اوپر کو جاتا ہے ۔ لیکن اس کے مقابل پر دینی امام خدا کے روحانی نظام کا جزو ہوتا ہے جس میں حکومت کا حق خدا کی طرف سے ہو کر اوپر سے نیچے کو اترتا ہے ۔ پس ان دونوں کو ایک ہی قانون کے ماتحت لانا قیاس مع الفارق ہی نہیں بلکہ اوّل درجہ کی نادانی میں داخل ہے ۔

علاوہ ازیں اِس بات کو بھی نہیں سوچا گیا کہ ایک مذہبی امام اور دینی پیشوا نے لوگوں کے لئے محبت اور اخلاص کے جذبات کا مرکز بننا اور ان کے لئے دین کے میدان میں نمونہ پیش کرنا ہوتا ہے ۔ اس لئے اس جہت سے بھی اس کے متعلق عزل کا سوال نہیں اٹھ سکتا ۔ کیا کوئی انسانی فطرت اِس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ مثلاً آج تو اس کی محبّت کا مرکز زید کو مقرر کر کے اس کیواسطے زید کو نمونہ قرار دیا جائے ۔ اور کل کو زید کی زندگی میں ہی اسے کہا جائے کہ اب تمہارے لئے خالد نمونہ ہوگا، اور پرسوں خالد سے منہ موڑ کر بکر کو نمونہ بنا دیا جائے ؟ یقیناً دین کے میدان میں یہ ایک کھیل کی صورت بن جائیگی اور اسلام کا خدا کھیل سے بالا ہے ۔ لیکن اس کے مقابل پر دُنیوی لیڈروں کا تقرر چونکہ محض سیاسی مصالح پر مبنی ہوتا ہے ۔ اور ان کے متعلق محبت اور اخلاص کے جذبات کا کوئی سوال نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے لئے دین اور اخلاق کے میدان میں نمونہ بننے کی ضرورت سمجھی جاتی ہے اسلئے ان کے معاملہ میں حسب ضرورت عزل کا رستہ اختیار کرنے میں کوئی امر مانع نہیں سمجھا جا سکتا ۔ اس جگہ یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ خلفاء کے متعلق نمونہ بننے کا پہلو میرا تراشیدہ نہیں ہے ۔ بلکہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت فرمائی ہے ۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ :-

علیکم بسنّتی وسنۃ الخلفاء

الراشدین المھدیین۔
(ابوداؤد)

یعنی "اے مسلمانو! تم پر میری سنت اور میرے خلفاء کی سنت پر عمل کرنا واجب ہے کیونکہ وہ ٹھیک پر چلنے والے اور ہدایت یافتہ لوگ ہونگے"

یہ صحیح حدیث واضح الفاظ میں بتا رہی ہے کہ خلفاء اپنے اپنے وقت میں اپنی جماعت کیلئے نمونہ کا کام دیتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے بھی انکے متعلق عزل کا سوال بالکل خارج از بحث ہے

خلافت کا نظام نبوت کے نظام کی فرع ہے

حق یہ ہے کہ جیسا کہ میں اوپر اشارہ کر چکا ہوں خلافت نبوت ہی کی فرع اور اسی کی شاخ ہے قدیم سے اللہ تعالےٰ کی سنت چلی آتی ہے کہ جب وہ دنیا میں کوئی بڑی اصلاح کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے اپنے حکیمانہ انتخاب کے ماتحت کسی نبی کو اپنے الہام کے ذریعہ مبعوث کرتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔۔۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ۔ یعنی "خدا ہی اس بات کو بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کا منصب کس کے سپرد کرے" لیکن چونکہ لازماً بشریت کے ماتحت نبی کی عمر بہر حال محدود ہوتی ہے اور اصلاح کا کام اور پھر اس کام کا استحکام لمبے عرصہ کی نگرانی اور لمبے زمانہ کی تعلیم اور تربیت کا متقاضی ہے۔ اس لئے قدیم سے اللہ تعالےٰ کی یہی سنت ہے کہ نبی سے اس کے کام کی تخم ریزی کرا کے اسکی تکمیل کے لئے نبی کے بعد خلافت کا سلسلہ چلاتا ہے۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ خدا کے علم میں اس کام کی واجبی تکمیل نہ ہو جائے۔ نبوت اور خلافت کا یہ دور ہر نبی کے زمانہ میں نظر آتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ الوصیت میں اس کی بڑی لطیف تشریح فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"یہ خدا تعالےٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے۔۔۔۔۔ اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دیکر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتی ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھا اور طعن اور تشنیع کا موقع دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر (خلفاء کے ذریعہ) ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔۔۔۔۔۔ اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔۔۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے وقت میں ہوا" (رسالہ الوصیت)

پس خلافت دراصل نبوت کے نظام کا تتمہ ہے جسے انگریزی میں کرالری (corollary) یا سپلیمنٹ کہتے ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کسی نبوت کا کام خلافت کے بغیر تکمیل کو نہیں پہنچتا۔ تو جب صورت حال یہ ہے تو خلافت کے متعلق یہ سمجھنا کہ وہ ایک اپنی مرضی کی چیز ہے کہ جب چاہا ڈال لی اور جب چاہا توڑ دی ایک طفلانہ خیال سے۔۔۔۔۔ زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ اسی لئے ہمارے آقا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جن سے بڑھ کر کوئی شخص دنیا کے پردہ پر راز دار حقائق روحانی نہیں گذرا، فرماتے ہیں:۔

ماکانت نبوۃ قط الا تبعتھا خلافۃ (ابن عساکر)

یعنی "کبھی کوئی نبوت ایسی نہیں ہوئی کہ اس کے بعد خدا نے خلافت نہ قائم کی ہو۔"

سچے خلفاء کی علامات

بالآخر صرف اس سوال کا جواب دیکر اپنے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ اسلامی تعلیم کے مطابق سچے خلیفہ کی علامت کیا ہے؟ اور یہ کس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ فلاں خلیفہ خدا کی طرف سے برحق خلیفہ ہے۔ سو اسکے متعلق میرے علم میں دو علامتیں مقرر ہیں۔ جن میں سے ایک تو ظاہری علامت ہے۔ دوسری معنوی علامت ہے جو مطالعہ اور غور کے نتیجہ میں شناخت کیجاتی ہے۔

پہلی اور ظاہری علامت تو یہ ہے کہ مومنوں کی جماعت کسی شخص کو اتفاق رائے سے یا کثرت رائے سے خلیفہ منتخب کرے۔ کیونکہ غیر مامور خلافت کے تقرر کیلئے یہ ضروری شرط ہے کہ خواہ حقیقی تقرر خدا کے ہاتھ میں ہوتا ہے لیکن ظاہری مومنوں کی کثرت رائے کام کرتی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یابی اللہ ویدفع المومنون۔ یعنی "خدا ابوبکر کے سوا کسی اور کی خلافت پر راضی نہیں ہوگا اور نہ ہی مومنوں کی جماعت کسی اور کے انتخاب کو قبول کرے گی"۔ پس ہر غیر مامور خلیفہ کے متعلق اس ظاہری شرط کا پایا جانا ضروری ہے کہ وہ مومنوں کی اتفاق رائے یا کثرت رائے سے منتخب ہوا ہو سوائے اس کے کہ خاص حالات میں کوئی منتخب شدہ خلیفہ اپنے بعد کسی شخص کو خلیفہ مقرر کر جائے جس کے لئے علیحدہ استثنائی قانون مقرر ہے۔

دوسری علامت جو باطنی علامتوں میں سے ہونے کی وجہ سے کسی قدر غور اور مطالعہ چاہتی ہے۔ وہ ہے جو قرآن شریف نے آیت استخلاف میں بیان کی ہے چنانچہ فرماتا ہے:-

وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمْ دِیْنَہُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَہُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِہِمْ اَمْنًا

(النور)

یعنی "خدا تعالیٰ خلفاء کے ذریعہ انکے دین کو تمکنت اور مضبوطی عطا کریگا اور انکی (اور انکے ذریعہ جماعت کی) خوف کی حالت کو امن سے بدل دیگا"۔

ظاہر ہے کہ ہر نبی کی وفات پر لازماً اور نبی کے بعد ہر خلیفہ کی وفات پر بھی جماعت میں ایک قسم کا زلزلہ وارد ہوتا ہے اور جماعت کے لوگ بعض اندرونی اور بیرونی فتنوں کی وجہ سے جماعت کے مستقبل کے متعلق خوفزدہ ہو جاتے ہیں کہ اب کیا ہوگا۔ ایسے وقت میں خدا کی یہ سنت ہے کہ وہ اپنے مقرر کردہ خلیفہ کے ذریعہ انہیں اطمینان اور تمکنت عطا فرماتا ہے اور ان کی خوف کی حالت کو امن سے بدل دیتا ہے اسی طرح خلافت کا درخت اپنے پھل سے بتا دیتا ہے کہ یہ پودا خدا کا لگایا ہوا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سچے خلیفہ کی علامت کے متعلق سوال کیا اور پوچھا کہ یہ کیونکر معلوم ہو کہ خدا نے کسی کو خلیفہ مقرر کیا ہے؟ تو اسکے جواب میں آپ نے فرمایا:-

"خلافت کا نشان (قرآنی آیت) ولیمکنن میں دیا گیا ہے خدا جس کو خلیفہ بناتا ہے اسکی مخالفت میں کون کھڑا ہو سکتا ہے؟ خدا نے آدم کو خلیفہ بنایا۔ داؤد کو خلیفہ بنایا۔ ابوبکر و عمر کو خلیفہ بنایا اور اب نورالدین کو خلیفہ بنایا۔ کوئی مخالفت کر کے دیکھ لے کہ کیا نتیجہ ہوتا ہے"۔ (بدر جلد ۱۳ نمبر ۲۲)

نبوت کا دور تو گذر چکا اب خلافت کے دور کی قدر کرو

اب میں خدا کے فضل سے اس مضمون کے اس حصہ کو ختم کر چکا ہوں۔ جو اس وقت میرے مدنظر تھا۔ اور اب آخر میں اپنے عزیزوں اور دوستوں سے صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ خلافت حقیقۃً ایک بہت ہی بابرکت نظام ہے جو نبوت کے زمانہ کے بعد نبوت کے تکملہ اور تتمہ کے طور پر خدا کی طرف سے دنیا میں قائم کیا جاتا ہے پس اس کی قدر کرو۔ نبوت کا زمانہ تو گذر گیا اب خلافت کا زمانہ ہے۔ بلکہ ہم اسوقت خلافت احمدیت کے سنہری دور میں سے گذر رہے ہیں

خوارج کا فتنہ اور اُن کے عقائد

از قلم جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی
(ایڈیٹر رسالہ "رہنمائے تعلیم" لاہور)

خلافتِ راشدہ کے دوران میں جتنے مختلف فتنے مختلف اوقات میں اٹھے ان میں سب سے آخری فتنہ "خوارج" کا تھا۔ اس فتنہ عظیمہ کے اثرات بہت بعد کے زمانہ تک باقی رہے۔ اور خارجیوں کے ممتاز افراد بنی امیہ اور بنی عباس دونوں کے عہد میں برابر فتنہ انگیزی کرتے اور فساد پھیلاتے رہے۔ یہاں تک کہ آج بھی اس عقیدہ کے لوگ کہیں کہیں پائے جاتے ہیں۔ اور سخت تشدد۔ بد زبان اور بدلگام ہیں۔

اس گروہ کی بنیاد واقعہ تحکیم سے پڑی۔ جبکہ جنگ صفین کے دوران میں حضرت علی کرم اللہ وجہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے باہمی مناقشات کو طے کرنے کے لئے ایک ایک حَکَمْ اس شرط کے ساتھ تجویز کیا کہ حکمین، قرآن کریم کے مطابق دونوں گروہوں میں فیصلہ کر دیں۔

یہیں سے خوارج کے فتنہ کی ابتدا ہوئی۔ چنانچہ حضرت علی کے لشکر میں سے بعض نے یہ بات کہی کہ مذہبی معاملات میں حکم مقرر ہونا لغو اور لایعنی ہے۔ اور حکم کی منظوری دینے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ اور گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے اور کافر سے قتال جائز ہے۔ چلیئے ایک منٹ میں حضرت علیؓ پر کفر کا فتویٰ لگ گیا۔ اور ان سے قتال جائز کر کے ان کو واجب القتل قرار دیا گیا۔ یہ کافر بنانے والے اور واجب القتل ٹھہرانے والے وہی لوگ تھے جو کل تک حضرت علی کے حامی و مددگار۔ معاون و جان نثار تھے۔ اور ان کو امیر المومنین اور امام المتقین سمجھتے اور یقین کرتے تھے۔

ان لوگوں نے صرف زبانی کہنے ہی پر اکتفا نہ کی۔ بلکہ نہایت تیزی اور پھرتی کے ساتھ حضرت کے لشکر میں اپنے عقائد و خیالات کی تبلیغ و اشاعت شروع کر دی۔ یہاں تک کہ صفین سے کوفہ پہنچتے پہنچتے ان کی تعداد بارہ ہزار ہو گئی۔

جس وقت حضرت علی کا لشکر کوفہ سے جنگ صفین کے لیئے چلا ہے اُس وقت بالکل متحد تھا اور اس میں کوئی تفریق نہیں تھی۔ مگر جس وقت واپس ہوا۔ تو اس میں انتشار اور تفریق پیدا ہو گئی۔ ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے۔ ایک دوسرے پر لعن طعن کرتے۔ لڑائی جھگڑا۔ مار کٹائی کرتے۔ حضرت علی کے لشکر نے یہ سارا راستہ کاٹا۔ انہوں نے اس دوران میں لاحکم الا اللہ کا ایک نعرہ بھی ایجاد کر لیا تھا۔ اور اس نعرہ سے کام لے کر وہ اپنے حامیوں کی تعداد بڑھاتے تھے لشکر علی کا جو زین تحکیم کے خلاف تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں سے کہتا۔ "او خدا و رسول کے دشمنو! تم نے خدا تعالےٰ کے حکم کے صریح خلاف انسانوں کو اپنا حَکَمْ قرار دے کر سخت ظلم کیا۔ قیامت میں سیدھے دوزخ کو جاؤ گے۔ تحکیم کے حامی اس کے جواب میں کہتے۔ اور باغیو! او سرکشو! تم نے امیر المومنین علی کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور ان کی جماعت میں تفرقہ ڈالنے کا موجب ہوئے۔ تم پکے فاسق ہو۔ اور ضرور جہنم کا کندہ بنو گے۔

جب ایک دوسرے کو کافر اور فاجر بنانے ہوئے یہ لشکر کوفہ کے قریب پہنچا۔ تو اُس میں سے پورے بارہ ہزار آدمی علیحدہ ہو گئے اور مقام حرورا میں خیمہ زن ہو کر آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ اپنا ایک امیر بھی منتخب کر لیا۔ جو شبث بن ربعی تمیمی تھا۔

یہ شخص شیعیان علی میں سے خاص پوزیشن کا مالک تھا۔ یہی وہ تھا جسے ابتدا میں حضرت علی نے اپنا سفیر بنا کر حضرت معاویہ کے پاس بھیجا تھا۔ اور اس نے وہاں پہنچکر بہت درشت کلامی کے ساتھ حضرت معاویہ سے دریافت کیا تھا۔ کہ تم علی کی بیعت کیوں نہیں کرتے؟ وہ خلافت کے جائز وارث اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے چچیرے بھائی نیز داماد ہیں۔

آج دیتی شبیث بالمقابل کھڑا ہوا حضرت علی کو کافر اور فاسق بتا رہا ہے۔ اور مخالف لشکر کی قیادت کر رہا ہے۔ حضرت علی کے لشکر سے نکل آنے کے باعث یہ لوگ خارجی کہلائے اور بعد کے زمانہ میں اسی نام سے مشہور ہوئے

اس باغی گروہ کو سمجھانے کے لئے حضرت علی نے حضرت عبداللہ بن عباس کو بھیجا۔ مگر انہیں اس میں ناکامی ہوئی۔ اس پر خود حضرت علی تشریف لائے۔ باہم بہت لمبی چوڑی گفتگو ہوئی اور بڑی مشکل سے سمجھا بجھا کر حضرت علی ان کو کوفہ میں لائے۔

اگر اس باغی اور سرکش اور نافرمان گروہ کو نہایت پیار و محبت سے سمجھا بجھا کر حضرت علی اپنے ہمراہ کوفہ میں نہ لاتے بلکہ وہیں ان کا قلع قمع کر دیتے تو شاید فتنہ زیادہ نہ بڑھتا۔ مگر ایسا نہ ہوا اور ان لوگوں نے کوفہ میں آکر کوفہ والوں کو بہکایا۔ اور اپنے ساتھ ملانا شروع کیا۔ اور اس کے بعد دوسرے شہروں میں اپنے داعی اور مبلغ بھیج کر وہاں اپنے حامی اور مددگار پیدا کر لیئے۔ اور چھ مہینے میں اپنی طاقت کو بہت زیادہ بڑھا لیا۔ اور نسبتاً اپنے آپ کو بھی منظم بھی کر لیا۔ ان کی حالت اب یہ ہو گئی تھی کہ جامع مسجد کوفہ میں جس وقت حضرت علی جمعہ کا خطبہ دیتے۔ تو یہ لوگ اپنا ایجاد کردہ نعرہ "لا حکم الا اللہ" لگاتے۔ اور فوراً ہی مسجد کے ہر گوشہ سے ان نعروں کی آواز آنے لگتی۔ یہاں تک کہ حضرت علی کو اپنا خطبہ چھوڑنا پڑتا۔ اور ساری مسجد ان نعروں سے گونجنے لگتی۔ وہ حضرت علی کے منہ پر کھڑے ہو کر انہیں بُرا بھلا کہتے۔ اور حضرت علی ان کا کچھ نہ کر سکتے۔

آخر وہ وقت آگیا۔ جب تمام خوارج کوفہ سے نکل کر مقام نہروان پر جمع ہوئے۔ اور کوفہ پر حملہ آور ہو کر اسے اپنے قبضہ میں لانے کا ارادہ کرنے لگے۔ تاکہ دارالخلافہ پر قابض ہو کر تمام اسلامی ممالک کو فتح کرنے کی تدابیر سوچ سکیں۔

حضرت علی شام پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے کہ خوارج کے عزائم کا پتہ لگا۔ اس لئے حضرت معاویہ کے مقابلہ میں جانے سے پہلے آپ نے یہ بہتر سمجھا کہ ان اندرونی دشمنوں کا فیصلہ کیا جائے اور معاویہ پر حملوں کی سکیم کو فی الحال ملتوی کر دیا جائے۔

یہ سوچ کر حضرت علی خارجیوں کے مقابلہ کے لئے نکلے۔ ابتداءً آپ نے ان پر اتمام حجت کے لئے ایک شخص کو انہیں سمجھانے بھیجا۔ مگر انہوں نے اسے مار ڈالا اس پر حضرت علی نے یہ کہلا کر بھیجا کہ "قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو۔ تو ہم تم سے تعرض نہیں کریں گے (عجیب اتفاق ہے کہ بالکل یہی فقرا قبل ازیں حضرت معاویہ نے حضرت علی کو لکھ کر بھیجا تھا۔ کہ قاتلانِ عثمان کو جو تمہارے لشکر میں موجود ہیں۔ ہمارے حوالے کر دو تو ہم تمہاری بیعت کر لیں گے۔) اس پر خارجیوں نے جواب دیا۔ کہ ہم سب نے آپکے قاصد کو قتل کیا ہے۔ سب سے انتقام لیجیئے (تاریخ اپنے آپ کو کس صفائی سے دہراتی ہے۔ چنانچہ یہی فقرہ اسوقت حضرت علی کے لشکروں نے استعمال کیا تھا جب انہیں پتہ لگا کہ معاویہ نے حضرت علی سے قاتلان عثمان کو طلب کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا تھا۔ کہ "ہم سب قاتلانِ عثمان ہیں۔ گرفتار کرو۔ اور لے چلو۔

مصالحت اور اصلاح سے مایوس ہو کر حضرت علی نے اس باغی گروہ پر حملہ کیا۔ جن کی تعداد اس وقت دو ہزار آٹھ سو تھی۔ جن میں سے چار سو زخمی ہوئے اور باقی میدان جنگ میں مارے گئے۔

اگرچہ فی الوقت اس فتنہ کا استیصال ہو گیا۔ مگر بعد کے زمانوں میں خوارج ہمیشہ سر اٹھاتے اور حکومتِ وقت کے خلاف بغاوتیں کرتے رہے۔ جس کا باعث بنی امیہ اور بنی عباس کے فرمانرواؤں کو کبھی چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ اور ہمیشہ اسلامی ممالک میں فساد اور فتنہ انگیزی کے شعلے بھڑکتے رہے۔

یہ ہے فتنہ خوارج کی مختصر تاریخ!

اس موقعہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ خوارج کے عقائد اور ان کے خیالات کا مختصر سا خاکہ مشہور عربی مورخ عمر ابوالنصر باشندہ لبنان کے الفاظ میں قارئین کرام کی ازدیاد معلومات کے لئے یہاں پیش کر دیا جائے۔ عمر ابوالنصر اپنی مشہور کتاب "خلفائے محمدؐ" میں خوارج پر ریویو کرتا ہوا لکھتا ہے:۔

"خوارج کا نظریہ یہ تھا کہ حضرت علی امام برحق تھے۔ اور ان کی بیعت بالکل صحیح طریقہ پر کی گئی تھی۔ ان کی بیعت سے جس نے انکار کیا۔ وہ سرکش اور بغاوت کا مرتکب ہوا۔

ساتھ ہی ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب کافر ہے۔ اس نظریہ کی بنا پر وہ کہتے تھے۔ کہ معاویہ نے امام عادل (علی) کے خلاف بغاوت کر کے خدا اور اس کے رسول سے جنگ کی۔ اس لئے وہ سخت سزا کے مستحق تھے۔ اس صورت میں معاویہ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنا اور احکام خدا تعالیٰ کے بارہ میں انسانوں کو حَکَم بنانا۔ خدا تعالیٰ کے دین کی تحقیر کے مترادف تھا۔ خوارج کی نظروں میں ایسا کرنا سخت جرم تھا۔ اور یہ جرم کرنے والا سخت گمراہ تھا۔ پس چونکہ گمراہ کو خلافت سپرد نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے وہ کہتے تھے کہ علی کی خلافت برقرار نہ رہی۔ اور ان سے لڑنا واجب ہو گیا۔ اس طرح خوارج کی نظروں میں حضرت علی اور حضرت معاویہ دونوں ایک سطح پر کھڑے ہو گئے۔" (معاویہ امام کی بیعت نہ کر کے اور امام تحکیم قبول کر کے)

اس کے بعد عمر ابوالنصر لکھتا ہے "لیکن منطقی لحاظ سے خوارج نے غلط مقدمات ترتیب دے کر ان سے غلط نتیجہ نکالا۔ بے شک سرکشی اور بغاوت اور اللہ و رسول سے جنگ کرنے کی سزا قرآن شریف میں موجود ہے۔ لیکن یہ امر کہ معاویہؓ اور ان کے ساتھی واقعتہً باغی تھے۔ محتاج ثبوت ہے۔ حضرت معاویہ کو تو الگ رکھو۔ یہ خوارج تو خود حضرت علی کی خلافت کے متعلق بھی شک میں تھے۔ کہ اس کا انعقاد صحیح طور پر ہوا ہے یا نہیں۔ اس صورت میں لوگوں کو ثالث بنانا جائز تھا۔ اور حَکَم بنانے کا منشا صرف اس قدر تھا کہ حَکَمین یہ متعین کر دیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ان پر صادق آتا ہے یا نہیں اس کی مثال یوں سمجھو کہ اس جج سے جس کی عدالت میں کوئی چوری کا مقدمہ دائر ہو یہ نہیں پوچھا جاتا کہ بینہ چور کا ہاتھ کاٹا جائے یا نہیں؟ بلکہ مقدمہ یہ معلوم کرنے کے اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے کہ ملزم نے چوری کی ہے یا نہیں؟ اگر ملزم پر جرم ثابت ہو جائے تو پھر جج اسے قانون کے مطابق سزا دے گا۔"

عمر ابوالنصر آگے چل کر لکھتا ہے کہ "خوارج کا یہ اعتراض بھی غلط ہے کہ تحکیم قبول کر لینے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی کو خود اپنی امامت میں شک تھا اور اس مشکوک امر کو منوانے کے لئے انہوں نے مسلمانوں کی کثیر تعداد کو میدان جنگ میں مروا دیا۔ ظاہر ہے کہ صاحب حق اپنے آپ کو ہر حال حق پر سمجھتا ہے لیکن اگر کوئی دوسرا شخص اس کے حق کو ماننے سے انکار کرے کہ اس کے سوا اس کے پاس اور کوئی چارہ نہیں رہتا کہ اپنے مقدمہ کو عدالت میں لے جائے یا معاملہ کو ثالثین کے سپرد کر دے۔"

باب کے آخر میں عمر ابوالنصر "خوارج کے عجیب و غریب نظریات" ان الفاظ میں بیان کرتا ہے "خوارج حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کو صحیح سمجھتے تھے۔ کیونکہ ان کا انتخاب درست طریقہ پر ہوا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت بھی جہاں تک خلافت کے ابتدائی سالوں کا تعلق تھا ان کے نزدیک صحیح تھی۔ لیکن یہ بھی کہتے تھے کہ جب انہوں نے ابوبکر و عمر کے نقش قدم پر چلنا چھوڑ دیا تو ان کا معزول کرنا واجب ہو گیا۔ وہ حضرت علی کی خلافت کے بھی منکر تھے۔ لیکن یہ کہتے تھے کہ انہوں نے تحکیم کو قبول کر کے اپنے آپ کو (نعوذ باللہ) کفر کے درجے تک پہنچا دیا۔ وہ حضرت عائشہؓ طلحہؓ اور زبیرؓ کو بھی بہت کچھ برا بھلا کہتے تھے۔ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص کو تو کھلم کھلا کافر کہتے تھے۔

خلافت کے متعلق ان کا نظریہ یہ تھا کہ خلیفہ مسلمانوں کے انتخاب سے بننا چاہیئے۔ خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔

اختر گوبند پوری

مقامِ محمودؐ

تیری تقدیس کا قائل ہے جہانِ گزراں
تیری مرہون ہے یہ عظمت بزمِ دوراں

تجھ سے ملتے ہیں مرادوں کے مہکتے گلشن
دیدہ و دل ہیں فقط تیری ہی جانب نگراں

جن کے سینوں میں چمکتی ہے تجلی تیری
اپنی منزل پہ پہنچ جاتے ہیں افتاں خیزاں

تیرے ہی دم سے کھلا فضلِ عمر کا مفہوم
تیرے ہی فیض سے ہر ذرہ ہوا نور فشاں

جس کی بنیاد میں تھا تیرے تصور کا جمال
اس نشیمن سے گریزاں ہی رہی برقِ تپاں

تجھ سے چمکے گا غلامانِ محمدؐ کا وقار
سینۂ دہر پہ لہرائے گا عظمت کا نشاں

اپنے اخترؔ پہ بھی اک نگہ کرم آلودہ
اے میرے عیسےٰ نفس اے میری روحِ ایماں

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کے قلم سے لکھے ہوئے بعض نہایت درجہ تاریخی اور چشم دید واقعات

۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں جب ایک سالانہ جلسہ پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے سورۃ لقمان کے دوسرے رکوع کی تفسیر کر کے سنائی۔ تو اس میں ایسے ایسے حقائق معارف سنائے۔ کہ ہم نے کبھی ایسے معارف نہیں سنے تھے۔ اس پر چند دوست جوں جوں سنتے تھے۔ خوشی سے سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگ پڑے۔ ہمارے پاس ہی مکرم خواجہ کمال دین صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ کہنے لگے۔ کیوں نہ ایسے معارف ہوں حضرت حکیم الامت کے صاحبزادہ محمود احمد صاحب شاگرد جو ہوئے۔ میں نے کہا کہ ہم تو ہمیشہ حکیم الامت کے درس سنتے ہیں۔ مگر ایسے حقائق معارف ان سے کبھی نہیں سُنے۔

خدا تعالےٰ کی قدرت جب حضرت صاحبزادہ صاحب کی یہ تقریر ختم ہوئی۔ تو جھٹ مولوی نور دین صاحب صاحبزادہ کے پاس آ گئے۔ اور آپ کے کان پر انگلی رکھ کر فرمانے لگے۔ میاں ہمارے ملک میں کہاوت ہے کہ "اوٹھ چالی بوتا بتالی،، یعنی اونٹ کی قیمت اگر چالیس روپیہ ہو۔ تو اس کے بچہ کی قیمت بیالیس روپے ہوتی ہے۔ یعنی آپ کے حقائق معارف حضرت مسیح موعود علیہ السلام جیسی شان کے ہیں۔ پھر مجھے حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔ کیوں مولوی صاحب میرا بھی آپ درس سنتے ہی ہیں۔ مگر اس طرح کے حقائق و معارف تو انہیں کا حق ہے۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ یہ کہہ کر میں نے خواجہ صاحب کی طرف نظر کی۔ تو انہوں نے اپنی نظر نیچے کر لی۔

۲۔ رسالہ تشحیذ الاذہان کے اجراء پر جو مقالہ حضرت مصلح موعود بنصرہ الودود نے لکھا تھا۔ خدا تعالےٰ نے اس کی قبولیت دشمنوں سے بھی کرائی۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ میں یوں ریویو کیا۔ کہ "میں سمجھتا تھا۔ کہ یہ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا صاحب (مسیح موعود) کی زندگی تک ہی ہے۔ لیکن ان کے فرزند ارجمند کے اس مضمون کو پڑھ کر میں یقین کرتا ہوں۔ کہ اب یہ سلسلہ چلا لیں گے۔ اس کا ذکر حضرت مولوی نور دین صاحب نے صاحبزادہ صاحب مصلح موعود ایدہ اللہ تعالےٰ کی موجودگی میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے محبت بھری نگاہ سے حضرت مصلح موعود کی طرف دیکھا۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ حضور دعا فرما رہے ہیں۔

۳۔ ۱۹۱۳ء میں ایک دن حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ڈاک میں اخبار پیغام صلح آیا۔ آپ نے اس کو ہاتھ میں لیا اور فرمایا۔ کہ لوگوں کے لئے تو پیغام صلح ہوگا۔ لیکن ہمارے لئے تو پیغام جنگ ہے۔

تصویر کا دوسرا رُخ :۔

۴۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے انتقال سے جو صدمہ احمدیہ جماعت کو پہنچا وہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات سے کم نہ تھا۔ کیونکہ مخالفین یہ سمجھتے تھے کہ یہ سارا انتظام مولوی نور الدین صاحب کی وجہ سے تھا۔ مولوی صاحب قابل آدمی تھے۔ اور مرزا صاحب برائے نام ہی تھے۔ اب یہ قابل آدمی فوت ہو گئے ہیں۔ اور اب ساتھ ہی سلسلہ بھی (نعوذ باللہ)

فتنہ ہو جائے گا۔ اور جماعت کے جو بڑے بڑے لوگ تھے۔ ان کو ایک خفیہ ٹریکٹ کی وجہ سے جو مولوی محمد علی صاحب کا لکھا ہوا تھا۔ ابتلا آگیا۔ اور میں نے جو دیکھا کہ نماز جمعہ پڑھتے ہی نواب صاحب کی کوٹھی کی طرف لوگ گئے۔ بعض جماعتوں کو تاریں دلوا دیں۔ اور صاحبزادہ صاحب نے بھی بعض مناسب جماعتوں کو تاریں دلوائیں۔ عصر کی نماز پڑھانے کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب نے ایک مختصر تقریر کی جس میں آپ نے فرمایا کہ یہ دن احمدیہ جماعت کے لئے ابتلا اور مصیبت کا دن ہے احباب کو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے حضور کھڑے ہو کر رات بھر دعا کریں اور صبح کو روزہ رکھ کر دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ منصب خلافت کے لئے اس شخص کو چنے اور اس شخص کو کھڑا کرے۔ جو اس سلسلہ کے لئے مفید اور بابرکت ہو۔ اور اس کی رضا کی راہ پر چلنے چلانے والا ہو۔ وغیرہ۔

لوگوں میں ایک ہیجان سا تھا۔ اور غم کا ایک پہاڑ گر پڑا تھا۔ لوگ روتے تھے اور اپنے اپنے مذاق کے مطابق بعض میں سرگوشیاں بھی ہونے لگیں۔ اور یہ تقریر کرنے کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب جنگل کی طرف تشریف لے گئے آپ کو جاتے ہوئے دیکھ کر مولوی محمد علی صاحب آپ کے پیچھے دوڑے اور آواز دے کر کھڑا کر لیا دونوں نے وہاں کچھ دیر تک باتیں کیں پھر رات کو حضرت صاحبزادہ صاحب نے نواب محمد علی خاں صاحب۔ میر ناصر نواب صاحب اور صاحبزادگان کو اکٹھا کیا۔ اور فرمایا کہ اگر یہ لوگ [illegible] راضی ہو جائیں۔ کہ مولوی محمد علی صاحب [illegible] ہو جائیں۔ تو میں ان کی بیعت کر لونگا

ہوں آپ کے خادموں کا اک خدمت گار
اور آپ کے دشمنوں سے ہوں میں بیزار
اے فضلِ عمر! جلال فاروقی بھی
ہے زینتِ منصب و خلافت آثار

قیس مینائی

آپ بھی کر لیں تاکہ جماعت کا اتحاد قائم رہے۔ گو ہم لوگ اس خبر کو سن کر اور مولوی محمد علی صاحب کی بیعت کو جانتے ہوئے نہیں چاہتے تھے کہ مولوی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ لیکن چونکہ ہم جماعت انصاراللہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ماتحت دینی کام کرتے تھے۔ اس لئے ہم بھی اس بات پر راضی ہو گئے۔ غرض اس طرح رات بھر مولوی محمد علی صاحب بھی اپنے رفقا کے ساتھ باتیں کرتے رہے۔ ادھر ہم بھی رات دعائیں کرتے رہے۔ صبح روزہ رکھا اور دعاؤں میں مشغول ہو گئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے نماز فجر پڑھانے کے بعد مجھے فرمایا۔ کہ آپ چالیس احباب کو میرے کمرے میں جمع کریں۔ میں نے ان سے مشورہ کرنا ہے میں نے لوگوں کو بلایا۔ اور دروازے پر مکرم شیخ یعقوب علی صاحب کو گننے پر مقرر کیا۔ جب چالیس آدمی پورے ہو گئے۔ اور آپ کمرے کا دروازہ بند کرنے لگے۔ تو مرہم عیسےٰ صاحب مرحوم آئے۔ لیکن شیخ صاحب نے یہ کہہ کر کہ چالیس آدمی میرے آقا نے کہے ہیں۔ پورے ہو گئے ہیں۔ ان کو اندر نہ آنے دیا۔ جس کے باعث ان کو ایک دو سال ابتلا رہا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے مختصر سی تقریر میں فرمایا۔ کہ میں نے آپ چالیس لوگوں کو اس لئے بلایا ہے کہ الوصیت میں جو لکھا ہے۔ کہ جس پر چالیس آدمی متفق ہوں۔ وہ خلیفہ اور بیعت لینے کا مجاز رکھتا ہے۔ تو آپ چالیس یہ بتلائیں۔ کہ خلیفہ انجمن کا مطیع ہوگا۔ یا انجمن خلیفہ کی مطیع ہے اور وہ مطاع ہے۔ نیز یہ بتلائیں۔ کہ وہ ہر ایک نئے یا پرانے احمدی سے بیعت لے گا۔ یا صرف

جو آئندہ احمدی ہوگا وغیرہ ۔ ہم سب نے بالاتفاق یہ کہا۔ کہ خلیفہ مطاع ہوگا ۔ اور انجمن مطیع ہوگی ۔ اور خلیفہ کی بیعت سب نئے پرانے احمدیوں کو کرنی ہوگی جیسا کہ ہم سب نے جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی ہوئی تھی ۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ کی بھی بیعت کی ۔

اس وقت مکرم شیخ یعقوب علی صاحب نے مجھے کہا کہ آپ حضرت صاحبزادہ صاحب سے کہیں کہ ہم آپ کو خلیفہ مانتے ہیں ۔ آپ ہماری بیعت لیں ۔ میں نے کہا "آپ کہیں" حضرت صاحبزادہ صاحب نے سن کر فرمایا ۔ میں اس طرح خفیہ بیعت نہیں لیتا ۔ اور نہ میں نے بیعت کے لئے آپ لوگوں کو بلایا ہے ۔ اب آپ جائیں اور کاغذ پنسل لے کر آنے والے لوگوں سے بھی دریافت کریں کہ خلیفہ کیسا ہونا چاہیئے ۔ اور بیعت کس کو کرنی چاہیئے ۔ چنانچہ کچھ آدمی مقرر کئے گئے ۔ اور میں نے خود بھی کاغذ پنسل لے کر بعض آنے والوں سے دریافت کیا ۔ جو چالیس پچاس کے قریب تھے ۔ غرض تمام آنے والے جن سے مختلف دریافت کرنے والوں نے دریافت کیا جن کی تعداد قریباً ۲½ ہزار کے قریب تھی ۔ سب نے بالاتفاق لکھ کر دستخط کئے ۔ کہ خلیفہ مطاع ہونا چاہیئے ۔ انجمن ہماری طرح تابع ہو اور ہم سب پر خلیفہ کی بیعت ضروری ہے ۔

۵۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے منصب خلافت کے سرفراز ہونے پر محمد علی صاحب کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ قادیان کی رہائش کو چھوڑ کر لاہور جا رہے ہیں تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی اجازت سے مولوی فرزند علی خان صاحب مولوی محمد علی صاحب کو سمجھانے کے لئے گئے ۔ اس وقت خاکسار چوہدری حاکم علی صاحب مرحوم بھی ساتھ تھے ۔ خان صاحب نے مولوی صاحب کو بڑی ہمدردی سے حضرت صاحب کی طرف سے پیغام دیا ۔ کہ "آپ قادیان میں رہیں لاہور نہ جائیں ۔ آپ کو کسی قسم کی تکلیف انشاء اللہ نہیں ہوگی وغیرہ" تو مولوی صاحب نے کہا "جی میں قادیان نہیں چھوڑ سکتا ۔ میں صرف دو چار دن کے لئے لاہور جا رہا ہوں یہ کسی نے جھوٹ بولا ہے ۔ قادیان کی محبت ہمارے دلوں سے نہیں نکل سکتی وغیرہ" ۔ جب واپس آکر خان صاحب نے حضرت صاحب کو یہ باتیں بتائیں ۔ تو حضرت صاحب جو بنفسہ نفیس ان کی کوٹھی پر تشریف لے گئے اور سلام مسنون کہہ کر ان کی طرف متوجہ ہوئے تو مولوی محمد علی صاحب بجائے حضور کو سلام کا جواب دیتے اور حضور کی طرف متوجہ ہونے کے میاں بگا سے باتیں کرنے لگ پڑے ۔ آخر حضور انور تشریف لے آئے ۔

۶۔ مولوی صدر دین صاحب کے پاس بھی خاکسار اور ایک دوست گئے ۔ انہوں نے کہا کہ اب ہم تو جا رہے ہیں اور ہمارے ذریعہ ہی چندہ آتا تھا اور خزانے میں اب کچھ آنے پائیاں ہی ہیں ۔ سرکاری گرانٹ بند ہو جائے گی اب عیسائی آئیں گے اور اپنا مشن چلائیں گے ۔ یہ تھے اس وقت ان کے اخلاق اور ارادے اور اعتقاد ۔۔

بقیہ صـــ

اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی صورت میں بھی تحکیم قبول نہ کریں ۔ دوسری طرف تمام مسلمانوں پر پر اس کی اطاعت فرض ہے ۔ بشرطیکہ خلیفہ خدا تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری میں مشغول رہے ۔ لیکن اگر وہ خدا تعالےٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو ۔ تو خوارج کا عقیدہ تھا کہ اس حالت میں خلیفہ کا معزول کر دینا مسلمانوں پر واجب ہو جاتا ہے "

امید ہے کہ خوارج کے فتنہ کی ابتدا اور ان کے عقائد کے متعلق یہ مختصر مضمون ناظرین کرام کی واقفیت اور معلومات میں اضافہ کا موجب ہوگا ۔ مفصل لکھنے کی نہ فرصت ہے نہ اس کی ضرورت ۔

بچوں کا صفحہ

(عبد الرشید ارشد سماٹڑی)

ایک پاکیزہ عہد

کسی شخص کی عظمت و شان اولوالعزمی اور استقلال کا علم اس کے ان کاموں سے ہوتا ہے۔ جو اس نے کئے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی انسان منہ سے تو بڑے بڑے دعوے کرے۔ لیکن عملی طور پر کوئی ایسا کام کر کے نہ دکھائے۔ جس میں ان دعوؤں کی حقیقت واضح ہو سکے۔ کوئی انسان بھی اس کے ان دعوؤں کو کوئی وقعت نہ دے گا۔ اس کے ان دعوؤں کی وقعت وعظمت اس کے ان دعوؤں کے مطابق عمل کرنے کی صورت میں ہی ہو سکتی ہے۔ آجکل بعض مفسد منافق حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے متعلق فتنے پھیلا رہے ہیں۔ جو سراسر جھوٹ اور بدنیاتی پر محمول ہیں۔ کیونکہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی ذات مبارک اس بات کی ہرگز محتاج نہیں۔ کہ ان کے متعلق میں کچھ بیان کروں۔ تا احباب کرام آپ کی عظیم الشان ہستی کو سمجھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو عظمت اور شان آپ کو بخشی ہے۔ وہ چمکتے ہوئے سورج سے بھی بڑھ کر روشن ہے۔ جس کا انکار سوائے مفسد منافق کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا۔ اس وقت حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ الودود کی عمر انیس سال سے کچھ اوپر تھی۔ مگر حضور ایدہ اللہ نے اس وقت اس پلنگ کے سرہانے کھڑے ہو کر جس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسدِ مبارک رکھا تھا۔ اللہ تعالےٰ کے حضور یہ عہد کیا "کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ والسلام کے پیغام کو ساری دنیا تک پہنچاتے چلے جائیں گے۔ خواہ تمام لوگ آپ کو چھوڑ جائیں۔ اور کوئی انسان بھی آپ کے ساتھ نہ رہے"

اس عہد کو کئے بیالیس[۴۲] سال کا لمبا عرصہ گذر چکا ہے اس عرصہ میں آپ نے اپنے استقلال اور اولوالعزمی اور اس عہد کو پورا کرنے کا جو نمونہ دکھایا ہے۔ وہ خود اپنی مثال ہے۔ آج دنیا کے کناروں تک اسلام اور احمدیت کی تبلیغ اللہ تعالےٰ کے فضل سے پہنچ چکی ہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والے ہر قوم اور ہر ملک میں پیدا ہو گئے ہیں۔ سینکڑوں مبلغ غیر ممالک میں کام کر رہے ہیں۔ دنیا کے مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم ہو چکے ہیں۔ اور کئی ممالک میں جہاں پہلے کسی نے اسلام کا نام بھی نہ سنا تھا۔ آج مساجد تیار ہو کر اذانیں دی جاتی ہیں۔

پھر پاکستان بنتے وقت جو مصیبت سارے ملک پر پڑی اسکو کون نہیں جانتا۔ اکثر لوگ آج تک اپنے پاؤں پر کھڑے نہ ہو سکے۔ اور ان کی آبادی کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ مگر حضور ایدہٗ اللہ الودود نے ربوہ کو آباد کر کے جماعت میں جو انتشار پیدا ہوا تھا۔ اس کو دور فرمایا اور جماعت کو پھر ایک جگہ آباد کر کے اولوالعزمی اور اس عہد کی تکمیل کا ثبوت دیا۔

واقعات تو بہت ہیں۔ مگر میرے لئے گنجائش نہیں اس لئے صرف اتنے پر اکتفاء کرتا ہوں۔ اور اپنے قارئین کرام سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ غور فرماویں۔ کہ ایسے عظیم الشان کام کسی معمولی عزم والے انسان سے وقوع پذیر ہو سکتے ہیں؟ پس آپ کی شان مبارک آپ کے کاموں سے ظاہر ہے۔ اور آپ کی اولوالعزمی کے دشمن بھی قائل ہیں جس کا انکار درحقیقت نہیں کیا جا سکتا۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْ عُمْرِ اِمَامِنَا وَاَیِّدْہُ فِیْ مُھِمَّاتِہٖ ۔

اور پر تھا ——— یہ ہے میرا جانی۔ اور یہ ہے میرا پیارا محبوب ——— امیر المومنین !

(محمد اسحاق خلیل ربوہ)

۲۶

مجھے اپنے پیارے آقا حضرت مصلح موعود اللہ الودود سے کیوں محبت ہے لاشعور کی دھندلی اور مبہم حدود پھاند کر جب میں شعور کی حسین سرحد میں داخل ہوا۔ تو مجھے اُن سے زیادہ محبت کے قابل کوئی نظر نہیں آیا۔ میرا دائرہ عمل چونکہ ابھی تک حصول علم تک محدود ہے۔ میرا یقین ہے۔ کہ تعلیمی زندگی میں میری ہر کامیابی آپ اور صرف آپ ہی کی مبارک دعاؤں کا ثمر ہے۔ گھمبیر محبت اور شفقت کے اس پیکر سے میری محبت کا یہی راز ہے ——— !

(چوہدری محمد ارشاد خان بشیرؔ واقفِ زندگی دارالرحمت شرقی ربوہ)

۲۷

اک زمانہ کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آئیں یہ دن اور یہ بہار

اپنی فرصت کی گھڑیوں میں جب کبھی بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مندرجہ بالا پُر سرور شعر میری زبان پر آتا ہے۔ تو معاً میرا ذہن خلافت ثانیہ کے سنہری دور کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور عجب سرور حاصل ہوتا ہے کہ آہا ! ہم نے اس موعود (ایدہ اللہ تعالیٰ) کو پایا جس کی گذشتہ انبیاء اور صلحاء نے بشارت دی تھی۔ اب کوئی طاقت اس رشتہ محبت کو توڑ نہیں سکتی۔ آئندہ آنے والی نسلیں بھی اس دور کو یاد کر کے ترسیں گی۔

میری دعا ہے کہ ہمارا مقدس مصلح موعود تا دیر سلامت رہے اور اسلام کی ترقی کے وہ تمام وعدے جو حضور کی ذات سے وابستہ ہیں جلد پورے ہوں۔ آمین

(نصیر احمد بھٹی۔ احمد کمرشل کالج۔ کشمیری بازار۔ راولپنڈی)

(بقیہ صفحہ ——— موجودہ فتنہ خارجیت اور نوجوانانِ احمدیت کے فرائض)

برکاتِ خلافت۔ انوارِ خلافت" ——— کون ہے جو خدا کے کاموں کو روک سکتا ہے" اور "اسلام میں اختلافات کا آغاز" خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے بزرگانِ سلسلہ نے بھی اس موضوع پر ایک مختصراً رسالہ تحریر فرمایا ہے

۳۔ قائدین مجالس خدام الاحمدیہ اور شعبۂ تعلیم کے ناظمین سے گذارش ہے کہ وہ ان کتب کا ماہانہ امتحان لیں اور ہر خواندہ خادم ایسے امتحان میں شریک ہو۔

۴۔ ان کتب کا روزانہ درس دینے کے انتظامات کرنے چاہئیں۔

۵۔ اطفال۔ خدام اور انصار کے دلوں اور اذہان میں یہ بات ذہن نشین کروانی چاہیئے کہ کسی خلیفہ کی زندگی میں آئندہ خلیفہ کے متعلق بات کرنا یا تنہائی میں بھی اس سلسلے میں غور کرنا ——— ایمان کی کمزوری ہے۔ اور اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ جو بدباطن شخص یا گروہ اس قسم کی بات کرتا ہے۔ یا ایسے لوگوں ہمنوائی کرتا ہے ——— وہ اپنی منافقت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ہمیں ایسے لوگوں سے نفرت کرنی چاہیئے ——— اور مرکز یا مقامی امیر کو اطلاع دینی چاہیئے۔

۶۔ ہمیں اپنے مقام کو سمجھنا چاہیئے۔ اپنے اندر احساس فرض پیدا کرنا چاہیئے ——— ہمارے سینے اس یقین سے سرشار ہونے چاہیئے۔ کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز خدا تعالےٰ کا ایک مجسم نور ہیں ——— قدرت کا ایک گراں قدر انعام اور نعمت ہیں ——— ہماری نجات اور آخرت کی بھلائی اسی دامن سے وابستہ رہنے میں ہے۔

اے خدا تو اس مقدس وجود کو ——— اس نور کی قندیل ——— کو ہمیشہ فروزاں رکھ۔ تا اسلام کی سربلندی اور عظمت کے وعدے پورے ہوں۔ جو اس مقدس ذاتِ بابرکات سے وابستہ ہیں۔ آمین۔

تاریخ غیر مبائعین کا ایک تاریک ورق

از قلم جناب محمد نذیر صاحب فاروقی

نیتیں صاف نہ تھیں۔ جو کبھی نیک ارادے رکھتے تھے۔ اب ان کے ارادے نیک نہ تھے۔ طبیعتوں پر نام نہاد جمہوریت کا رنگ آچکا تھا۔ اقتدار کی خواہش جوبن پر تھی۔ مولانا حضرت نورالدین رضی اللہ عنہ جن کے تازیانے سے ڈرتے تھے۔ اور جن کی موت کے خواہاں تھے۔ آج اُن کا یوم وصال تھا۔ بھلا اپنی "بغاوت" کا اعلان کرنے کیلئے اس سے اچھا کون سا موقعہ تھا۔

یہ کوئی مسئلہ نبوت یا خلافت کا جھگڑا نہ تھا۔ بلکہ محض حصول اقتدار کی خواہش تھی جس نے اس گروہ کو پریشان کر رکھا تھا۔ دراصل انہوں نے حضرت الحاج مولانا مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ المسیح تسلیم کر لینے کے بعد یہ محسوس کیا۔ کہ ان کے اختیارات محدود ہو چکے ہیں اور ایک ہستی ان کے درمیان ایسی موجود ہے۔ جو ان کی لغزشوں پر تنبیہ اور خود سری پر بازپرس کرنے کا حق رکھتی ہے۔ اس لئے اس سے خلاصی حاصل کرنے کے لئے خدا اور رسول کے احکام کے خلاف خفیہ منصوبہ بازی اور مشاورت کی بناء رکھی۔ اور احمدیہ بلڈنگس کو اپنی سازشی کارروائیوں کا مرکز بنا کر اپنے منصوبوں کی مہم کا آغاز کر دیا۔

یہ حضرات احمدیوں کو احمدیت کے مرکز اور سلسلہ کے نظام سے درپردہ بدظن کرنے کی کوشش کرتے۔ اور خلافت کے جوئے کو اتار پھینکنے کے لئے کچھ ایسی باریک راہوں سے ترغیب دیتے۔ کہ سننے والے چکر میں آجاتے۔ خطبات اور کلمات طیبات کی اس طرح تمہید ہوتی کہ افسوس ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت کا احترام نہیں کیا جا رہا ہے۔ اور مرکز میں شخصی نظام کا دور دورہ شروع ہو گیا ہے۔ مولوی نورالدین صاحب یعنی (حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ) ہر لحاظ سے اپنی رائے مقدم سمجھتے ہیں۔ بڑھاپے نے اور بھی مزاج کو چڑچڑا بنا دیا ہے۔ صریحاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت کے خلاف عمل کیا جاتا ہے۔ دیکھئے سلسلہ کا کیا انجام ہو۔ کبھی یہ بزرگوار لمبی آہ کھینچ کر حسرت و یاس کی حالت اپنے چہروں پر وارد کرتے۔ اور کچھ دیر خاموشی کے بعد عاقلانہ انداز میں فرماتے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مطلب تو دنیا میں سے پیر پرستی اور اس کے بدعت رسوم طور طریقوں کا قلع قمع کرنا تھا۔ مگر ہمارے کچھ بزرگان جماعت پھر انہی طریقوں کو تازہ کر رہے ہیں۔ حضور کی خلافت کا بھی تو یہ مطلب نہ تھا۔ یہ تو انتظام سلسلہ کے لئے کیا گیا تھا۔ ورنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو خود سید کونین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے۔ خلیفہ کی خلافت کیا معنی رکھتی ہے۔ یہ زہریلا پراپیگنڈہ صرف زبان تک ہی محدود نہ تھا۔ بلکہ قلمیں بھی اس "مقدس جہاد" میں برابر کی شریک تھیں۔ بطور مثال ذیل میں مرزا یعقوب بیگ کا ایک مکتوب بنام سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی تحریر کرتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔ کہ جس شخص نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اقرار بیعت کیا ہو۔ یہ تحریر اس کو زیب دیتی ہے۔

حضرت اخی المکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

قادیان کی مشکلات کا سخت فکر ہے۔ خلیفہ صاحب کا تلوّن طبع بہت بڑھ گیا ہے۔ اور عنقریب ایک نوٹس شائع کرنے والے ہیں۔ جس سے بیر اندیشہ بہت بڑے ابتلا کا ہے۔۔۔

اگر اس میں ذرا بھی تخالف خلیفہ صاحب کی رائے سے ہو۔ تو برافروختہ ہو جاتے ہیں۔ سب حالات عرض کئے گئے۔ مگر ان کا جوش فرو نہ ہوا۔ وہ ایک اشتہار جاری کرنے کا مصمم ارادہ رکھتے ہیں۔ . . . . . آپ فرماتے ہیں ہم اب کیا کر سکتے ہیں۔ ان کا منشاء یہ ہے۔ کہ انجمن کالعدم ہو جائے اور ان کی رائے سے ادنیٰ تخالف نہ ہو۔ مگر یہ وصیت کا منشاء نہیں۔ اس میں بھی حکم ہے۔ تم سب میرے بعد مل جل کر کام کرو۔ شیخ صاحب (رحمت اللہ) اور شاہ صاحب (محمد حسین شاہ) سے بعد سلام مسنون مضمون واحد ہے۔"

خاکسار مرزا یعقوب بیگ (۲۹/۹/۰۹)

ایک دوسرا خط ملاحظہ ہو۔ جو اسی مکتوب الیہ کو ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مؤرخہ ۱۹۰۹ء کو تحریر کرتے ہیں۔

"اخی مکرمی جناب شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:۔

جناب کا نوازش نامہ پہنچا۔ حال معلوم ہوا۔ . . . . قادیان کی نسبت دل کو بٹھا دینے والے واقعات جناب کو شیخ صاحب نے لکھے ہوں گے۔ وہ باغ جو حضرت اقدس نے اپنے خون کا پانی دے دے کر کھڑا کیا تھا۔ ابھی سنبھلنے ہی نہ پایا تھا۔ کہ باد خزاں اس کو گرانا چاہتی ہے۔ حضرت حضرت مولوی صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح اول) کی طبیعت میں ضد اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ دوسرے کی سُن ہی نہیں سکتے۔ وصیت کو پس پشت ڈال کر خدا کے فرستادہ کے کلام کی بے پرواہی کرتے ہوئے شخصی وجاہت اور حکومت ہی پیش نظر ہے۔ سلسلہ تباہ ہو تو ہو۔ مگر اپنے منہ سے نکلی ہوئی بات نہ ٹلے پر نہ ٹلے۔ وہ سلسلہ جو کہ حضرت اقدس کے ذریعہ بنا تھا اور جو کہ بڑھے گا۔ اور ضرور بڑھے گا۔ وہ چند ایک اشخاص کی ذاتی رائے کی وجہ سے اب ایسا گرنے کو ہے۔ کہ پھر ایک وقت کے بعد ہی سنبھلے تو سنبھلے۔ سب اہل الرائے اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کے مرتے ہی سب نے آپ کے احسانات کو بھلا کر آپ کی وصیت کو بھلا دیا۔ اور پیر پرستی جس کی بنیاد اکھاڑنے کے لئے یہ سلسلہ اللہ نے مقرر کیا تھا۔ قائم ہو رہی ہے۔ اور عین یہ شعر مصداق اس کے حال کا ہے۔ ؎

بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کار خود با دین احمد کار نیست

کوئی بھی نہیں پوچھتا کہ بھائی یہ وصیت بھی کوئی چیز ہے یا نہیں۔ یہ تو اللہ کی وحی کے ماتحت لکھی گئی تھی۔ کیا یہ پھینک دینے کے لئے تھی۔ اگر پوچھا جاتا ہے۔ تو ارتداد کی دھمکی ملتی ہے۔ اللہ رحم کرے۔ دل سخت بیکسی کی حالت میں ہے۔ حالات آمدہ از قادیان سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب فرماتے ہیں (مولوی صاحب سے مراد حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ) کہ بم کا گولہ دس دن تک چھوٹنے کو ہے۔ جو کہ سلسلہ کو تباہ و چکنا چور کر دے گا۔ اللہ رحم کرے تکبر اور نخوت کی کوئی حد ہوتی ہے۔ نیک ظنی۔ نیک ظنی کی تعلیم دیتے دیتے بدظنی کی کوئی انتہا نظر نہیں آتی۔ ایک شیعہ کی وجہ سے سلسلہ کی تباہی۔ اللہ رحم کرے۔ یا الٰہی ہم گناہگار ہیں۔ تو ہمیں اپنے فضل و کرم سے بچا سکتا ہے۔ اپنی خاص رحمت میں لے لے۔ اور ہم کو ان ابتلاؤں سے بچا لے۔ آمین۔ اور کیا لکھوں۔ بس حد ہو رہی ہے۔ وقت آئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص تائید الٰہی ہو۔ تاکہ یہ سلسلہ اس صدمہ سے بچ جائے۔ آمین۔ سب برادران کی خدمت میں السلام علیکم۔ اور دعائی درخواست۔"

(خاکسار سید محمد حسین)

یہ ایک ارادتمند مرید کا خط ہے۔ خلیفہ وقت کی نسبت لکھ رہا ہے۔ بالفاظ دیگر خلیفہ کی رعونت اور تکبر کا خاکہ کھینچ رہا ہے۔ خلیفہ کی تباہ کاریوں سے دل میں از حد درد ہے۔ کہ کہیں سلسلہ تباہ نہ ہو جائے۔ فقرہ فقرہ پر اللہ سے رحم کی درخواست ہے۔ کہ کس طرح بدظن خلیفہ سے چھٹکارا ہو۔

ان دو خطوط سے واضح ہوگا۔ کہ کاتبان خطوط کے خیال میں قادیان میں خلیفہ کیا کچھ ستم ڈھا رہا ہے۔ آہ جس کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت کی تھی (نعوذباللہ) وہ تکبر اور نخوت کا سراپا پتلا خلیفہ کس طرح تبر ہاتھ میں لے کر اس سلسلہ الٰہیہ کی جڑ کاٹ رہا ہے۔ اور (نعوذ باللہ) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف کیا کچھ کہہ رہا ہے۔ اس کا نام ہے۔ پیرو پیگنڈا۔

اس کا پس منظر یہ تھا کہ حکیم فضل الدین صاحب بھیروی نے ایک حویلی واقعہ شہر بھیرہ اپنی وصیت کے سلسلہ میں صدر انجمن احمدیہ کو دی تھی۔ بھیرہ کے ایک مقامی شیعہ دوست نے خریدنے کی خواہش کی حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے احسان و مروت کے طور پر حویلی رعائتی قیمت پر اس شیعہ دوست کو دے دی۔ ان حضرات کو یہ امر ناگوار گزرا اور خلیفہ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ ہر سو جماعت میں اس فتنہ کو پھیلانے کی کوشش کی کیونکہ کرتے اس کے ہاتھ پر بیعت سے بکے ہوئے تھے۔ اور یہی سب کچھ خلافت کے خلاف محاذ قائم کرنے کا موجب تھا۔ اگرچہ پہلے بھی ایسے ایسے واقعات رونما ہوا کرتے تھے۔ مگر یہ شاخسانہ ایسا تھا۔ کہ اس کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کو ان کی بغاوت اور سرکشی کو دیکھ کر یہ کہنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ کہ اگر یہ لوگ آئندہ عیدالفطر تک اپنے رویہ سے باز نہ آئے۔ تو میں ان کو جماعت سے خارج کر دوں گا چنانچہ انہوں نے معافی مانگ لی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اول نے خطبہ عید میں ان تمام واقعات کو بیان کیا۔

لیکن بقول شخصے۔ ع

وہ کون سا دن تھا کہ میں چاک گریباں نہ ہوا

قبل ازیں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ نے مسجد مبارک کی چھت پر مولوی محمد علی و خواجہ کمال الدین صاحبان سے دوبارہ بیعت لی تھی۔ کہ وہ خلیفہ وقت کو معزول کرنے کی سازش کر رہے تھے۔ اور شیخ یعقوب علی صاحب (عرفانی کبیر) سے اس لئے دوبارہ بیعت لی تھی۔ کہ عرفانی صاحب نے بلا اجازت ان ہر دو احباب کے برخلاف مدافعانہ رنگ میں کاروائی شروع کر دی تھی۔ اس دوبارہ بیعت کو مولوی محمد علی صاحب نے اپنی تذلیل کا موجب سمجھا۔ اور غم وغصہ کا اظہار کیا۔ پس حقیقت یہی ہے کہ یہ معافی بھی محض نمائشی تھی۔ ورنہ ان حضرات کو خلیفۃ المسیح کی تابعداری سوہان روح ہو رہی تھی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگ جو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی تابعداری کو سعادت دارین سمجھتے تھے۔ وہ ان کی آنکھ میں خار اور راہ میں روڑے تھے۔ یہ ان کو ہٹا کر اپنا راستہ صاف کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔

ایک دوسری بات یہ تھی۔ کہ یہ حضرات سمجھتے تھے۔ کہ بیرونی چندہ جو قادیان میں پہنچتا ہے۔ وہ ہماری کوششوں سے موصول ہوتا ہے۔ اس لئے یہ رکیک حملے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی کر لیا کرتے تھے۔ اور ان کی اگر تفصیل دی جائے۔ تو ایک غیور احمدی مسلمان شاید تاب شنیدن نہ لا سکے۔ یہ کہا کرتے تھے۔ کہ جو روپیہ ہم اکٹھا کرتے ہیں۔ اس کو زیورات اور ملبوسات پر خرچ کیا جاتا ہے یا باغ کے مالی اور بیلداروں پر خرچ ہوتا ہے۔ جیسا کہ کرڑیالوالہ کے سفر میں سید سرور شاہ صاحب سے ایک فتنہ پرداز نے کہا۔ اور وہ شہادت دیتے ہیں۔ یہ چاہتے تھے کہ کوئی روپیہ وغیرہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اور حضرت خلیفہ اوّل کے وقت میں ان کو زجر و توبیخ میسر آجاتی تھی۔ اور اپنی پے درپے شکستوں کے نتیجہ میں عناد اور بغض کی بیماری کا شکار ہو رہے تھے۔ اور بالآخر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات پر اپنی امیدوں کو لگا تار رکھتا تھا۔ لیکن جب وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے وجود گرامی۔ ان کی قبولیت عامہ اور رستا و ہوشمندی کو دیکھتے۔ تو پھر ان کو اپنا مستقبل سیاہ نظر آتا تھا۔ کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل بعض اوقات اشارہ و کنایہ سے حضرت صاحبزادہ صاحب

(موجودہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ) کی اطاعت
کا درس بھی ان بزرگوں کو دے دیا کرتے تھے اور اپنے
ہونے والے جانشین کو بعض اوقات اپنی جگہ فرائض
امامت الصلوٰۃ بھی ادا کرنے کا حکم دیتے۔ اور اسی
طرح گفتگو عام میں حضرت صاحبزادہ صاحب (موجودہ
خلیفۃ المسیح الثانی) کے فضائل کا بھی اعتراف فرماتے۔ مگر
یہاں تہیدستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل والا معاملہ
تھا۔ انہوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب (موجودہ خلیفۃ
المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) کے بر خلاف ایک
خفیہ محاذ قائم کر دیا۔ اور لاہور سے ایک گمنام ٹریکٹ
اظہار حق نمبر ۱ و ۲ شائع کئے۔ اور اس کے اوپر لکھا کہ
صرف احمدی احباب کے ملاحظہ کے لئے۔ غیر احمدی کو
ہرگز نہ دکھایا جائے۔

ان ٹریکٹوں میں حضرت خلیفہ اول رضی حضرت صاحبزادہ
صاحب اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ پر بہتان باندھنے
میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا۔ لیکن خدا تعالیٰ کا یہ
ارشاد تھا "انی معك یا رسول اللہ" ٹریکٹ ۱ میں ۱۶
الزامات قائم کئے گئے تھے اور ٹریکٹ ۲ میں ۲۵۔ ان
ٹریکٹوں کے شائع کرنے میں ناشر نے اپنی منافقت کا
پورا پورا ثبوت دیا تھا۔ اور دیتا رہا۔ کہ ٹریکٹ جب
پریس سے چھپ کر آئے۔ تو ان پر شائع کنندہ کا نام حسبِ
قاعدہ آخر میں چھپتا تھا۔ مگر جب اشاعت کے لئے بیرونی
جماعتوں میں یا دوسرے افراد کو تقسیم کئے جاتے۔ تو نام
اور پتہ وغیرہ
سے کاٹ لیا جاتا تھا۔ ان کی حیثیت
گمنام سی ہو جاتی۔ اور یہ امر شائع کرنے والی جماعت کی
صداقت اور دیانتداری کا مظاہرہ کرتا تھا۔ پھر کچھ ان
ٹریکٹوں پر ہی منحصر نہ تھا۔ عام طور پر ایسے خطوط لکھے جاتے
کچھ قلمی ہوتے کچھ پریس سے نکلوائے جاتے۔ چنانچہ ایک
خط جس کا عنوان تھا۔

"کھلا خط بنام مرزا محمود احمد صاحب سکنہ قادیان
ضلع گورداسپور امیدوار خلافت" شائع ہو کر تقسیم ہوا
یہ خط بھی گمنام تھا۔ اس میں حضرت صاحبزادہ صاحب
(موجودہ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) اور دیگر احباب
قادیان کو کوسا گیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کو مخاطب کر کے
کہا گیا۔ کہ آپ ہنوز طفل مکتب ہیں۔ اور خلافت کے
بارِ عظیم کی ذمہ داریوں کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ کبھی یہ جرأت
نہ کرنا۔ بلکہ لکھنے والے مسخرہ نے یہاں تک لکھا کہ آپ سے
ہزار درجہ افضل تو میں ہوں۔ اگر آپ نے دعویٰ کیا۔ تو
مجھے بھی مجبوراً دعویٰ کرنا پڑے گا۔ یہ گمنام تحریریں حضرت
خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ اور حضرت صاحبزادہ صاحب
موجودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور
بھی پہنچیں۔ عوام بھی پڑھتے اور سوچتے کہ جب خلیفہ موجود ہے
تو یہ پیش از وقت خلافت کا انتظام کرنے والا کون ہے۔
درآنحالیکہ صاحبزادہ صاحب کی جانب سے آئندہ حصول
خلافت کے لئے کوئی سوال ہی نہیں۔ اور نہ اس معاملہ پر
مرکز میں کبھی کسی نے زبان کھولی ہے۔ مگر عوام یہ نہ سمجھتے
تھے۔ کہ یہ آئندہ کے لئے خلافت کی معزولی کے لئے ایک
پیش خیمہ ہے۔ الغرض اس میں شک نہیں کہ اس خفیہ
طریق کار نے جماعت میں ایک بے چینی اور اضطراب
پھیلا رکھا تھا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب موجودہ خلیفۃ المسیح
الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی ان خطوط اور ٹریکٹوں
کا جواب دیا۔ چنانچہ ایک لمبا مضمون ۱۹ر نومبر ۱۹۱۳ء
کو اخبار الفضل میں شائع ہوا۔ اور حضرت صاحب نے
ان الزامات کا جواب بھی دیا۔ مگر روز ازل سے جو مقدر
تھا۔ وہ بہرحال ہونا تھا۔ یہ لوگ اپنی چابکدستیوں اور
شورہ پشتیوں میں متواتر ترقی کرتے گئے۔ اور ان جوابی
تحریروں نے ان پر کچھ اثر نہ کیا۔ اور اثر ہو بھی کیسے
سکتا تھا۔ جبکہ یہ سامان اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ
السلام کے الہامات رویا اور کشوف اور پورا کرنے
کے لئے کر رہا تھا۔ بڑے چھوٹے کئے جانے مقصود
تھے۔ اور چھوٹوں سے ایک نظامِ نو کی بنیادیں رکھوانا
مقصود تھا۔ ان ٹریکٹوں اور تحریروں کا شور و غل اور

چرچا عام ہوا۔ تو ان کے محرر اور شائع کنندہ میر انعام اللہ
شاہ۔ منیجر اخبار پیغام صلح اور بابو محمد منظور الٰہی کو گردانا
گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مگر ان دونوں حضرات نے ۱۴/۱۱/۱۹۱۳ء
کو پیغام صلح میں ایک کھلی چٹھی بنام جماعت انصار اللہ (احمدی)
شائع کر کے اپنی بریت کا اظہار کیا۔ انہی دنوں میں ایک
صاحب قریشی محمد عثمان احمدی۔ ریلوے انجینئر بمبئی سے
آکر احمدیہ بلڈنگس میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہوں نے
ان خفیہ تحریروں اظہار حق وغیرہ کے متعلق کچھ روشنی ڈالی۔
چنانچہ وہ بالفاظ ذیل شہادت دیتے ہیں۔

"مجھے ابتداء میں مولوی محمد علی صاحب۔ ڈاکٹر
یعقوب بیگ صاحب ڈاکٹر محمد حسین صاحب و شیخ
رحمت اللہ صاحب سے بہت حسن ظن تھا۔ اور میں ان
لوگوں کو سلسلہ کے نہایت معزز و مکرم رکن سمجھتا تھا۔
اور یہی وجہ تھی کہ میں نے بمبئی سے آکر احمدیہ بلڈنگس
کو نہایت مقدس مقام اور احمدیت کا مرکز سمجھ کر وہاں
قیام کیا۔ اور قریباً دو سال تک وہاں رہا۔ مگر اتنے عرصہ
کے قیام نے میرے خیالات کو بالکل بدل دیا۔ اور میں
احمدیہ بلڈنگس کو احمدیت کے خلاف ایک خطرناک سازشی
مقام سمجھنے لگا۔ اور ان لوگوں کو حقیقتاً سلسلہ کا دشمن
یقین کرنے لگا۔ کیونکہ لگاتار ایسے واقعات اور مشاہدات
ہوتے رہتے تھے۔ کہ جن سے میری حسن ظنی بالکل کافور ہوگئی
اور مجھے ان لوگوں سے نفرت ہونی شروع ہوگئی۔ اسی اثناء
میں حضرت خلیفہ اول کا ایک خط ڈاکٹر محمد حسین کے نام
میری نظر سے گزرا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔
"آپ کا پیغام جنگ پہنچا۔ مولوی محمد علی اور خواجہ
کمال الدین کی بیعت کر لو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خوب
حق بیعت ادا کیا۔"
اس پر میں نے فیصلہ کر دیا۔ کہ حقیقت میں یہ لوگ
سلسلہ کے دشمن ہیں۔ اور کامل یقین مجھے اس کے متعلق
ہوگیا۔ چنانچہ میں نے ایک خط احمدیہ بلڈنگس کے مفصل
حالات کے متعلق لکھ کر حضرت خلیفہ اول کی خدمت میں
بھیج دیا۔ اور اس میں کھول کر عرض کر دیا۔ کہ حضور کے
بعد یہ لوگ بڑے سخت فتنہ پیدا کریں گے۔ اور یہ لوگ
سلسلہ کے در پردہ جانی دشمن ہیں۔ اور یہ بھی لکھا تھا۔
کہ خفیہ ٹریکٹ وغیرہ جو شائع ہو رہے ہیں۔ وہ احمدیہ
بلڈنگس ہی کی کارگزاری ہے۔ اور ڈاکٹر محمد حسین وغیرہ
سب لوگ اس میں شامل ہیں۔" (الفضل ۱۹ ستمبر ۱۹۱۵ء)

قصہ مختصر حضرت خلیفہ اول کے آخری ایام زیست
میں اپنے اقتدار اور صدر انجمن احمدیہ پر قبضہ جمانے کیلئے
ان حضرات نے گھناؤنے طریقوں سے ہاتھ پاؤں مارنے
شروع کئے۔ اور یہی وجہ تھی کہ ان کی حرکات کو دیکھ کر
حضرت خلیفۃ المسیح اول فرمایا کرتے تھے کہ "میرے بعد
ان لوگوں کو ضرور دقت پیش رہے گی۔ اگر اصلاح نہ ہوئی۔"
(الفضل ۱۹ ستمبر ۱۹۱۵ء)

چونکہ حضرت خلیفہ اول کے سن و سال اور کمزوری
صحت سے صاف ظاہر ہوتا تھا۔ کہ یہ نور اب چراغ سحری
ہے۔ اور وہ خود بھی گاہے گاہے اس کی طرف اشارہ کر دیا
کرتے تھے۔ اور یہ امر اس گروہ کے لئے کچھ سکون کا
باعث ہوتا۔ کہ چند روزہ بات ہے۔ اس کے بعد "دیدہ
باید" کی کشمکش جاری ہی تھی۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول زیادہ
بیمار ہو گئے۔ اور حالت زیادہ نازک ہو گئی۔ تو مولوی محمد علی
صاحب نے ایک ٹریکٹ لکھا۔ اور اس میں عدم ضرورت
خلافت پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اور عوام سے استدعا
کی۔ کہ یہ خلافت کا سلسلہ موزوں نہیں ہے۔ لیکن اس
کو شائع نہ کیا۔ بلکہ لکھ کر اور طبع کرا کر محفوظ رکھا۔ کہ وقت
آنے پر عوام میں مشتہر کیا جائے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول مرض الموت میں تھے۔
اور ادھر اشتہار کو بیرونی جماعتوں کو بھجوانے کے لئے
پیکٹ بنائے جا رہے تھے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ کچھ بھجوائے
بھی گئے تھے۔ کہ ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو حضرت کا انتقال ہوگیا
اور قادیان میں ایک خاموشی طاری ہوگئی۔ مگر اس طرف
پروپیگنڈا کی مشین زیادہ تیزی سے چلنے لگی۔ کہ خلافت

ایک غیر ضروری چیز ہے۔ وہ خلافت جس کو مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء نے خلافتِ اوّل کے وقت یہ کہہ کر قبول کیا تھا۔

"کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی۔ جس کی تعداد اُس وقت بارہ سو تھی۔ والا مناقب حضرت حاجی الحرمین شریفین جناب حکیم نورالدین صاحب کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا۔"

الغرض خواجہ کمال الدین۔ معہ دستخط دیگر ممبران مجلس معتمدین پھر ملاحظہ ہو لکھا ہے۔ "مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں۔ اس امر پہ صدق دل سے متفق ہیں۔ کہ اول المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نورالدین صاحب کے ہاتھ پر احمدؑ کے نام پر تمام احمدی جماعت موجود اور آئندہ نئے ممبر منتخب کریں گے اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے ایسا ہی ہوگا۔ جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔"

دستخط شیخ رحمت اللہ۔ خواجہ کمال الدین۔ مولوی محمد علی۔ مولوی غلام حسین۔ مرزا یعقوب بیگ۔ ڈاکٹر بشارت احمدؐ۔ بحوالہ بدر ۲؍جون ۱۹۰۸ء۔

لیکن آج اس خلافت کے مٹانے اور اس کالعدم کرنے کے لئے پوری طاقتیں صرف کی جارہی تھیں۔ اور اس امر کا ثبوت دیا جارہا تھا۔ کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر جماعتی رنگ میں بیعت خلافت حضرت حاجی مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر کی گئی تھی۔ تو وہ محض ایک گمراہی اور ضلالت تھی۔ کیونکہ انجمن خلیفہ کی مطیع نہیں بلکہ مطاع ہے۔ اور اسی گمراہی کو اب کبھی قبول نہیں کیا جائے گا۔

جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ پڑا ہوا تھا۔ کہ ہر دو فریق مریدان خلافت (جو خلافت کے حق میں تھے) اور منکران خلافت کے درمیان کئی فارمولے اور اصول پیش ہوئے۔ مگر چونکہ ان لوگوں کو کوئی سمجھوتہ کرنا مقصود نہیں تھا۔ یہ انکار پر ڈٹے رہے۔ ان کو یقین کامل تھا۔ کہ اس صورت میں کوئی شخص بیعت خلافت کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ ہمارا اثر و رسوخ اپنا رنگ لائے گا۔ اور میدان ہمارے ہاتھ رہے گا۔

احمدیت کی تاریخ میں ۱۴؍ مارچ ۱۹۱۴ء کا یوم ہفتہ بھی ناقابل فراموش ہے۔ اور جن سعادتمندوں کو مسجد نور میں اس ساعت سعید کی دید میسر آئی۔ وہ کبھی اس دلکش نظارے کو نہ بھول سکیں گے۔ نماز عصر کے بعد شمع خلافت کے ایک پروانے "نواب محمد علی خان صاحب مرحوم و مغفور" اٹھے اور انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی وصیت یعنی آخری پیغام پڑھ کر سنانا شروع کیا۔ یہ وہی پیغام تھا جس پر مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے نے حضور خلیفۃ المسیح اوّل کے روبرو یہ کہہ کر تصدیق فرمائی تھی۔ کہ اب اس میں کسی کمی بیشی کی ضرورت نہیں ہے۔

وصیت کے خاتمہ پر سید محمد احسن صاحب امروہی کھڑے ہوئے اور انہوں نے ضرورت خلافت پر تقریر شروع کی اور اپنی رائے کا اظہار کیا۔ کہ ہمیں اب حضرت میاں صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہیئے اور میں ان کو ہی اس کا اہل سمجھتا ہوں۔ مجمع سے آواز بلند ہوئی۔ ضرور ضرور۔ اور پھر خلافت کے شیدائی خدا کے تصرف کے ماتحت دیوانہ وار آگے بڑھے اور قدرت ثانیہ کے دوسرے عظیم الشان مظہر اور خلیفہ موعود کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ آنکھیں پرنم اور دل سینوں میں پانی کی طرح بہہ رہے تھے۔ چند ہستیاں اس نظارے کی تاب نہ لاسکیں۔ وہ زیادہ دیر برداشت نہ کرسکے اٹھے اور مجلس سے نکل گئے۔ وہ جارہے تھے۔ قدرت کہہ رہی تھی۔ ابھی کیا دیکھتے ہو۔ اس طفل مکتب کی اعجاز نمائیوں کے لئے تمہارے وجود گواہ ہوں گے۔ تم میں سے لیڈری اور سرکردگی کی خواہشات کا شکار ہونے

داتوں کو ایک لمبا عرصہ دیا جائے گا۔ تاکہ تم اس کے کارناموں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو۔ اور ان وعدوں کو بھی دیکھو جو اس کی پیدائش سے قبل کئے گئے تھے۔ اور جن کو سُن سُن کر تم امنا وصدقنا کہا کرتے تھے۔ گھبراتے کیوں ہو۔ جس کو تم آج بچہ کہتے رہے ہو۔ یہ بچہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور تمہیں اس کے مقابلہ میں ایڑی چوٹی کا زور لگانا اور ہر قدم پر ناکام رہنا ہے۔

بیعت ہو چکی تو تاجدار خلافت سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ نے ایک مختصر سی تقریر فرمائی۔ اب دل سکون اور اطمینان سے لبریز تھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اُٹھے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے شمالی میدان میں جہاں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کا جسد مبارک رکھا ہوا تھا وہاں اُٹھ کر آئے۔ نماز جنازہ پڑھائی۔ دو ہزار سے زیادہ زن و مرد نے نماز جنازہ میں شمولیت کی۔ اور نعش مبارک کو مقبرہ بہشتی میں اس کے آقا کے پہلو میں لے جا کر دفن کیا گیا۔

خلافت ثانیہ کے قیام کے بعد انجمن کے ان ملازمین اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے "اصحابیوں" نے خزانہ صدر انجمن۔ سامان اور دیگر ضروری اشیاء کو سمیٹ کر اپنی ذہنیت کا ثبوت بہم پہنچایا۔ اور وہ کچھ ثابت کر دیا۔ جسے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی نگاہیں برسوں قبل دیکھ رہی تھیں۔

(باقی آئندہ)

مقامِ او مقام نور دین بود!

پرویز پروازی

تمہاری فتنہ انگیزی ہے بے سود
یہی فضلِ عمر ہے پسرِ موعود

موافق اس کے ہیں اللہ والے
مخالف اس کے ہیں مقہور و مردود

کہاں وہ پسرِ موعود اور کہاں تم؟
کہاں شمعِ جہاں تاب اور کہاں دود؟

جلالِ او جلالِ مردِ مومن
مقامِ او مقام نور دین بود

خدا کے برگزیدہ ہیں جہاں میں
محمدؐ اور احمدؑ اور محمود

کہاں پرویز میری سُست بندش
کہاں ذکرِ بشیر الدین محمود

ترانۂ عقیدت

(نتیجۂ فکر حضرت قاضی ظہور الدین صاحب اکمل)

دل سے اس نورِ سراپا کے پرستار ہیں ہم

فتنہ پرداز دل سے کوئی بھی ہوں بیزار ہیں ہم
دست درکار میں دل دادہ بہ دلدار ہیں ہم

احمدیت کے چمن میں ہیں نوا سنجِ خلوص!
اور سمجھے ہوئے تفریقِ گل و خار ہیں ہم

باغباں پر ہے تصدق دل و جانِ خدام
کہ مجاہد پئے سرسبزیٔ گلزار ہیں ہم

آؤ دکھلائیں تمہیں گلشنِ احمد کی بہار
دوحۂ ابن براہیم کے اثمار ہیں ہم

رُحَما فیض رسانی میں تو ہیں آبِ رواں
اور اَشِدّا بھی ہیں مضبوطی میں کہسار ہیں ہم

شہرت مصلحِ "موعود" افق تک پہنچی
کہ مبلغ پئے اسلام و فداکار ہیں ہم

نور ہی نور۔ اندھیرے کا کہیں نام نہیں
دل سے اس نورِ سراپا کے پرستار ہیں ہم

کوئی درباری اُلٹنے نہ پلٹنے پایا
حاضر الوقت بہ دربارِ دُرربار ہیں ہم

عاقبت اکمل مہجور کی۔ سب کی محمود
کہ غلامانِ حضور احمدِ مختار ہیں ہم

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ مفسدین کے جواب میں

(مرتبہ جناب چوہدری محمد اسحاق صاحب خلیل بی۔اے)

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

قارئین کرام! خلافت کے انکار اور عزل خلافت کا پرچار کرنے والے مفسد پرداز آج کی پیداوار نہیں ہیں۔ اس قسم کے سابق صفت منافق ماہر خلافت کے مقابل پر کھڑے ہوئے۔ اور اپنی موت آپ مر گئے۔ اور شمع خلافت کی خیرہ کن شعاعوں سے اُن کی اندھی آنکھیں کچھ فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ اور آج بھی تاریخ کے اوراق ان کی ازلی محرومیت کی شہادت دے رہے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے زمانہ میں جب ان لوگوں نے سازش کی تو آپ نے تخت خلافت پر متمکن ہو کر پورے جلال اور تمکنت کے ساتھ پرشوکت اعلان فرمایا۔

۱۔ "خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں۔ تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے۔ میں جب مر جاؤں گا تو وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا۔ اور خدا اس کو آپ کھڑا کرے گا۔ تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں۔ تم خلافت کا نام نہ لو۔ مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں۔ اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں۔ جو تم کو مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔"

(بدر ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء)

۲۔ اگر کوئی مجھ پر اعتراض کرے تو وہ اعتراض کرنے والا فرشتہ بھی ہو تو میں اسے کہہ دوں گا کہ آدم کی خلافت کے سامنے سر بسجود ہو جاؤ تو بہتر ہے۔ اگر وہ ابیٰ و استکبار کو اپنا شعار بنا کر ابلیس بنتا ہے تو پھر یاد رکھے کہ ابلیس کو آدم کی مخالفت نے کیا پھل دیا۔"

(بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

۳۔ "اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں۔ تم ان سے بچو پھر سن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں۔ اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں۔ اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا کو مجھ سے چھین لے۔" (بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

۴۔ "یہ اعتراض کرنا کہ خلافت حقدار کو نہیں پہنچی۔ رافضیوں کا عقیدہ ہے اس سے توبہ کر لو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حقدار سمجھا خلیفہ بنا دیا۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے۔ فرشتے بن کر اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرو۔ ابلیس نہ بنو۔"

(بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

۵۔ "میں اس مسجد میں قرآن مجید ہاتھ میں لے کر اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے پیر بننے کی خواہش ہرگز نہیں تھی اور نہ تھی اور قطعاً خواہش نہ تھی۔ خدا تعالیٰ کے منشاء کو کون جان سکتا ہے۔ اس نے جو چاہا کیا۔ تم سب کو پکڑ کر میرے ہاتھ پر جمع کر دیا اور اس نے آپ نہ تم میں سے کسی نے مجھے خلافت کا کرتہ پہنایا۔ پس اس کی عزت اور ادب کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

باوجود اس کے میں تمہارے مال اور تمہاری کسی بات کا بھی روادار نہیں .... تمہارا مال جو میرے پاس نذر کے رنگ میں آتا تھا۔ اس سے پہلے اپریل تک میں اسے مولوی محمد علی کو دے دیا کرتا تھا۔ مگر کسی کو غلطی میں ڈالا اور اس نے کہا کہ یہ ہمارا روپیہ ہے۔ ہم اس کے محافظ ہیں۔ تب میں نے محض خدا کی رضا کے لئے اس روپیہ کو دینا بند کر دیا۔ کہ میں دیکھوں یہ کیا کر سکتے ہیں؟ .... تم خوب یاد رکھو معزول کرنا اب تمہارے اختیار میں نہیں۔ تم مجھ میں عیب دیکھو آگاہ کر دو۔ مگر ادب کو ہاتھ سے نہ دو۔ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں یہ خدا تعالےٰ کا اپنا کام ہے ....

خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی۔ اس لئے تم میں سے کوئی مجھے معزول کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اگر اللہ تعالےٰ نے مجھے معزول کرنا ہوگا تو وہ مجھے موت دیدے گا۔

تم اس معاملہ کو خدا کے حوالہ کرو۔ تم معزول کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ میں تم میں سے کسی کا بھی شکر گذار نہیں ہوں۔ جھوٹا ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم نے خلیفہ بنایا۔ .... میں تمہیں پھر یاد دلاتا ہوں کہ قرآن مجید میں صاف طور پر لکھا ہے کہ اللہ ہی خلیفے بنایا کرتا ہے۔ (بدر یکم فروری ۱۹۱۲ء)

۶۔ میں نے دیکھا ہے کہ آج بھی کسی نے کہا کہ خلافت کے متعلق بڑا اختلاف ہے حق کسی کا تھا دی گئی کسی اور کو میں نے کہا کہ کسی رافضی کو جا کر کہہ دو کہ علیؓ کا حق تھا۔ ابو بکرؓ نے لے لیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس قسم کی بحثوں سے تمہیں کیا اخلاقی یا روحانی فائدہ پہنچتا ہے۔ جس کو خدا تعالےٰ نے چاہا خلیفہ بنا دیا۔ اور تمہاری گردنیں اس کے آگے جھکا دیں۔ خدا تعالےٰ کے اس فعل کے بعد بھی تم اس پر حماقت کرو تو سخت حماقت ہے ....

پس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا ہی نے خلیفہ بنایا ہے۔ (بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

۷۔ ہزار نالائقیاں مجھ پر تھوپو۔ مجھ پر نہیں یہ خدا پر لگیں گی۔ جس نے مجھے خلیفہ بنایا۔ یہ لوگ ایسے ہی ہیں۔ جیسے رافضی ہیں۔ جو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہیں۔" (بدر ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء)

بقیہ صفحہ ۱۰۳ اسلام کی عالمگیر روحانی حکومت کی تعمیر خلافت ثانیہ کے عہد مبارک میں کے ذریعہ یہ مشن قائم ہوا لیکن تحریک جدید کے تحت باقاعدہ مشن ۱۹۴۷ء میں قائم ہوا۔

لٹریچر

۱۔ حقیقت اسلام	
۲۔ اشتہار براہین احمدیہ	بزبان فارسی
۳۔ افضل الانبیاء	" "
۴۔ شمشیر برّان	" "
۵۔ فلسفہ اصول اسلام	" "

فلسطین

مارچ ۱۹۲۸ء میں مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس کے ذریعہ اس مشن کی بنیاد رکھی گئی۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے یہاں بہت جلد ہی ایک مخلص اور مضبوط جماعت قائم ہو گئی۔ چنانچہ کربل پہاڑی کی چوٹی پر کبابیر گاؤں کے سب باشندے بفضل خدا احمدی ہیں۔

لٹریچر فلسطین مشن

۱۔ "الوصیت" ۔ ۲۔ اسلام	بزبان عربی
۳۔ نداء المنادی	" "
۴۔ شرائط بیعت	" "
۵۔ ارضِ مقدسہ میں جماعت احمدیہ	" "
۶۔ موت کے بعد انسان کی کیا حالت ہوگی	" "
۷۔ دجال اور یاجوج ماجوج کی حقیقت	" "
۸۔ حق الیقین	" "

مصر

مصر میں ۱۹۲۴ء میں شیخ محمود احمد صاحب عرفانی کے ذریعہ مشن قائم ہوا۔ اس مشن کی تجدید اس وقت ہوئی جب مولانا شمس صاحب دسمبر ۱۹۲۹ء میں حیفا سے مصر تشریف لے گئے۔ اس طرح اس مشن کا فلسطین کے مشن کے ساتھ الحاق کر دیا گیا۔

سازشِ عزل ہوگئی ناکام

شکر صد شکر وہ نگار آیا ○ تھی ہمیں جس کی انتظار آیا

دینِ احمد کا غمگسار آیا ○ وہ محمد کا جاں نثار آیا

باغِ دیں سے خزاں ہوئی رخصت ○ آج پھر موسمِ بہار آیا

جانِ غم سے نڈھال تھی اپنی ○ قلبِ مضطر کو اب قرار آیا

اس کی آمد ہے موجبِ رحمت ○ وہ اسیروں کا رُستگار آیا

بالیقیں ہے وہ "مصلح الموعود" ○ یہ نوشتوں میں بار بار آیا

اس نے مردوں کو زندگی بخشی ○ وہ مسیحی نفس بکار آیا

کفر کی یورشوں کو سر کر کے ○ ہر طرف سے وہ شاہسوار آیا

دورِ ظلمت میں "نور" کا پیکر ○ از خدا وندِ کردگار آیا

مطلع ثانی

آنے والا ہے باوقار آیا ○ وہ "اُلوالعزم" "کامگار" آیا

"پسرِ موعود" لاجرم "محمود" ○ وہ مسیحا کی یادگار آیا

سازشِ عزل ہوگئی ناکام ○ ہے مخالف ذلیل و خوار آیا

ہر منافق ہوا ہے شرمندہ ○ سب کا سب راز آشکار آیا

چاند پر دیکھ! تھوکنے والے ○ اس سے کیا چاند پر غبار آیا؟

اس کے سر پر خدا کا سایہ ہے ○ حق تعالیٰ کا راز دار آیا

اس کی طاعت خدا کی طاعت ہے ○ وہ خلافت کا تاجدار آیا

"احمدیت" کا بول بالا ہے ○ دین و ملت کا افتخار آیا

عمر و دولت اُسے ملے یارب ○ وہ ترے دین کا حصار آیا

اُس کی خدمت میں زندگی گزرے ○ ابنِ مہدی بروزگار آیا

شادؔ پہ بھی نگاہِ رحمت ہو
در پہ یارب یہ خاکسار آیا

اختر گوبند پوری

موجودہ فتنۂ خارجیت اور نوجوانانِ احمدیت کے فرائض

موجودہ فتنہ کی بنیاد اس امر پر ہے کہ "خلیفہ معزول ہو سکتا ہے۔ اور معزول خلیفہ کی جگہ اس کی زندگی میں ہی کسی اور کو خلیفہ بنایا جا سکتا ہے۔" خارجی بھی یہی کہتے تھے۔ اور انہوں نے حضرت علیؓ کو معزول کرنے کے لئے کئی خوفناک سازشیں کیں۔ لیکن حضرت علیؓ نے ان کے خلاف جنگ کی اور حق و صداقت کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔

خلافت کوئی انسانی نظام نہیں ہے بلکہ ایک روحانی اور الٰہی نظام ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی خاص تقدیر کے ماتحت ہے۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے ہمیں مختلف مقامات ایسے ارشادات ملتے ہیں۔ جن سے نہایت درجہ وضاحت سے یہ معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ منصب خلافت خدا تعالیٰ اپنے ارادوں اور منشاء کے مطابق عطا فرماتا ہے "سورۂ نور" میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ وعدہ کرتا ہے۔ ہم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے۔ وہ ضرور انہیں دنیا میں خلیفہ بنائے گا۔"

اسی طرح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا گیا ہے۔ کہ انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری بیماری میں مجھ سے فرمایا۔ کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ ابوبکر کو بلا کر ان کے حق میں خلافت کی تحریر لکھ جاؤں۔ تاکہ میرے بعد دوسرے لوگ خلافت کی تمنا میں کھڑے نہ ہو جائیں۔ اور کوئی یہ نہ کہے کہ میں ابوبکر کی نسبت خلافت کا زیادہ حقدار ہوں۔ مگر میں نے اس خیال یا ارادہ ترک کر دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ ابوبکر کے سوا کسی اور شخص کی خلافت پر راضی نہ ہوگا۔ اور نہ ہی مومنوں کی جماعت کسی اور کو قبول کرے گی۔"

اس سے ثابت ہوا کہ خلیفہ کا انتخاب گو مومنین کرتے ہیں۔ مگر اس کے پس پردہ ہاتھ خدا تعالیٰ کا ہوتا ہے۔ اور الٰہی نصرت ہمیشہ اس کی محافظ رہتی ہے۔ خدا تعالیٰ لوگوں کے دلوں اور لوگوں کی زبانوں کو خلافت کے اہل شخص (یا جس کو خدا تعالیٰ چاہتا ہے) کی طرف مائل کر دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ رسالہ الوصیت میں ارشاد فرماتے ہیں۔ "جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی ــــ اور بہت سے بادیہ نشین مرتد ہو گئے۔ اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانوں کی طرح ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کو کھڑا کر کے دوبارہ اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا .... سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سنت اللہ یہی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے۔ سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے .... میں خدا کی مجسم قدرت اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے۔ جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے۔" (رسالہ الوصیت)

حضرت مسیح موعودؑ کے اس ارشاد کے بعد یہ معلوم ہوا کہ جماعت احمدیہ میں بھی سنت قدیم کے مطابق خدا تعالیٰ نظام خلافت کو رائج کرے گا۔ اور قائم رکھے گا۔

اسلام اور احمدیت کی تعلیم کے مطابق خلیفہ معزول نہیں ہو سکتا۔ مضمون کے ابتدائی حصہ میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خلیفہ خدا تعالیٰ بناتا ہے۔ اور وہ

لوگوں کے دلوں اور اذہان کو اس شخص کی طرف
مائل کر دیتا جسے وہ اپنے ارادوں کے مطابق خلیفہ بنانا چاہتا
ہے۔ یہ تسلیم کر لینے کے بعد عزل خلیفہ کا سوال اٹھانا ہی ایک
احمقانہ امر ہے۔ چونکہ خلیفہ خدا تعالیٰ کے حکم اور منشا کے
مطابق ہوتا ہے۔ پھر اس کے عزل کا اختیار لوگوں کے
ہاتھوں میں کیسے دیا جا سکتا ہے۔ کسی کو معزول کرنے کا
حق تو اسی کو ہے جو اسے بناتا ہے۔ جو شخص یا گروہ اس
احمقانہ اور غیر اسلامی تحریک کو شروع کرتا ہے۔ یا شروع
کرنے والوں کی ہمنوائی کرتا ہے۔ وہ ضابطۂ الٰہی کا منکر
اور باغی ہے۔ ایسے لوگوں کو خدا تعالیٰ کے رسول آنحضرت
صلعم نے "منافق" کا نام دیا ہے ــــ یہ لوگ اسلام کے
نظام اور اسلام کی سربلندی کے دشمن تھے ــــ اور
ہیں۔ ایسے لوگ گو بظاہر اسلام کا دم بھرتے ہیں ــــ
مگر وہ حقیقتاً اسلام کے دشمن ــــ منافق ــــ اور فاسق
ہوتے ہیں۔

جب خارجی گروہ نے حضرت علیؓ سے معزولی کے
لئے کہا۔ اور فتنہ کھڑا کیا ــــ تو حضرت علیؓ نے اسے
تسلیم نہ کیا۔ اور انکا مقابلہ کیا ــــ (اگر اسلام میں
عزل خلیفہ (نعوذ باللہ) جائز ہوتا تو حضرت علیؓ ایسے گروہ
کا مقابلہ کیوں کرتے) اور اس غیر اسلامی اور منافقانہ
گروہ کی امیدوں پر پانی پھیر دیا ــــ اسی طرح چند بدکردار
لوگوں سے حضرت عثمانؓ سے بھی یہی مطالبہ کیا۔ مگر
حضرت عثمانؓ نے جواب فرمایا کہ یہ کرتہ مجھے خدا تعالیٰ
نے پہنایا ہے۔ میں اسے ہرگز نہ اتاروں گا۔

موجودہ فتنۂ خارجیت جس کے حالات ہمارے
سامنے آ رہے ہیں۔ ایسی ہی بنیادوں پر کھڑا کیا گیا ہے
اس گروہ کے سرغنہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کے آخری
ایام ہی سے ایسی حرکات کے مرتکب ہو رہے ہیں ــــ
آخر کار خلافت ثانیہ (خدا اسے قائم و دائم رکھے)
پر علیحدہ ہو گئے۔ اور مختلف اوقات میں مختلف طریقوں
سے کوشاں رہے۔ اس فتنہ میں شریک اور ان کے
ہمنوا یقیناً اسلام کو سربلند نہیں دیکھنا چاہتے ــــ
وہ نہیں چاہتے۔ کہ رسول اکرم کی عظمت دنیا میں
قائم ہو ــــ

موجودہ فتنہ کے پیش نظر نوجوانان احمدیت کے فرائض
کیا ہیں ــــ اس سلسلے میں مجھے گذارش کرنا ہے۔ کہ

۱۔ ہمیں مسلسل ذکر الٰہی کرنا چاہیئے۔ اور خدا تعالیٰ
سے دعائیں کرنی چاہئیں کہ اے خدا ہمیں خلافت کے
دامن سے وابستہ رکھ۔ اور توفیق دے کہ خلیفۂ وقت
حضرت امیر المومنین فضل عمر المصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہر ارشاد پر اپنی زندگی کی آخری
سانس قربان کرنے کے لئے تیار رہیں ــــ اے خدا تو
ان فتنوں کو دور فرما اور اسلام کی سربلندی کے وقت
کو اتنا قریب فرما کہ ہم اپنی زندگیوں میں دیکھ سکیں۔
اس کے علاوہ خصوصیت سے امام مقدس حضرت امیر المومنین
ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت والی درازیٔ عمر کے لئے دعائیں
کرتے رہنا چاہیئے۔

۲۔ خلیفۂ وقت کا کام لوگوں میں دین کی اصل روح
پیدا کرنا اور برقرار رکھنا اور قرآن کریم کے بتائے
ہوئے صراط مستقیم پر گامزن رکھنا ہوتا ہے۔ اگر خدانخواستہ
(خاکم بدہن) یہ منصب نہ رہے یا چند لوگ اس
منصب کو اپنے ہاتھوں میں کھلونا بنانا چاہیں تو یہ مقصد
فوت ہو جائے گا ــــ لوگ صراط مستقیم سے بھٹک
جائیں گے۔ ایمان کی روح مٹ جائے گی۔ اسلام کی
سربلندی کے عزائم ــــ ایک خواب پریشاں بن کر
رہ جائیں گے۔ اس وقت ضرورت ہے کہ تمام خدام
اس مقام اور منصب کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ خلافت
کے موضوع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ
العزیز نے مختلف اوقات میں جو تقریریں فرمائیں ــــ
یا کتابیں تصنیف کیں۔ انہیں اپنے مطالعہ میں رکھنا چاہیئے
اور دوسرے احباب کو بھی تحریک کرتے رہنا چاہیئے۔ اس
سلسلے میں حضرت اقدس کی تصنیفات "منصب خلافت"

خطبہ الہامیہ میں خلافت

(از قلم مولانا ابو البشارت عبد الغفور صاحب فاضل مربی سلسلہ احمدیہ)

مسئلہ خلافت اتنا اہم اور اس قدر ضروری اور مفید مسئلہ ہے۔ کہ خالق کون ومکان نے نسل انسانی کی بنیاد رکھتے ہوئے سب سے اوّل جس مسئلہ کی وضاحت فرمائی وہ مسئلہ خلافت ہی تھا۔

خلافت کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعدد ارشادات میرے مضمون مندرجہ الفرقان بابت اپریل مئی ۱۹۵۲ء میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس جگہ حضرت اقدسؑ کا صرف ایک ایسا اہم اور اصولی ارشاد پیش خدمت کرتا ہوں۔ جس کے لفظ لفظ کو خدا تعالےٰ کے ایک خاص الخاص الہام کی تائید حاصل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام خطبہ الہامیہ (ص ۸-۱۰) میں قربانیوں کا نہایت لطیف اور پر حکمت فلسفہ بیان فرماتے ہوئے خلافت حقہ کی حقیقت اور اس کے ارفع و اعلےٰ مقام اور اس کی برکات و بلند شان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ترجمہ (الف) وہ عبادت جو آخرت کے خسارہ سے نجات دیتی ہے۔ وہ اس نفس امارہ کا ذبح کرنا ہے۔ جو بُرے کاموں کے لئے زیادہ سے زیادہ جوش رکھتا ہے اور ایسا حاکم ہے۔ کہ ہر وقت بدی کا حکم دیتا رہتا ہے پس نجات اس میں ہے۔ کہ اس کو انقطاع الی اللہ کے کاردو سے ذبح کر دیا جائے۔"

(ب) مسلمان وہ ہے جس نے اپنا منہ ذبح ہونے کے لئے خدا تعالےٰ کے آگے رکھ۔

(ج) اس کے بعد حضرت احدیت کے جذبات ہیں۔ اور خوشبوئیں ہیں اور تجلیات ہیں تا وہ ان رگوں کو کاٹ دے۔ کہ جو بشریت میں سے باقی رہ گئی ہیں۔ اور بعد اس کے زندہ کرتا ہے۔ اور باقی رکھتا ہے اور قریب کرتا ہے۔ اس نفس کا جو خدا کے ساتھ آرام پکڑ چکا۔ جو خدا سے راضی اور خدا اس سے راضی اور فنا شدہ ہے۔ تاکہ یہ بندہ حیات ثانی کے بعد قبول فیض کے لئے مستعد ہو جائے۔ اور اس کے بعد انسان کامل کو حضرت احدیت کی طرف سے خلافت کا پیرایہ پہنایا جاتا ہے۔ اور رنگ دیا جاتا ہے، الوہیت کی صفتوں کے ساتھ۔ اور یہ رنگ ظلی طور پر ہوتا ہے۔ تا مقام خلافت متحقق ہو جائے۔ اور پھر اس کے بعد خلقت کی طرف اترتا ہے۔ تا ان کو روحانیت کی طرف کھینچے۔ اور زمین کی تاریکیوں سے باہر لا کر آسمانی نوروں کی طرف لے جائے۔ اور یہ انسان ان سب کا وارث کیا جاتا ہے۔ جو نبیوں اور صدیقوں اور اہل علم اور درایت میں سے اور قرب اور ولایت کے سورجوں میں سے اس سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور دیا جاتا ہے۔ اس کو علم اولین کا اور معارف گذشتہ اہل بصیرت اور حکماء ملت کے۔ تا اس کے لئے مقام وراثت کا متحقق ہو جائے پھر یہ بندہ زمین پر ایک مدت تک جو اس کے رب کے ارادہ میں ہے۔ توقف کرتا ہے۔ تاکہ مخلوق کو نور ہدایت کے ساتھ منور کرے۔ اور جب خلقت کو اپنے رب کے نور کے ساتھ روشن کر چکا۔ یا امر تبلیغ کو بقدر کفایت پورا کر دیا۔ پس اس وقت اس کا نام پورا ہو جاتا ہے۔ اور اس کا رب اس کو بلاتا ہے۔ اور اس کی روح اس کے نقطہ نفسی کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔ اور یہی رفع کے معنے ہیں۔ ان کے نزدیک جو اہل علم اور معرفت ہیں۔ اور مرفوع وہ ہے جس کو اس محبوب کے ہاتھ سے جام وصال پلایا جاتا ہے۔ جو حسن و جمال کا دریا ہے۔ اور ربوبیت کی چادر کے نیچے داخل کیا جاتا ہے۔"

احباب کرام حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات عالیہ کو غور سے پڑھیں۔ اور ان میں قربانی اور اس کے فوائد کے

ساتھ خلافت حقہ کے انوار و برکات کو زیر نظر لائیں اور پھر خدا تعالیٰ نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے ایک خاص الہام میں حضور کے لخت جگر ۔ پسر موعود حضرت محمود ایدہ اللہ الودود کے لئے بشارتیں دی تھیں ۔ ان کو پڑھیں اور دونوں حوالوں کے مطابق سے وہ ذوق اور لطف اٹھائیں جو ایسے اتفاقات سے اہل ذوق و اہل ایمان اٹھایا کرتے ہیں ۔ گویا جو خصوصیات خلافت حضرت اقدسؑ نے بیان فرمائی ہیں اللہ تعالیٰ نے حضور کو فرمایا ۔ کہ وہی خصوصیات تیرے پسر موعود میں پائی جائینگی ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اس کے ساتھ فضل ہے ۔ جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا ۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا ۔ وہ دنیا میں آئے گا ۔ اور اپنے مسیحی نفس اور روح القدس کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا ۔ وہ کلمۃ اللہ ہے ۔ خدا تعالیٰ کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم ۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائیگا" ...... فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا ۔ نور آتا ہے نور ۔ جس کو خدا نے اپنی رضا مندی کے عطر سے ممسوح کیا ۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے ۔ اور خدا سایہ اس کے سر پر ہوگا ۔ وہ جلد جلد بڑھے گا ۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا ۔ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا ۔ اور قومیں اس سے برکت پائینگی ۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا ۔ وکان امرا مقضیا (تبلیغ رسالت ص۵۹-۶۰)

بالآخر یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ گو خطبہ الہامیہ میں بیان کردہ امور کو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے ۔ مگر جیسا کہ کتاب ہذا کے نام اور صحابہ کرام کے ارشادات سے واضح ہے ۔ خطبہ الہامیہ میں مذکورہ امور بھی خدا تعالیٰ کے ارشادات ہیں ۔ اس لئے یہ بات اور بھی پر لطف ہو جاتی ہے ۔ کہ خدا تعالیٰ خلافت حقہ کی جو خصوصیات خطبہ الہامیہ میں بیان فرمایا ہے ۔ انہی خصوصیات کا حامل اپنے الہام خاص سے ہمارے پیارے امام ۔ ہمارے پیارے آقا ۔ ہمارے محسن و مربی حضرت فضل عمر ۔ خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کو قرار دے دیتا ہے ۔ ذالک الفضل یؤتیہ من یشاء ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ۔ کہ وہ ان برکات و انوار سے ہمیں اور ہماری اولادوں کو متمتع فرماتا رہے ۔ جن کا اس نے اس جگہ خود ذکر فرمایا ہے ۔

آمین

نذرِ عقیدت!

اے فضل عمر، مظہرِ حق، شمع ہدایت!
اے مصلح موعودِ زماں، روح بشارت!
اے دشمنِ بدبیں کے لئے صبح قیامت!
"ہے داغِ غلامی ترا توقیعِ امارت"

اے گلشنِ پژمردۂ اسلام کے مالی!
اے جامع اسمین جلالی و جمالی!
ہیں شاد ترے آنے سے سب سافل و عالی!
"تابندہ ہوئی دم سے ترے شانِ خلافت"

اے بحرِ معانی کے شناور، مرے آقا!
دل، جان، جہاں، تجھ پہ نچھاور مرے آقا!
ہم آپ کے ہیں، کیجئے باور مرے آقا!
اے پیکرِ احسان و کرم، لطف و عنایت

(چوہدری محمد ارشاد بشیر ربوہ)

اسلام کی عالمگیر روحانی حکومت کی تعمیر خلافت ثانیہ کے عہد مبارک میں

(از قلم جناب بشارت احمد صاحب بشیرؔ نائب وکیل التبشیر تحریک جدید ربوہ)

ہے ساعتِ سعد آئی اسلام کی جنگوں کی ✻ آغاز تو میں کر دوں انجام خدا جانے

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا واحد مقصد معبود حقیقی اور اس کے بندوں کے درمیان حقیقی تعلق پیدا کرنا ہے یہ مقصد تبلیغ الحق اور دعوت الی الخیر سے سرانجام پاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی وفات کے بعد اس مقدس فریضہ کو ان کے خلفا سرانجام دیتے ہیں۔ موجودہ صدی میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرما کر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد ڈالی۔ آپ کے بعد اشاعت اسلام کا فریضہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کے ذریعہ جو آپ کے برحق جانشین ہیں۔ پورا ہو رہا ہے۔ چنانچہ ۱۹۱۴ء میں جب آپ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تھے ایک ماہ بعد جماعت کے نمائندگان کے سامنے ایک معرکۃ الآرا تقریر فرمائی۔ جو منصب خلافت کے نام شائع ہو چکی ہے۔ اس میں آپ نے خلیفہ کا پہلا اور ضروری کام تبلیغ قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:-

"پہلا فرض خلیفہ کا تبلیغ ہے جہاں تک میں نے غور کیا ہے۔ میں نہیں جانتا کیوں بچپن ہی سے میری طبیعت میں تبلیغ کا شوق رہا ہے اور تبلیغ سے ایسا اُنس رہا ہے کہ میں سمجھ ہی نہیں سکتا۔ میں چھوٹی سی عمر میں بھی ایسی دعائیں کرتا تھا اور مجھے ایسی حرص تھی کہ اسلام کا جو کام بھی ہو میرے ہی ہاتھ سے ہو۔ میں اپنی اس خواہش کے زمانہ سے واقف نہیں کہ کب سے ہے میں جب دیکھتا تھا اپنے اندر اس جوش کو پاتا تھا اور دعائیں کرتا تھا کہ اسلام کا جو کام ہو میرے ہی ہاتھ سے ہو۔ پھر اتنا ہو اتنا ہو کہ قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ ہو۔ جس میں اسلام کی خدمت کرنے والے میرے شاگرد نہ ہوں۔ میں نہیں سمجھتا تھا۔ اور نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ جوش۔ اُنس اسلام کی خدمت کا میری فطرت میں کیوں ڈالا گیا۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ یہ جوش بہت پرانا ہے۔ غرض اسی جوش کی خواہش کی بناء پر میں نے خدا تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ میرے ہاتھ سے تبلیغ اسلام کا کام ہو اور میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے میری ان دعاؤں کے جواب میں بڑی بڑی بشارتیں دیں۔"

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کا ثمرہ آج ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ کہ آپ کے جانثار اور مایۂ ناز شاگردوں کے ذریعہ دنیا کے کونے کونے میں تبلیغ اسلام کے مراکز قائم ہو چکے ہیں۔ مساجد تعمیر ہو رہی ہیں۔ تعلیمی مدارس کا قیام ہوا ہے۔ اور ہزاروں ہزار افراد، اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے ہیں۔ ذیل میں اس عظیم الشان مہم کا ایک ہلکا سا نقشہ قارئین کے پیش خدمت ہے۔

لنڈن مشن

لنڈن مشن کا آغاز خلافت اولیٰ میں مجلس انصار اللہ کی کوششوں سے ہوا۔ جس کے صدر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی تھے۔ چنانچہ اس مجلس کے خرچ پر چوہدری فتح محمد صاحب سیالؔ کو انگلستان بھیجا گیا۔ جہاں وہ پہلے باقاعدہ مبلغ تھے۔

ا؎ اسلام کے ان عظیم فدائیوں اور مجاہدوں کی فہرست کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ خالد (مارچ ۱۹۵۵ء صفحہ ۳۶) (ادارہ)

۱۹۲۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود "آل مذاہب کانفرنس" میں شرکت کے لئے لنڈن تشریف لے لئے۔ آپ کا مضمون "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" جو چوہدری محمد ظفراللہ خانصاحب نے کانفرنس میں پڑھا نہایت مقبول ہوا۔ اس شہرۂ آفاق تصنیف کا انگریزی ایڈیشن ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکا ہے۔ حال ہی میں امریکہ مشن نے اس کا نہایت خوبصورت دیدہ زیب اور عمدہ ایڈیشن تیار کر دیا ہے قیام لنڈن کے دوران میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ مبارک سے "مسجد فضل لنڈن" کی بنیاد رکھی۔

اس مسجد کو اس لحاظ سے امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ یہ صرف اور صرف جماعت کی مخلص خواتین کے چندہ سے تعمیر ہوئی یہ سب سے پہلا خدا تعالیٰ کا گھر ہے۔ جو لنڈن شہر میں تعمیر ہوا۔ اسوقت مسجد لنڈن کے موجودہ امام مکرم مولود احمد خانصاحب بی اے ہیں۔

لٹریچر لنڈن مشن

1 Where did jesus die
2 Islam
3 Introduction to the Study of Holy Quran

سوئٹزرلینڈ

اس مشن کا قیام ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو ہوا اس مشن کے سب سے پہلے مبلغ شیخ ناصر احمد صاحب ہیں۔ اس مشن سے ایک ماہوار رسالہ Der Islam جرمن زبان میں ۱۹۴۹ء سے باقاعدہ شائع ہو رہا ہے۔

لٹریچر سوئٹزرلینڈ مشن

1 Mohammad

2 Jesus in Quran
3 Der Islam monthly (since oct 1949).
4 Holy Quran with German Translation
5 Islam order christentum.

ہالینڈ

۲ جولائی ۱۹۴۷ء کو ہالینڈ کے دارالخلافہ ہیگ میں مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب کے ذریعہ یہ مشن قائم ہوا۔ اس وقت اس مشن میں محترم حافظ صاحب اور مکرم مولوی ابوبکر صاحب ایوب کام کر رہے ہیں۔ ۱۹۵۵ء میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے تحت چوہدری محمد ظفراللہ خانصاحب نے مسجد ہیگ کی بنیاد رکھی۔ یہ مسجد بھی لنڈن مسجد کی طرح جماعت کی مستورات کے چندہ سے پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔ اس مشن کے ذریعہ قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم کی طباعت و اشاعت کا اہم کام جاری ہے۔

لٹریچر ہالینڈ مشن

۱۔ یسوع مسیح کہاں فوت ہوئے۔ بزبان ڈچ
۲۔ حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ " "
۳۔ فضائل قرآن مجید۔ " "

اس کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں پمفلٹ شائع کر کے تقسیم کئے جا چکے ہیں۔

سکنڈے نیویا

یہ مشن امسال ۱۴ جون ۵۶ء کو سید کمال یوسف صاحب کے ذریعہ قائم ہوا مشن ہاؤس گوتھنبرگ میں ہے

لیکن اب جلد ہی سویڈن کے دارالخلافہ سٹاک ہالم میں ہمارا مشن منتقل ہو رہا ہے یہ مشن بھی احمدی خواتین کے چندہ سے جاری کیا گیا ہے۔ اور اس کے تمام اخراجات کی ذمہ داری لجنہ اماء اللہ پر ہے اس لحاظ سے ہماری جماعت کی مستورات کا یہ تیسرا بڑا کارنامہ ہے۔

اس مشن کا آغاز جن حالات میں ہوا ہے۔ وہ نہایت امید افزا ہیں یہاں کے بعض حلقے خصوصیت سے اسلام کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔

سپین

یہ مشن ۱۹۴۶ء میں مکرم چوہدری کرم الٰہی صاحب ظفر کے ذریعہ قائم ہوا۔ یہ وہ ملک ہے جہاں ساڑھے سات سو سال تک مسلمان نہایت شان و شوکت سے حکومت کرتے رہے ہیں اس ملک کے بیشتر باشندے انہی مسلمانوں کی اولاد ہیں۔ جو عیسائیت اختیار کر چکے تھے۔ اب چوہدری صاحب کے ذریعہ ان لوگوں کو عیسائیت کو خیر باد کہہ کر اپنے آباء کے مذہب اسلام کو قبول کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

لٹریچر سپین مشن

۱- اسلامی اصول کی فلاسفی　　بزبان سپین
۲- اسلام کا اقتصادی نظام　　"　"

جرمنی

اس مشن کا قیام جنوری ۱۹۴۹ء میں مکرم چوہدری عبداللطیف صاحب کے ذریعہ ہوا جرمن قوم جس کی نگاہ انتخاب قیادت کے لئے ہٹلر کے سوا کسی اور پر نہ پڑتی تھی۔ اب اسی قوم کے افراد اسلام میں داخل ہو کر حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی روحانی قیادت کو قبول کر رہے ہیں۔

جماعت کی طرف سے جرمنی زبان میں کتب اور جرمنی ترجمہ قرآن شائع ہو چکا ہے۔

لٹریچر جرمن مشن

۱- اسلام کا اقتصادی نظام　　بزبان جرمنی
۲- میرا مذہب　　"　"
۳- رسالہ مسیح موعود علیہ السلام　　"　"
۴- Historical importance of Islam for western culture in German
۵- What is Islam.

یونائٹڈ سٹیٹس آف امریکہ

امریکہ میں ہمارا مشن ۱۹۲۱ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے ذریعہ قائم ہوا۔ آپ نے ابتداء میں نیو یارک ڈسٹرکٹ کے شہروں میں تبلیغ کے کام کو سرانجام دینے کے بعد شکاگو کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور وہاں ایک مکان خرید کر اسے مسجد کی شکل دی۔ آپ کی کوششوں سے ایک رسالہ شمس الاسلام (سن رائز) جاری ہوا۔ جو اب تک شائع ہو رہا ہے۔

آپ کے بعد مکرم مولوی محمد الدین صاحب بی۔ اے اور مکرم صوفی مطیع الرحمان صاحب بنگالی ایم اے بطور انچارج مبلغ کام کرتے رہے۔ انہوں نے اپنے زمانہ تبلیغ میں پندرہ مقامات پر جماعتیں قائم کیں۔

۱۹۴۶ء میں تحریک جدید کے ماتحت مکرم چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر بی اے امریکہ تشریف لے گئے۔ آپ اس وقت امریکہ مشن میں بطور انچارج مبلغ کام کر رہے ہیں۔

۱۹۴۷ء میں مکرم چوہدری غلام یٰسین صاحب بی اے امریکہ تبلیغ کے لئے پہنچے اور آپ نے نیو یارک میں

مشن قائم کیا۔ اسی سال چوہدری شکر الٰہی صاحب بھی بطور مبلغ مقرر ہوئے۔

1949ء میں مکرم مولوی عبدالقادر صاحب ضیغم مولوی فاضل پٹس برگ میں بطور مبلغ مقرر ہوئے۔

1950ء میں واشنگٹن میں مشن اور مسجد کیلئے ایک بہت بڑا مکان خریدا گیا اور مشن کا مرکزی دفتر شکاگو سے اسی عمارت میں منتقل کر دیا گیا۔

1954ء میں مولوی نور الحق صاحب انور مولوی فاضل اور سید جواد علی صاحب بی اے تبلیغ کے لئے امریکہ تشریف لے گئے

1955ء میں عبدالشکور صاحب کنزے وہاں بغرض تبلیغ پہنچے بفضلہ تعالیٰ اس ملک کے بڑے بڑے شہروں میں ہماری جماعتیں قائم ہیں اور مجموعی طور پر مشن کے نصف کے قریب اخراجات وہاں کی جماعتیں برداشت کر رہی ہیں

لٹریچر امریکہ مشن

1. Philosphy of the teachings of Islam
2. Ahmadiyyat or true Islam
3. Muhammad the kindered of Humanity
4. Muhammad the liberator of women
5. The Ahmadiyya Movement in Islam
6. Why I believe in Islam.
7. Head of the Ahmadiyya move-ment in Islam
8. The concept of Justice in Islam.
9. My Faith
10. The Tomb of Jesus.
11. Muhammad in the Bible.
12. Status of women in Islam.
13. Biblical background of Islam.
14. Jesus in Kashmir
15. Moral Principles as the bases of Islamic Culture

ٹرینیڈاڈ

اس جزیرہ میں 1950ء میں مولوی محمد اسحاق صاحب ساقی نے مشن قائم کیا خدا تعالیٰ کے فضل سے اس مختصر سے عرصہ میں تین صد افراد داخل احمدیت ہو چکے ہیں یہاں سے ہمارا ایک رسالہ "احمدیت" ماہوار شائع ہوتا ہے۔

انٹیگوا مشن

1952ء میں یہاں مشن کا قیام عمل میں آیا اس وقت تک چالیس افراد داخل احمدیت ہو چکے ہیں۔

ہمارے انگریز نومسلم بھائی بشیر احمد آرچرڈ اس مشن کے انچارج ہیں۔ پبلک لیکچرز اور تقسیم لٹریچر کے ذریعہ یہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے تبلیغ کا کام جاری ہے

آج کل بشیر آرچرڈ صاحب Grenda میں مقیم ہیں

مغربی افریقہ

سیرالیون:۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گولڈ کوسٹ اور نائیجیریا جاتے ہوئے 1921ء میں چند روز فری ٹاؤن ٹھہرے آپ نے شہر کے معززین اور رؤساء سے ملاقاتیں کیں۔ اور متعدد لیکچر دیئے۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ سیرالیون کی سرزمین احمدیت کے نام سے روشناس ہوئی۔ گویا اس موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی کے ذریعہ مغربی افریقہ میں احمدیہ مشن کی بنیاد پڑی۔ 1922ء میں مکرم حکیم فضل الرحمان صاحب بھی کچھ عرصہ یہاں قیام پذیر رہے۔

1927ء میں الحاج مولوی نذیر احمد صاحب علی مرحوم

نے یہاں مستقل مشن قائم کیا اور ملک کے طول و عرض میں جماعتیں قائم کیں۔ یہاں مشن کا اپنا ذاتی پریس ہے۔ ڈی افریقن کریسنٹ یعنی الھلال الافریقی اخبار جماعت کی طرف سے شائع ہوتا ہے۔ ملک کے اس حصہ میں ہماری ساٹھ کے قریب مساجد اور تین سکول ہیں اور دو ہزار سے زائد نفوس داخل احمدیت ہو چکے ہیں۔

فری ٹاؤن

ایک لمبے عرصہ تک یہ مشن سیرالیون احمدیہ مشن کا ایک جزو اور حصہ رہا۔ لیکن ۱۹۴۹ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تبلیغی جدوجہد کو وسعت دینے کی خاطر فری ٹاؤن شہر اور اس سے ملحقہ علاقہ کو ایک علیحدہ مشن قرار دیا۔ تب سے یہ مشن ایک مستقل حقیقت سے کام کر رہا ہے شہر کے وسط میں ایک شاندار مسجد ہے اور مبلغ کی رہائش کے لئے ایک مشن ہاؤس تعمیر کیا گیا ہے۔ یہاں سے البشریٰ اخبار انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔

گولڈ کوسٹ

حضرت مولانا نیر صاحب کے ذریعہ ۱۹۲۱ء میں یہاں احمدیہ مشن کی بنیاد پڑی آپ یہاں چار ماہ قیام فرما کر جون ۱۹۲۱ء میں لیگوس دارالخلافہ نائیجیریا تشریف لے گئے۔ ۱۹۲۱ء میں الحاج حکیم فضل الرحمان صاحب وہاں تشریف لے گئے آپ نے اپنے حسن انتظام سے جلد ہی جماعت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دیا۔ چندوں میں باقاعدگی شروع ہو گئی۔ احمدی بچوں کے لئے کئی مدارس قائم ہوئے۔ سالٹ پانڈ میں پختہ مشن تعمیر ہوا۔ آپ ۱۹۲۹ء میں کچھ عرصہ کے لئے واپس مرکز میں تشریف لائے۔ اور دوبارہ ۱۹۳۳ء کے آغاز میں تشریف لے گئے ۱۹۳۵ء میں آپ کا تبادلہ نائیجیریا ہو گیا۔ اس وقت گولڈ کوسٹ مشن کے انچارج مولانا نذیر احمد صاحب مبشر ہیں۔ اس علاقہ میں ہماری ایک مضبوط جماعت قائم ہے جو تینتیس ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ مشن کا اپنا پریس ہے۔ جہاں سے "دی سن رائز" اخبار شائع ہوتا ہے۔ آج کل وہاں کی لوکل زبان میں قرآن مجید کے ترجمہ کا کام جاری ہے پچیس تیس کے قریب پاکستانی اور مقامی مبلغین تبلیغی جہاد میں مصروف عمل ہیں۔ گولڈ کوسٹ میں ہماری ایک سو بیس مساجد ہیں۔ یہاں سے دو طالب علم حصول تعلیم کی خاطر ربوہ آئے ہوئے ہیں۔

نائیجیریا

یہ مشن مولانا نیر صاحب کے ذریعہ ۱۹۲۱ء میں قائم ہوا۔ ۱۹۳۴ء میں حکیم فضل الرحمن صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مشن کو مضبوط کیا۔ اس وقت سہ منزلہ مشن ہاؤس اور ایک مسجد نائیجیریا کے دارالخلافہ لیگوس میں موجود ہے۔ اس مشن کے انچارج مکرم نور محمد صاحب نسیم سیفی ہیں۔ یہاں سے "دی ٹرتھ" ہفتہ وار شائع ہوتا ہے۔ مشن کا اپنا پریس ہے جس کے ذریعہ لوکل اور انگریزی زبان میں کافی لٹریچر شائع کیا جا رہا ہے۔ سات سکول مشن کی نگرانی میں چل رہے ہیں۔

لائبیریا

یہ مشن اس سال کے دوران میں مولوی محمد اسحاق صاحب صوفی کے ذریعہ قائم ہوا۔ مولوی صاحب نے ایک عربی کلاس جاری کر رکھی ہے۔ جس میں لوگ دلچسپی لے رہے ہیں اور خدا تعالےٰ کے فضل سے نہایت قلیل عرصہ میں ہی یہاں احمدیوں کی ایک جماعت قائم ہو گئی ہے۔ اور ہمارا مشن اس ملک میں باقاعدہ طور پر رجسٹرڈ ہو گیا ہے۔

مشرقی افریقہ

۱۹۳۴ء میں مکرم شیخ مبارک احمد صاحب فاضل

کے ذریعہ باقاعدہ مشن کا اجرا ہوا خدا تعالیٰ کے فضل سے اب احمدیت یوگنڈا کینیا کالونی اور ٹانگانیکا مضبوطی سے قائم ہو چکی ہے۔ اس وقت سترہ پاکستانی اور مقامی مبلغ مشرقی افریقہ میں فریضہ تبلیغ بجا لا رہے ہیں۔ قرآن کریم کی سواحیلی زبان میں ترجمہ کی دس ہزار کاپیاں شائع ہو چکی ہیں۔ یہاں مشن کا اپنا پریس موجود ہے ۱۹۳۶ء میں ٹبورا سے سواحیلی زبان میں رسالہ خدا کی محبت" جاری کیا گیا جو خدا تعالیٰ کے فضل سے اب تک جاری ہے۔

یہاں سے تین طالب علم حصول علم و تکمیل تعلیم کے لئے مرکز میں آئے۔ جن میں سے ایک طالب علم تکمیل تعلیم کے بعد واپس اپنے ملک جا چکے ہیں۔ اور فریضہ تبلیغ میں مصروف ہیں۔

لٹریچر مشرقی افریقہ مشن

۱۔ قرآن مجید بزبان سواحیلی
۲۔ حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم " "
۳۔ قرآن مجید پارہ اوّل یوگنڈا
۴۔ Ahmad the Promised Messiah

پمفلٹ اور چھوٹے چھوٹے رسالے ان کے علاوہ ہیں جو یہاں سالہا سال سے بکثرت شائع کر کے تقسیم کئے جاتے ہیں۔

ماریشس مشن۔ عہد خلافت ثانیہ میں سب سے پہلا مشن ہے جس کی بنیاد ۱۹۱۵ء میں حضرت صوفی غلام محمد صاحب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ رکھی گئی۔

برما

یہ مشن تحریک جدید کے ماتحت باقاعدہ طور پر ۱۹۵۳ء کے وسط میں مکرم سید منیر احمد صاحب باہری کے ذریعہ قائم ہوا۔ یہاں پر خدا تعالیٰ کے فضل سے پہلے ہی کافی تعداد میں جماعت کے افراد موجود تھے۔ باہری صاحب اب اس ملک میں مصروف تبلیغ ہیں اور برمی زبان میں بعض کتب کی اشاعت کے لئے کوشاں ہیں۔ مشن ہاؤس برما کے دارالخلافہ رنگون میں ہے۔ جہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے کئی سال سے جماعت کی تنظیم موجود ہے۔

لٹریچر برما مشن

۱۔ اسلامی اصول کی فلاسفی بزبان برمی
۲۔ نماز مترجم " "
۳۔ سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام " "
۵۔ " " " " تامل
۶۔ نظم در بیان صداقت حضرت مسیح موعودؑ "

سیلون

سیلون میں جماعت کافی عرصہ سے قائم تھی۔ لیکن باقاعدہ مشن ۴ راگست ۱۹۵۱ء کو مکرم مولوی محمد اسماعیل صاحب منیر کے ذریعہ قائم ہوا۔ جماعت کا اخبار "دی میسج" The Message انگریزی زبان میں باقاعدہ شائع ہوتا ہے۔ اب آئندہ اس اخبار کا سنہلی زبان میں بھی ایک ایڈیشن کی اشاعت متوقع ہے اور اس کے لئے جملہ انتظامات پایۂ تکمیل کو پہنچ چکے ہیں۔

سیلون زبانوں میں کثیر تعداد میں لٹریچر شائع کر چکا ہے اور اسی سلسلہ میں ایک جامع سکیم زیر عمل ہے۔

لٹریچر سیلون مشن

1. Moral principle as the basis of Islamic culture.
2. My Faith
3. An out line of Islam.

میں دو ضخیم کتب بھی اسی مشن کی طرف شائع ہو چکی ہیں۔ ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب زیر طبع ہیں۔

علم الیقین۔ تفسیر خاتم النبیین۔ طلوع الشمس من المغرب

سلسلہ نبوت منقطع نہیں ہوا۔

مشرق بعید

انڈونیشیا:۔ اس ملک میں ۱۹۲۵ء میں مکرم مولوی رحمت علی صاحب کے ذریعہ احمدیہ مشن کا قیام ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں خدا تعالیٰ نے آپ کو خارق عادت کامیابی عطا فرمائی۔ بیسوں طلبا اس ملک سے مرکز احمدیت میں آئے۔ اور جماعت کی دینی درسگاہوں مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ میں حصول تعلیم کے بعد واپس جاکر فریضہ تبلیغ بجا لا رہے ہیں۔ جماعت کے دو رسالہ "اسلام" اور "مینار اسلام" شائع ہو رہے ہیں۔ جماعت کی طرف سے لاکھوں کی تعداد اسلامی لٹریچر شائع ہو چکا ہے۔ تقریباً پینتیس سے زائد کتب کا انڈونیشین زبان میں ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

اس وقت انچارج مشن سید شاہ محمد صاحب ہیں ۱۹۵۲ء میں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ المصلح الموعود نے اپنے صاحبزادے مرزا رفیع احمد صاحب کو بطور مبلغ وہاں بھجوایا جو دو سال تک اس مقدس فریضہ کے سرانجام دینے کے بعد کچھ عرصہ کے لئے واپس مرکز تشریف لائے ہیں۔ اس وقت پانچ انڈونیشن طلباء مرکز میں حصول تعلیم میں کوشاں و مصروف ہیں۔

لٹریچر انڈونیشیا مشن

۱۔ رسالہ الوصیت	بزبان انڈونیشن
۲۔ اسلام میں جہاد	〃
۳۔ اسلام میں اقتصادیات کا نظام	〃

4. An out line of Islam (Tamil)
5. True Islam.
6. Life of Muhammad (in Senhalese)

رسالہ خاتم النبیین	بزبان تامل
پیغام احمدیت	〃
ہمارا مذہب اسلام ہے	〃
کیا عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے	〃
احیائے اسلام	〃
خاتم النبیین پر اعتراضات کے جواب	〃
اسلامی اصول کی فلاسفی سنہلی ایڈیشن زیر طبع ہے	
خلاصہ اسلام	〃

مختلف مواقع پر پمفلٹ اور اشتہارات جو اس مشن کی طرف سے کثیر تعداد میں شائع ہوتے ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔

سنگاپور

یہ مشن ۱۹۳۵ء میں مکرم مولوی غلام حسین صاحب ایاز کے ذریعہ قائم ہوا۔ آپ نے یہاں پندرہ سال تک قیام کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک مضبوط جماعت قائم کی۔ ملائی زبان میں کافی تعداد میں لٹریچر شائع ہو چکا ہے۔

موجودہ انچارج مبلغ مولوی محمد صادق صاحب ہیں۔

آپ کے ذریعہ قرآن مجید کا ملائی زبان میں ترجمہ کا کام بھی مکمل ہو چکا ہے۔ جس پر ان دنوں نظر ثانی کا کام ہو رہا ہے

لٹریچر مشن سنگاپور

ٹریکٹ خاتم النبیین۔ امام مہدی کا ظہور۔ اشتہار قبر مسیح جماعت احمدیہ کے عقائد۔ توفی پر ہزار روپیہ کا انعام۔ خدا کے لئے ایک درخواست۔ اور اس قسم کے کئی ایک پمفلٹ کثیر تعداد میں شائع کئے جا چکے ہیں۔

"صداقت" اور "بیان" کے نام سے ملائی زبان

۴ - حقیقت بائیبل بزبان انڈونیشن
۵ - ہندو راج کے منصوبے " "
۶ - اسلام دنیا کے علوم کا مبلغ " "
۷ - صداقت مسیح آخر الزمان " "
۸ - قبر نبی عیسیٰ اسرائیل علیہ السلام " "
۹ - ملائکہ " "
۱۰ - معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم " "
۱۱ - اسلامی سوسائٹی " "
۱۲ - نبی عیسیٰ علیہ السلام وصلیب " "
۱۳ - نبی عیسیٰ ابن اللہ " "
۱۴ - ارکان اسلام کی حقیقت " "
۱۵ - سیرت النبی " "
۱۶ - نظام نو " "
۱۷ - مسئلہ تقدیر بزبان سونڈہ
۱۸ - لیکچر سیالکوٹ بزبان انڈونیشن
۱۹ - اسلامی اصول کی فلاسفی " "
۲۰ - مسئلہ تقدیر " "
۲۱ - کشتی نوح " "
۲۲ - سوانح حضرت احمد علیہ السلام " "
۲۳ - نیو ورلڈ آرڈر " "
۲۴ - احمدی اور غیر احمدی میں فرق " "
۲۵ - حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق پیشگوئیاں " "
۲۶ - مسلمان کس طرح ترقی کر سکتے ہیں بزبان "
۲۷ - فلاح پانے کے راستے " "
۲۸ - پانچ ارکان اسلام کی فلاسفی " "
۲۹ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے " "
۳۰ - ایک غلطی کا ازالہ " "
۳۱ - دعوۃ الامیر " "
۳۲ - تصدیق المسیح " "
۳۳ - بائیبل کا عیسےٰ بزبان انڈونیشن
۳۴ - شفاعۃ الرحمان " "
۳۵ - دوزخ ہمیشہ نہیں ہوتا - " "

ان کتب کے علاوہ اور بہت سی کتب زیر طبع ہیں سلسلہ احمدیہ اور سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علاوہ اور دیگر آٹھ دس کتب کے مسودات بھی تیار ہیں - جو انشاء اللہ تعالیٰ مناسب موقعوں پر شائع کئے جائیں گے

بورنیو

۲۶ مئی ۱۹۴۷ء کو مکرم محمد زہدی صاحب فاضل آف انڈونیشیا کے ذریعہ یہاں مشن قائم ہوا آج کل مکرم مولوی محمد سعید صاحب انصاری یہاں بطور انچارج مبلغ کام کر رہے ہیں - آپ کے علاوہ مکرم مرزا محمد ادریس صاحب اور ایک اور مقامی مبلغ تبلیغ کا فریضہ بجا لا رہے ہیں - مشن ایک ماہوار رسالہ "Peace" شائع کر رہا ہے

مشرق وسطیٰ

عرب ممالک میں ۱۹۲۵ء کے ہمارے مشن قائم ہوئے - اور ان ممالک میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری کافی جماعتیں موجود ہیں اور افراد جماعت بھی مصروف تبلیغ ہیں - شام - اس ملک میں ہمارا مشن ۱۹۲۵ء میں مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس اور مکرم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے ذریعہ قائم ہوا مکرم شاہ صاحب تو کچھ عرصہ دمشق میں قیام فرما کر واپس تشریف لے آئے - اور مولانا شمس صاحب وہاں مصروف کار رہے - اس وقت مشن کے انچارج سید منیر الحصنی صاحب ہیں -

ایران

۱۹۲۵ء میں شہزادہ عبد المجید صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ

باقی صفحہ ۱۰۶

مجھے سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ الودود سے کیوں محبت ہے

رُوداد عشق و محبت کا ایک دلآویز ورق

گلشن عقیدت کے چند حسین پھول اور شگفتہ کلیاں

۱

مجھے سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالےٰ سے محبت ہے۔ کیونکہ زمین و آسمان کا خدا آپ سے محبت رکھتا ہے۔ (شیخ عبدالقیوم احمدی چنیوٹ)

۲

مجھے سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالےٰ سے کیوں محبت ہے؟ حضور اللہ تعالےٰ کی ہمارے لئے ایک بہت بڑی نعمت ہیں۔ اور ایک ایسا مبارک وجود ہیں۔ جن کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

نُور آتا ہے نُور۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا۔ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

بھلا ہم اللہ تعالےٰ کے نور کی قدر کیوں نہ کریں؟ اور اس مبارک ہستی سے محبت کیوں نہ کریں؟ جو ہم اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوئی۔ ہم اپنے آقا سے اس وجہ سے محبت کرتے ہیں کہ ہم نے ان کے ذریعہ سے زندہ خدا کو دیکھا۔ جن کی تنظیم اور حسن تدبیر سے اور دعاؤں سے اسلام ساری دنیا میں پھیل رہا ہے۔ (خاکسار محمد اسلم ناصر چک نمبر ۲۹۷ ج ب ڈاکخانہ گوجرہ ضلع لائل پور)

۳

مجھے حضرت محمود ایدہ اللہ تعالےٰ سے اس لئے محبت ہے کہ وہ خدا کا محبوب ہے وہ پہلا شخص ہے جس نے تمام ممالک دنیا میں حضرت محمد صلعم کے دین کی اشاعت کے لئے مبلغ بھجوائے یہ کام آج تک کسی مجدد یا ولی یا بادشاہِ اسلام سے بھی نہیں ہو سکا تھا۔ اگر کوئی اس حقیقت کو نہ مانے تو کسی بزرگ کا نام پیش کرے۔ نیز مجھے اس لئے محبت ہے کہ اللہ تعالےٰ اس بابرکت انسان کے ذریعہ ایسے روشن نشان ظاہر کرتا رہتا ہے جس سے ہم خدا کا چہرہ دیکھتے ہیں۔ (عاجز نذیر احمد احمدی (بابو) امرتسری ملازم محکمہ ریلوے ہیڈ کوارٹرز آفس۔ کلیم برانچ۔ سی تقرری سیکشن لاہور)

۴

حضور ایدہ اللہ خدا تعالےٰ کے مامور کردہ خلیفہ اور مصلح موعود ہیں۔ اور آپ نے اسلام کو پھیلانے کے لئے جس قدر قربانی اور خدمات اسلام کی ہیں وہ ہر سچے مسلمان کو مجبور کرتی ہے کہ وہ آپ سے عقیدت رکھے۔ اور سچے دل سے آپ کی غلامی کرے۔ مجھے حضور سے اس لئے عقیدت ہے۔

(لطف الرحمٰن ناز از ربوہ)

۵

"اسلامی اصول کی فلاسفی" میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ محبت کے محرک دو ہی ہوتے ہیں حسن واحسان۔ میرا یہ ایمان ہے کہ حضور اس وقت ساری دنیا میں حسن و احسان کا ایک بے نظیر مجموعہ ہیں۔

یقیناً آپ کا حسن تو یہ ہے کہ "کان اللہ نزل من السماء" آپ کے احسان کے متعلق چند سطروں میں کچھ بیان کرنا ناممکن

ہے۔ (خاکسار سجاد بھیروی)

نائب قائد مجلس خدام الاحمدیہ بھیرہ ضلع سرگودھا

۶

حضور پُرنور کا نام نامی ہی اس بات کی دلیل ہے۔ کہ آپ محمود ہیں۔ آپ کا نام اللہ تعالیٰ نے محمودؔ رکھا ہے اور آپ کے ذریعہ رسول اکرم اکنافِ عالم میں محمود ہوئے پس جس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ ذات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود علیہ السلام قابل تعریف ثابت ہو جائیں گے۔ اگر اس سے انسان محبت نہ کرے تو کس سے کرے لہٰذا مجھے اس وجہ سے حضرت سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالےٰ سے محبت ہے۔

نام بھی محمود ہے اور کام بھی محمود ہے
صبح بھی محمود ہے اور شام بھی محمود ہے

(اختر خالد گجراتی ربوہ)

۷

آپ نے دینی، قومی اور ملی مفاد کی خاطر جان و مال وقت اور عزت و اولاد کو قربان کرنے کا اسوہ حسنہ ہمارے سامنے رکھا اس لئے ...... مجھے آپ سے محبت بلکہ عشق ہے۔

(ایک ادنیٰ ترین غلام محمد ابراہیم سار بوڑی)

۸

مجھے سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالےٰ سے اس لئے محبت ہے کہ آپ کا مقام اللہ تعالےٰ کے الہامات۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء امت کی پیشگوئیوں کے ماتحت ہے۔ آپ جملہ دینی و دنیوی خوبیوں کا گلدستہ ہیں۔ آپ فی زمانہ کے بہترین قائد ہیں۔ (بشارت احمد چودھری)

۹

میں اللہ تعالیٰ کی تلاش میں بھٹک رہا تھا۔ حضرت محمود نے میرا ہاتھ پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور میرے مقصود حقیقی سے مجھے ملا دیا۔

(حضرت محمودؔ کا غلام خاکسار میاں عبدالصادق سرائے عالمگیر)

۱۰

میں نے ایک احمدی آغوش میں آنکھ کھولی...... بچپن سے بیماری میرے ساتھ آئی...... مگر...... محمودؔ کی دعا ہمیشہ میرے سے جام صحت بنی رہی۔ نہ صرف مجھے بلکہ وہ تمام جنہوں نے میرے بچپن کو دیکھا ہے انہیں یہ یقین ہے کہ میری زندگی کسی کی دعا کی مرہونِ منت ہے۔ ! میں نے اسے ہر کام میں ایک اولوالعزم اور ارادہ سے پکّا پایا اس کے جواب پر وہ خط کے ذریعے دیتا ہے پروانہ محبت سے بھرپور ہیں۔ گو یہ درست ہے کہ مجھے ابھی تک اس کی ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہوا مگر پشتو کا ایک (ٹپہ) ہے۔

مینہ فراق باندے نہ یا تبیژری
وصل پر مینے باندے اور ولا گا دینہ

ترجمہ:- محبت فراق سے بڑھتی ہے۔ وصل محبت کو جلا کر راکھ کر لیتی ہے۔ مجھے اسی لئے بھی اس سے محبت ہے کہ اس زمانے میں:- وہ مسیح موعود کے مشن کا محافظ ہے۔ ! وہ دین محمد صلعم کے لئے محافظ بلکہ وہ اس کے بھٹکے ہوئے مسافروں کے لئے مشعل راہ ہے۔

مبارک احمد خٹک ٹیری۔ ضلع کوہاٹ (سرحد)

اے امیر المومنین تجھ پر سلام
حسن و احسان میں مسیحا کا نظیر
یادگارِ مہدی آخر زماں
تیری اطاعت میں خدا ہم کو ملا
سیدی انت مرادُ قومِنا
ہو رہے ہیں خائب و خاسر تمام
حق کی خاطر ہو گئی دل میں مرے

اے امام المتقین تجھ پر سلام
یوسفِ ماہ جبیں تجھ پر سلام
مونس و غمخوارِ دیں تجھ پر سلام
راہبر عرش بریں تجھ پر سلام
اِنَّكَ نِعمُ القرین تجھ پر سلام
تیرے حاسد نکتہ چیں تجھ پر سلام
تیری الفت جاگزیں تجھ پر سلام

محمد ابراہیم شاد

۱۱

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منشاء تھی کہ میرے بعد میرا جانشین ضرور ہو۔ جو میرے کام کو خوبی سے چلا دے۔ چنانچہ جماعت نے متفق طور پر آپ کی وفات کے بعد حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو جانشین تسلیم کر کے خلافت کا آغاز شروع کیا۔

چھ سال کے عرصہ میں ایک گروہ نے جن کی قیادت مولوی محمد علی صاحب کرتے تھے۔ کہ آئندہ خلافت کو ختم کیا جاوے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے عزم اور استقلال نے باوجود مخالفت کے خلافت کے جاری رہنے پر پورا پورا زور دیا۔ جس کا نتیجہ ہوا۔ کہ خلافت کا سہرا آپ کے حصہ آیا۔

اب بیالیس سال سے آپ اس ذمہ داری کو کمال خیر و خوبی سے سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ نے قرآن پر عمل کر کے دکھا دیا۔ چار شادیاں کیں اور انصاف اور حسن سلوک کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام سے جس نے تعلق پیدا کیا۔ اسی طرح اس یوسف کے ساتھ جس نے تعلق پیدا کیا۔ معزز و مکرم اور مالا مال ہوگیا۔ ظاہری خوبصورتی خدا تعالیٰ نے ایسی عطا کی کہ دشمن اور مخالف بھی دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔

آپ نے ہم کو کھانے کے آداب سکھائے۔ اگر کوئی دعوت کرے اس کے لئے دعا سکھائی۔ ذکر اللہ کے طریق ہم پر واضح کئے۔ اور ایسا انتظام کیا۔ کہ آئندہ آنے والی نسلیں فائدہ اٹھاتی رہیں گی۔

آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی اور رسول ثابت کیا۔

آپ نے قرآن شریف کی جو تفسیر لکھی ہے۔ اس میں آئندہ آنے والے واقعات کو ایسے رنگ میں بیان کیا۔ گویا غیب کی خبریں ہیں۔

آپ میں ایثار اور اعلیٰ اخلاق کا کمال پایا جاتا ہے۔ مہمان کی آپ بہت عزت کرتے ہیں۔ اپنے مبائعین سے آپ کو کمال محبت ہے۔ ہر مشکل آمد کے وقت آپ نے ہمدردی کا کمال دکھایا۔ آپ کی دعا و توجہ میں بے حد اثر ہے۔ خدا سے تعلق اور اس پر بھروسہ اور استقلال آپ پر ختم ہے۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ حضور کو کامل صحت عطا کرے۔ آمین۔ (آپ کا غلام سردار عفی عنہ)

۱۲

۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے۔ خاکسار اپنے والد محترم (شیخ محمد الدین صاحب) کی دکان پر بیٹھا۔ ایک کتاب احسن القصص (مصنفہ مولوی غلام رسول صاحب قلعہ والے جس میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن کی تعریف بہت اعلیٰ پیرایہ پر لکھی گئی ہے) پڑھ رہا تھا۔ کہ دل میں جستجو پیدا ہوئی۔ کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ضرور دیکھنا ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد پڑھتے پڑھتے ہی سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ دربار عالیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام معہ اپنے اصحابہ کے جلوہ افروز ہیں۔ کہ ایک دوست نے آواز دی کہ آپ نے یوسف علیہ السلام کو دیکھنا ہے۔ میں نے عرض کیا ضرور۔ اسی اثنا میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ڈیسک کے دراز میں سے ایک کاغذ نکالا تو اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تصویر دکھائی۔ کہ یہ یوسفؑ ہے۔

اس روز سے میرے دل میں اور بھی والہانہ محبت پیدا ہو گی۔ اور جب بھی اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں ایک عجیب سرور پاتا ہوں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ صحت والی لمبی عمر عطا فرماوے۔ (از شیخ عبدالرحیم حکیم چھرکا انار)

۱۳

وہ مجسم نور جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی روح سے ممسوح کیا ہو

جو الہام الٰہی کے مطابق گناہوں میں ملوث نفوس کی تطہیر کیلئے دنیا میں بھیجا گیا ہو۔ جو سراسر رحمت اور برکت ہو جس کے کپڑوں سے بادشاہ تک برکت ڈھونڈیں۔ بھلا کون ہے جو اس سے محبت نہ کرے۔

وہ علم و فضل کا دریا۔ وہ کلید معانی جس نے قرآن کی ظاہری و باطنی خوبیوں کو اظہر من الشمس کر کے ادیانِ عالم پر اسلام کی برتری کا سکہ بٹھا دیا۔ وہ ظفر مند جرنیل جو جلد جلد بڑھا۔ اور جس نے اپنے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو دنیا کے آخری کناروں تک شہرت دی۔ وہ جو سخت ذہین اور فہیم ہے جو نہایت ہی پیارا۔ وجیہہ اور مقناطیسی کشش کا مالک ہے۔ میں ایسے اظہر وجود سے اس لئے محبت کرتا ہوں کہ میرا خدا اس سے محبت کرتا ہے۔ ؎

خدا رسیدہ و فرخندہ بخت و موجب برکت
خدا عمر مرے آقا کی بس دراز کرے

(خادم دین۔ رشید احمد)

۱۴

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لاکھوں محبان میں سے خاکسار بھی ایک ہے۔ مجھے یہ محبت کیوں ہے اس سوال کا جواب حقیقتوں کے سمجھنے پر موقوف ہے۔ اوّل یہ کہ محبت کس بنا پر پیدا ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ بنائے محبت کی کیفیت اور کمیت کیا ہے۔ پہلی حقیقت پر خود آنحضرت صلعم کی ایک حدیث سے روشنی پڑتی ہے۔ فرمایا جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْهَا۔ یعنی اپنے محسن سے محبت کرنا قلوب کا جبلی تقاضا ہے۔ دوسری حقیقت کہ بنائے محبت کی کیفیت اور کمیت کیا ہے۔

خود حضرت امیر المومنین کے کارناموں سے ظاہر ہے۔ خلاصہ یہ کہ مجھے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ اس لئے محبت ہے کہ وہ ہمارے محسن ہیں اور یہ محبت تمام محبتوں سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ حضور آج روئے زمین پر تمام محسنوں سے بڑھ کر محسن ہیں۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے حضور کی زندگی کے مندرجہ ذیل کارناموں پر غور فرمایئے۔ اور پھر بتایئے کہ ہم اگر ان محبت نہ کریں تو کیا کریں۔

اوّل۔ حضور جب خلیفہ ہوئے تو حضور کی عمر تقریباً چوبیس پچیس سال تھی اور یہ ظاہر ہے کہ یہ عمر نوجوانی کی عمر ہے۔ اور اس عمر دنیا کے عالم انسان عموماً کسی ذمہ داری کو صحیح طور پر نبھانے اور کسی قومی بوجھ کو پورے طور پر اٹھانے کے اہل نہیں ہوتے۔ مگر تعجب اور حیرت کا مقام ہے۔ کہ اس نوجوان نے خلافت کا بوجھ اٹھاتے ہی نہ صرف اپنے جذبات جوانی کو رضائے الٰہی کے حصول کے لئے قربان کیا۔ بلکہ ہزاروں غلط روؤں کو اپنی شب و روز کی دعاؤں تقریروں اور تحریروں کے زور سے راہ راست پر لے آئے۔ یہ اسی نوجوان کی ہمت تھی کہ خلافت احمدیت صحیح معنوں میں اپنے مقام پر کھڑی ہوئی۔ اور جس کے مقابل پر جمہوریت کی بڑی بڑی ہستیاں جو صاحب کرم اور صاحب بیان تھیں شکست کھا گئیں۔

دوم۔ جماعت میں بڑے بڑے فتنے پیدا ہوئے۔ مثلاً فتنہ پیغامیاں۔ فتنہ مستریاں۔ فتنہ مصریاں۔ لیکن حضور نے ہر فتنہ کو اس طرح کچل دیا کہ گویا۔ کچھ ہوا ہی نہیں۔ اور جماعت کی وحدت کو پوری شان و شوکت سے برقرار رکھا۔

سوم۔ جماعت کے خلاف خارجی طور پر بھی کئی فتنے پیدا ہوئے۔ حضور نے ان فتنوں کے اوقات میں بھی جماعت کی ایسی رہنمائی فرمائی۔ کہ جماعت ترقی پر ترقی کرتی چلی گئی پھر جماعت احمدیہ جب پاکستان میں آ کر بحالت بے سروسامانی منتشر ہو گئی۔ تو حضور نے سرزمین ربوہ خرید فرمائی۔ اور چند ہی دنوں میں نیا شہر آباد کر دیا جس کی مرکزی حیثیت نے تمام احمدی جماعتوں کو مستحکم اور منظم کر دیا۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

ارض ربوہ میں ہیں جب سے آپ جلوہ گر ہوئے
اس کے ذرے جگمگا کر ہمسر اختر ہوئے

آپ کی ہمت سے ہی آباد اجڑے گھر ہوئے
اور قائم از سر نو مرکزی دفتر ہوئے
لاجرم اولوالعزمی میں تو اک فرد ہے
اے خدا کے شیر تو اک آسمانی مرد ہے

چہارم۔ دوسرے مسلمانوں کی امداد۔
پھر ہندو قوم نے ملکانوں کو شدھ کرنا شروع کیا تو صرف حضور ہی کے تربیت یافتہ مجاہدوں نے انہیں شکست دی۔ جو کام حضور کے چند مجاہدوں نے سرانجام دیا۔ اسے سارے ہندوستان کے مسلمان مل کر بھی سرانجام نہ دے سکے۔ ہندو قوم کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ اور یہ وہ حقیقت ہے جس کا خود ہندو قوم کو بھی اعتراف ہے۔ ایسا ہی کانگرس کے اٹھائے ہوئے فتنہ کے وقت نہرو رپورٹ کے شائع ہونے اور مسلمانوں کے ہجرت کرنے کے اوقات میں۔ اور کشمیریوں کے آزاد کرانے کے متعلق حضور نے بروقت انتباہ اور رہنمائی فرمائی۔

پنجم۔ اشاعت اسلام۔ حضور نے بہت سے ایسے نئے مشن قائم کئے۔ کہ جن کا ابتدائے خلافت میں تصور تک بھی نہ آسکتا تھا۔ اس وقت دنیا کے اکثر ممالک میں جماعت احمدیہ کے مشن قائم ہو چکے ہیں۔ اور بہت سے ممالک میں مساجد بھی بن چکی ہیں۔

ششم۔ اس کے علاوہ حضور نے مختلف مسائل پر روشنی ڈالنے کے لئے۔ قریباً سو سے بھی زیادہ کتب لکھی ہیں۔ اور یہ کتب ایک ایسا خزانہ ہیں۔ جو قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے علمی سرمایہ فراہم کرتی رہیں گی۔

ہفتم۔ حضرت امیر المومنین باوجود علالت طبع کے جس تندہی سے خدمت قرآن میں مصروف ہیں۔ وہ قابل رشک ہے۔ اور انہی کی ہی کوشش کی برکت سے متعدد زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم ہو چکے ہیں۔ جن سے لاکھوں انسانوں کے دل و دماغ اسلام کی طرف رجوع کرنے لگے ہیں۔ اور بالآخر یہ تراجم انشاء اللہ ساری دنیا کی ہدایت کا موجب بنیں گے۔ غرضیکہ کیا کچھ لکھوں۔ ے

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا اینجاست

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور کی عمر میں برکت دے۔ اور صحت و عافیت کے ساتھ پیش از پیش خدمت اسلام کی توفیق بخشے۔ آمین۔ (منصور احمد ظفر۔ قائد مجلس خدام الاحمدیہ ڈیرہ غازیخان)

۱۵

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی خدا تعالیٰ کی توحید کے عاشق صادق ہیں۔ اس لئے مجھے حضور سے دلی محبت ہے۔

● میں عقیدے کے لحاظ سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں سے بزرگ و برتر سمجھتا ہوں۔ چونکہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت و محبت ہے اسلئے مجھے بھی حضور سے دلی محبت ہے

● میں اس زمانہ کے مقدس مامور کو خدا تعالیٰ کی طرف سے برحق سمجھتا ہوں۔ اور اس برگزیدہ خدا نے اپنے ایک موعود بیٹے کی نسبت خدا سے الہام پاکر بشارت دی تھی۔ اور اس بشارت کے مطابق چونکہ سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو تولد ہوئے۔ اس لئے مجھے آپ سے دلی محبت ہے کیونکہ آپ خدا تعالیٰ کی ہستی کا ایک روشن اور زندہ نشان ہیں۔

● احمدیت کو معاندین اور منافقین آج سے ۴۴ سال پیشتر مٹانے کے لئے انتہائی زور لگا رہے تھے۔ خدا تعالیٰ نے ایسے خطرناک وقت میں سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کو منصب خلافت پر سرفراز فرمایا۔ آپ نے خداداد طاقتوں کے ماتحت اندرونی اور بیرونی دشمن کا مقابلہ کیا۔ اور احمدیت کو مضبوط چٹان کی طرح دنیا میں قائم کر دیا اور میں چونکہ احمدیت کا شیدائی ہوں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اسے خطرناک سیلابوں سے رہائی دلا کر سلامتی

پر لاکھڑا کیا ہے۔ اس لئے مجھے حضور سے انتہائی محبت ہے
اے خدا تو ہمارے مقدس آقا کو صحت و عافیت کے ساتھ
عمر نوح عطا فرما۔ آمین۔

(چوہدری نصیر احمد متعلم جماعت ہشتم ربوہ کے ضلع سیالکوٹ)

۱۶

جلسہ سالانہ ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے کہ جلسہ کے پہلے
دن جب میں پہلی بار دارالامان گیا۔ تو دارالفضل نیشنل لیگ
کی طرف سے رضاکار کے طور پر میری اور محترم مولوی نور محمد
صاحب دونوں کی ڈیوٹی مسجد مبارک میں لگی۔ ہم نے صرف
مغرب اور عشاء کی نماز میں ڈیوٹی دی تھی۔ اس کے بعد
محلہ دارالرحمت کی باری تھی۔ لیکن عشاء کے بعد جو پہرہ دار
آنے تھے۔ ان میں سے صرف دو پہرہ دار دارالبرکات کے
حاضر ہوئے۔ جن سے پہلے دو رضاکاروں کو تبدیل کیا گیا
اور ہمارے لئے کوئی نہ آیا۔ میرے ساتھی چلے گئے۔ اور
میں مسلسل بارہ گھنٹے بغیر کچھ کھائے پیئے ڈیوٹی پر تعینات
رہا۔ دوسرے دن ۲۷/۱۲ کی صبح کو حضرت امیر المومنین
ایدہ اللہ تعالیٰ نے از راہ کرم دریافت فرمایا۔ بیٹا تم ہر نماز
پر آجاتے ہو یا کل سے ہی کھڑے ہو۔ میں نے دست بستہ
عرض کی حضور پر میری جان نثار خادم کل سے تعینات ہے
یہ معلوم کر کے حضور اقدس نے سخت اظہار رنج فرمایا۔
فوراً مرزا گل محمد صاحب مرحوم مغفور کو طلب فرمایا۔ جاتے
ہی میاں صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب جو اس وقت
بچے تھے ٹرے میں کھانا اور چائے لائے اور فرمایا حضور
نے کھانا بھجوایا ہے۔ میرے آنسو جاری ہو گئے۔ اور
میں نے کہا۔ اے میرے روحانی باپ آپ روحانی باپ
ہی نہیں۔ بلکہ جسمانی باپ سے بھی بڑھ کر آقا ہیں۔ خود
غور فرمایئے۔ اپنے آقا سے دلی محبت کیوں نہ ہو۔

(محمد عنایت اللہ حیرت ضلع مظفر گڑھ)

۱۷

مجھے سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ سے کیوں محبت ہے۔
جو محبت اور الفت مجھے پیارے محمود سے ہے اس کے اظہار
کے لئے اس عاجز کے پاس الفاظ کہاں!

میرے دل کی گہرائیوں میں میرے پیارے آقا کی
محبت کا جو چاند چمک رہا ہے اس کی نورانی کرنیں میرے
دل کی تاریکی کو مٹا کر ایک میٹھی میٹھی محبت کی دنیا بسا چکی ہیں
اس پوشیدہ دنیا میں جو انسان کی نظر سے اوجھل ہے۔ میرے
سوا کوئی محبت بھری زندگی کا لطف نہیں اٹھا سکتا۔ میری
اس دنیا کا ہر ایک ذرہ ذرہ محمود آقا پر قربان ہونے کے
لئے بے تاب ہے۔ مجھے اپنے آقا سے محبت کیوں ہے۔
اس لئے کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

مٹ جاؤں میں تو اس کی پرواہ نہیں ہے کچھ بھی
میری فنا سے حاصل گر دین کو بقا ہو

میرا آقا اگر محمد مصطفیٰ صلعم اور خدا تعالیٰ کے پسندیدہ
اسلام پر جان قربان کرنا ایک لازوال فخر سمجھتا ہے
تو میں آپ کے جانثار خدام میں شامل ہونا اپنے لئے کیوں
نہ موجب فخر سمجھوں۔ اور کیوں نہ میں آپ کی غلامی قبول
کروں۔ اور اسے اپنے دل ہی نہ بساؤں۔ خدا تعالیٰ
ہمیں، توفیق عطا فرمائے۔ کہ ہم مرتے دم تک ان کے وفادار
رہیں۔ اور اپنے خون کا آخری قطرہ محمود آقا کی حفاظت
کرتے ہوئے بہا دینے میں کوئی دریغ نہ کریں۔

(محمد زاہد ارشد واقف زندگی از چنڈ ضلع جھنگ)

۱۸

مجھے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ سے اس واسطے
محبت ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو خلیفہ منتخب کیا ہے
اور خدا تعالیٰ ان سے ہم کلام ہوتا ہے۔

(ماسٹر محمد یحییٰ سید والا ضلع شیخوپورہ)

۱۹

مجھے فضل عمر سے اس لئے محبت ہے کہ آپ کے

عہد خلافت جماعت احمدیہ کا نظام حیرت انگیز طور پر مضبوط ہو رہا ہے - اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز دنیا کے کونے کونے تک جا پہنچی ہے -

عبد الغفار لاہور چھاؤنی)

۲۰

بچپن کی بات ہے - کہ خاکسار کو ایک دفعہ خواہش ہوئی - کہ مجھے حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کا یا آپ کے وقت کا قرآن مجید ملے - رات دن یہی تمنا رہتی تھی - ایک دن رات عشاء کی نماز پڑھ کر سو گیا - تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں - کہ ایک عورت جس کا نام اللہ رکھی تھا - اس نے آواز دی - کہ آپ رسول پاکؐ کے ہاتھوں کا قرآن مجید چاہتے ہیں خاکسار نے عرض کیا - ہاں - پھر اس نے ایک میں سے جو زمین دوز تھی - قرآن مجید نکال کر دیا - اور کہا کہ اس میں تمام انبیاء کی تصویریں ہیں - میں نے بڑے شوق سے قرآن مجید لے کر اس میں تصویریں دیکھنے لگا - خاکسار نے سارا قرآن مجید کھول کر دیکھا - مگر کوئی تصویر نظر نہ آئی صرف میرے پیارے آقا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کی تصویر نظر آئی - پھر خواب میں ہی میرے بڑے بھائی مولوی روشن الدین صاحب قادیان سے گاؤں آئے تو میں نے بھائی صاحب سے عرض کیا - کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کا قرآن مجید ملا ہے - اس میں تمام انبیاء کی تصویریں ہیں - مگر مجھے نظر نہیں آتیں - آپ دیکھیں چنانچہ بھائی صاحب بھی دیکھنے لگے - انہیں بھی صرف ہمارے پیارے آقا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہی تصویر نظر آئی - اسے دیکھ کر طبیعت پر خاص اثر ہوا - اس کے بعد خاکسار کی آنکھ کھل گئی - دیکھا کہ میرا دل خوشی سے بے حد مسرور تھا - خاکسار کو حضور سے اس لئے محبت ہے آپ کا وجود ایک مبارک وجود ہے - بلکہ ہمارے پیارے آقا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ تمام انبیاء کی تصویروں کا مجموعہ ہیں - آپ نے قرآن مجید کی تفسیر کے ذریعہ تمام انبیاء کے واقعات بیان کر کے صحیح تصویروں کا نقشہ کھینچ دیا ہے - ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور کو اور اس کی مخلصین جماعت کو اپنے خاص فضل سے نوازے اور ہمیں بھی حضور کی بیعت میں ایمان کی موت دے - آمین - (خاکسار عبد اللطیف کاتب ربوہ)

۲۱

مجھے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ سے اس لئے محبت ہے کہ آپ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ اور خدا تعالیٰ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے سب سے بڑے عاشق ہیں اور ہم نے حضور کی زبان مبارک سے حقائق و معارف کا ایک امڈھتا ہوا دریا دیکھا ہے۔"

ناصر احمد ظفر ٹی آئی کالج ربوہ

۲۲

مجھے سیدنا محمود سے کیوں محبت ہے؟

کہتے ہیں پیاروں کا جو کچھ ہو وہ آتا ہے پسند
اس لئے جو کوئی اس کا ہو کرو تم اس سے پیار (محمودؔ)

چونکہ میرے محبوب کا حسن و جمال آئینہ محمودیت میں جلوہ گر ہے - اس لئے "اپنے دل سے اور جان سے اس سے کرتا ہوں پیار"۔ (غلام محمد واقف زندگی ربوہ)

۲۳

اپنے شباب کی تمام بے مثل طاقتیں - استعدادیں اور صلاحیتیں اسلام اور احمدیت کے لئے صرف کرنے کے بعد اپنے بڑھاپے میں آپ نے اپنے مقدس خون کے چھینٹوں سے ربوہ کی سفید مسجد کو رنگین کیا - یہی نہیں بلکہ ان کی زندگی کا ہر لمحہ اسلام کے درد سے معمور نظر آتا ہے - یہی وجہ ہے کہ دنیا کی ہر پیاری چیز سے زیادہ پیارے مجھے وہی ہیں۔"

(زین العابدین الور قادیان)

۲۴

مخبر صادق حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے آنے والے مسیح کے متعلق فرمایا تھا۔ کہ یتزوج ویولد لہٗ
یعنی اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دو عظیم الشان
نعمتیں عطا فرمائے گا۔ ایک تو عظیم الشان بیوی عطا کرے گا
(اشکر نعمتی رایت خدیجتی تذکرہ ص۔۔) اور دوسری
نعمت یہ کہ عظیم المرتبت بیٹا بخشے گا۔ فرزند دلبند گرامی
ارجمند مظہر الاول والاخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من
السماء۔ اسی عظیم المرتبت بیٹے کے متعلق امام یحییٰ بن عقب فرماتے ہیں۔ و محمود سیظہر بعد ما یملک الشام بلا قتال۔ اور حضرت نعمت اللہ شاہ ولی فرماتے ہیں۔ دور او چوں شود تمام بکام پسرش یادگار مے بینم۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے
ذریعہ مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر حرف بحرف پوری ہوئی
اور اس طرح ۱۳۰۰ سال بعد مخبر صادق کے صدق پر ایک
عظیم الشان برہان آشکار ہوا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام
و اولیائے امت کی صداقت کا نشان ظاہر ہوا۔ پس مجھے
آپ کے وجود سے محبت ہے۔ کیونکہ آپ کے ذریعہ میرے
پیارے آقا سیدنا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ الہ وسلم
کا فرمان پورا ہوا۔ اولیائے امت کی باتیں سچی ثابت ہوئیں۔
اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ کہ
خدا تعالیٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیشگوئی میں میرے پر ظاہر کر
رکھا ہے کہ میری ہی ذریت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کو
کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی۔ وہ آسمان سے اتریگا
اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دے گا۔ فرزند دلبند و
گرامی ارجمند مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من
السماء (ازالہ اوہام ص ۱۵۶)

بشیر احمد۔ مبلغ سلسلہ احمدیہ۔ دہلی۔

وہ تمام محبت جو مجھے اسلام یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہے اس کا موجب
میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے بابرکت وجود کو قرار دیتا ہوں۔ نہ میں نے حضرت مسیح
موعود علیہ السلام کو دیکھا اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا۔ لیکن سیدنا
محمود ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان دونوں زمانوں کے قریب کر دیا۔ اسلام کی خدمت کا
جذبہ اور جوش جس قدر بھی میں اپنے آپ میں پاتا ہوں۔ وہ اس جذبہ اور جوش کا پرتو
ہے۔ جو سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی کی ذات میں ہے۔ اور جسے حضور نے ہم جیسے وجودوں
تک پہنچایا ہے۔ ابھی چند دن ہوئے مجھے کئی سال پہلے کے دفتری کاغذات کو ترتیب
دیتے ہوئے ایک پرزہ ملا۔ جس پر میں نے لکھا ہوا تھا۔ کہ میں نے سیدنا حضرت
خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو رویا میں یہ فرماتے سنا۔ کہ میری
اطاعت کے ساتھ وہ فوائد وابستہ ہیں جو پہلے کسی خلیفہ کی اطاعت کے ساتھ
وابستہ نہیں تھے۔

پس سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا وجود تلاش کرنے کی
ضرورت نہیں۔ خدا تعالیٰ اس محبت کو قائم رکھے۔ جو اس وجود نے ہمارے اندر
اسلام اور احمدیت کی پیدا کر دی ہے۔ اور خدمتِ دین کے اس جوش و جذبہ
کو ترقی دیتا رہے۔ جو ہمیں اس وجود کے ذریعہ حاصل ہوا ہے۔

(ناصر احمد واقفِ تحریک از زیورک سوئٹزرلینڈ)

۲۵

میں ضلالت کی خوفناک وادیوں میں بھٹک رہا تھا۔ گناہ کی تاریکی نے [illegible]
مایوسی کے مہیب بادل میرے سر پر منڈلا رہے تھے۔
اچانک میری دستگیری ایک روحِ حق سے مبارک ہاتھ نے
کی۔ مجھے ایک اسیروں کے رستگار نے رہائی دلائی۔ میں نہایت
شادمانی کے ساتھ اس کے سایہ میں بیٹھا اور اس کا پھل میرے
منہ میں میٹھا لگا۔ وہ مجھے میخانہ کے اندر لایا۔ اس کی الفت
کی مے مجھے ہوش میں لائی۔ اور اس کی محبت کا جھنڈا میرے
[illegible]

مرکز کی آواز

مکرم قائد صاحب خدام الاحمدیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس سے قبل سالانہ اجتماع کے سلسلہ میں ایک سرکلر لیٹر بھجوایا جا چکا ہے۔ یہ دوسرا سرکلر ہے۔ جو آپ کی خدمت میں پیش ہو رہا ہے۔

ہمارا سالانہ اجتماع کوئی معمولی اجتماع نہیں۔ یہ عام ٹورنامنٹ یا کوئی میلہ نہیں ہوتا۔ بلکہ نوجوانوں کی تربیت کے لئے یہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔ اور اس کو اسی نظر سے دیکھنا اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ ابھی سے تیاری شروع کی جائے۔ خود بھی تیار ہوں۔ دوسرے خدام کو بھی تیار کریں۔ مرکز کو جن امور کے متعلق اطلاع دینی ضروری ہے۔ اس کی اطلاع مقررہ وقت کے اندر اندر مل جانی چاہیئے۔ تا ضروری انتظامات وقت کے اندر سہولت سے کئے جا سکیں۔ اجتماع میں شمولیت کے لئے ایک مرتبہ پھر یاد دہانی کرائی جاتی ہے۔ اس بارہ میں اپنی مساعی سے جلد تر مطلع فرمائیں۔ نیز مندرجہ ذیل اطلاعات معین طور پر بھجوا کر ممنون فرمائیں۔

نوٹ:۔ ہر شق کے متعلق علیحدہ کاغذ پر اطلاع بھجوائیں۔ ایک ہی کاغذ پر کئی امور نہ ہوں۔ نہ کسی رپورٹ فارم پر اسس بارہ میں کچھ درج کیا جائے۔

۱۔ **شوریٰ**:۔ شوریٰ خدام الاحمدیہ میں پیش کرنے کے لئے اگر آپ کی مجلس کی طرف سے کوئی تجویز ہو۔ تو اسے پہلے مجلس عاملہ مقامی کے اجلاس میں پیش کر کے اراکین کی رائے حاصل کریں۔ جن تجاویز کو مجلس مقامی مرکز میں بھجوانے کی منظوری دے۔ انہیں معین الفاظ میں صاف لکھ کر بھجوایا جائے۔ اس قسم کی تجاویز ۱۰۔ اگست ۱۹۵۶ء تک دفتر میں پہنچ جانی ضروری ہیں۔

نوٹ:۔ جس مجلس کی طرف سے کوئی تجویز ایجنڈے پر درج ہوگی۔ اس مجلس کے نمائندے کا آنا ضروری ہوگا۔ اگر کوئی نمائندہ نہ آیا۔ تو پھر وہ تجویز عام بحث کے لئے پیش نہ ہو سکے گی۔ اور ایجنڈے سے خارج کر دی جائے گی۔

۲۔ **نمائندگی**۔ اجتماع میں ہر خادم کو شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ لیکن چونکہ ہر خادم باوجود خواہش کے اپنی بعض مجبوریوں کی بنا پر شامل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے۔ کہ ہر مجلس کی نمائندگی ضرور ہو۔ یعنی ہر مجلس کی طرف سے کوئی نہ کوئی خادم ضرور آئے۔ جو خادم اپنی مرضی سے اپنے حالات کے ماتحت شامل ہونا چاہے۔ وہ ضرور شامل ہو۔ کسی قسم کی روک نہیں ہے۔ لیکن ہر مجلس کی نمائندگی صرف اس کے منتخب نمائندے ہی کر سکتے ہیں۔ جس کے لئے ایک قاعدہ بنا دیا گیا ہے۔ کہ ہر مجلس اپنے اراکین کی تعداد پر ہر بیس یا بیس کی کسر پر ایک نمائندہ ضرور بھجوائے۔ قائد مجلس بحیثیت عہدہ نمائندہ ہوگا۔ لیکن اگر کسی وجہ سے قائد مجلس خود اجتماع میں شامل نہ ہو رہے ہوں۔ تو متبادل نمائندہ بذریعہ انتخاب مقرر کیا جائے۔ نامزدگی نہ ہو۔

نمائندگان کی اطلاع ۵۔ اکتوبر ۱۹۵۶ء تک بھجوا دیں۔ سالانہ اجتماع پر آتے وقت نمائندگان کے پاس آپ کا تعارف نامہ ہونا ضروری ہے۔ کہ جن نمائندگان کے نام پہلے بھجوائے گئے ہیں۔ وہ یہی ہیں۔

۳۔ **انتخاب نائب صدر**:۔ امسال سالانہ اجتماع کے موقعہ پر نائب صدر مرکزیہ کا انتخاب ہوگا۔ اس کے لئے موقعہ پر ہی نام پیش ہونگے لیکن نمائندگان کو اسبارہ میں اپنی مجالس سے مشورہ کرکے آنا چاہیئے۔

۴۔ **علمی مقابلے**:۔ حسب سابق اس مرتبہ بھی علمی مقابلے ہوں گے۔ تقریری اور تحریری مقابلے بھی ہونگے۔ جن کیلئے عنوانات مقرر کردیئے گئے ہیں۔ ان کی تفصیل گذشتہ سرکلر لیٹر میں بھجوائی جاچکی ہے۔ اور اخبار الفضل میں بھی اعلانات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان مقابلوں میں شامل ہونے والے اراکین کے نام ۵ اکتوبر ۱۹۵۶ء تک دفتر مرکزیہ میں آجانے چاہئیں۔

۵۔ **ورزشی مقابلے**:۔ ورزشی مقابلوں کی تفصیلات اور شرائط و قواعد گذشتہ سرکلر اور الفضل میں آچکے ہیں۔ انہیں ملحوظ رکھا جائے۔ ابھی سے اس کے لئے تیاری شروع کردی جائے۔ اور مختلف مقابلوں میں شامل ہونے والوں کے نام ۱۵ اکتوبر ۵۶ء تک مرکز میں ضرور بھجوادیں۔ موقعہ پر نام لکھوانا مناسب نہیں ہوتا۔

۶۔ **اجتماع میں شمولیت**:۔ ہر خادم کی خواہش ہونی چاہیئے۔ کہ وہ خود اجتماع میں شریک ہو۔ اس کی برکات سے فائدہ اٹھاوے۔ اور طریق تربیت دیکھ کر اپنے ہاں بھی اسی طریق سے نوجوانوں کی تربیت کرے۔ لیکن ہر رکن باوجود خواہش کے خود شامل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے بیرونی مجالس کے خدام کے لئے شمولیت لازمی نہیں۔ جو آسکتے ہوں وہ ضرور آئیں۔ کسی آنے والے کے لئے کوئی روک نہیں۔ جو آسکتا ہے۔ اس کو ضرور آنا چاہیئے پس اپنی مجلس کے اراکین میں تحریک کریں۔ کہ زیادہ سے زیادہ اراکین خدام الاحمدیہ آئندہ اجتماع میں شامل ہوں دفتر مرکزیہ کو ان شامل ہونے والوں کی تعداد سے اطلاع دی جائے۔ تا انتظامات میں اس کو مدنظر رکھا جاسکے۔

۷۔ **خادم کا سامان اور خیموں کی تیاری**:۔ ہر خادم کے پاس اس کا سفری تھیلہ معہ ضروریات کے لئے ہر وقت مکمل رہنا چاہیئے۔ تفصیلات پہلے سرکلر میں موجود ہیں۔ قائدین یہ دیکھ لیں۔ آیا ہر خادم کا تھیلہ معہ ضروری سامان کے تیار ہے یا نہیں۔ اگر نہ ہو۔ تو تیار کروایا جائے۔ یہ چیز ہر جگہ اور ہر وقت کام آنے والی ہے۔ اس کی تکمیل نہائت ضروری ہے۔

اجتماع کے موقعہ پر چونکہ خود ساختہ خیموں میں رہائش ہوگی۔ اس لئے آنے والے اراکین خیمہ تیار کرنے کا سامان ساتھ لائیں۔ ایک خیمہ کی تیاری کے لئے صرف دو تہیاں یا چار کھیس۔ چار لاٹھیاں آٹھ کھونٹیاں اور رسی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ سامان ساتھ لانا چاہیئے۔ مندرجہ بالا امور کے متعلق ان کی مقررہ تاریخوں تک اطلاع بھجوانی ضروری ہے۔ جس کے لئے ابھی تیاری کرنی چاہیئے۔

خدام الاحمدیہ کا اجتماع ویسے بھی اہم ہوتا ہے۔ لیکن اس سال کا اجتماع اپنے اندر ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس مرتبہ منافقین نے پھر سر اٹھایا ہے۔ اور ایک منظم سازش کے ساتھ جماعت کو منتشر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہمیں اپنے اس اجتماع میں انہیں بتانا ہے۔ کہ آپ لوگ خدا تعالےٰ کی قائم کردہ جماعت اور اس کے قائم کردہ خلیفہ کے خلاف کچھ نہیں کرسکتے۔ اور ہمیں خلافت حقہ کے ساتھ اپنی وابستگی اور وفاداری کا یقین دلانا چاہیئے۔ پس اس اجتماع میں زیادہ سے زیادہ مجالس کی نمائندگی ہونی ضروری ہے۔ اس طرح زیادہ سے زیادہ خدام کو خود اجتماع میں شامل ہونا چاہیئے۔ تا وہ خود اپنی عقیدتمندی کا اظہار کرسکیں۔ پس آپ خود بھی شامل ہوں۔ اور اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی اجتماع میں شامل ہونے کی تحریک کریں۔

بے شک اس مرتبہ اخراجات کے لحاظ سے بھی غیر معمولی بوجھ پڑے گا۔ کیونکہ آپ میں سے اکثر اس مرتبہ قادیان کے جلسہ میں بھی شامل ہو رہے ہوں گے۔ لیکن مومن کا قدم پیچھے نہیں ہٹنا۔ اللہ تعالےٰ نے قربانی کا ایک اور موقعہ آپ کے لئے پیدا کیا ہے۔ قادیان کی زیارت بہت سی برکات کا موجب ہوگی۔ اور اس کے بعد آپ ربوہ میں اپنے آقا کے حضور پیش ہوکر حضور کے ارشادات سنیں گے۔ پس مزید قربانی کی توفیق ملنے پر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا فرمائیں۔ اور دونوں

اجتماعوں میں شریک ہوں۔ اور زیادہ سے زیادہ اپنے آقا کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ ہم خادم ہیں۔ خادم وہی ہے۔ جو آقا کے قریب رہے۔

(خاکسار سید عبدالباسط نائب معتمد خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرم قائد صاحب خدام الاحمدیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جماعت کے بعض دشمنوں نے اندرونی طور پر ایک فتنہ پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ جس کے لئے بعض منافقین کو انہوں نے اپنا آلہ کار بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ سازش وقت پر پکڑی گئی۔ اور جماعت انتشار سے بچ گئی ہے لیکن ابھی تک یہ فتنہ ختم نہیں ہوا۔ آپ کو اس بارہ میں پوری ہوشیاری سے کام لینا چاہیئے۔ اور اپنے ماحول میں چوکس ہو کر کام کرنا چاہیئے۔

مندرجہ ذیل امور کا خاص خیال رکھیں۔ اور اس بارہ میں بروقت معین اور مکمل اطلاع بھجواتے رہیں۔

۱۔ آپ کے ارد گرد کونسا ایسا عنصر ہے۔ جو ان منافقین کو اکسا رہا ہے۔ اور ان کی مدد کر رہا ہے۔ مالی ہو یا اخلاقی۔

۲۔ آپ موزوں خدام مقرر کریں۔ جو چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ایسے لوگوں کا پتہ لگائیں۔ جو منافق ہیں۔ یا ان سے میل ملاپ رکھتے ہیں۔

۳۔ ہر مجلس۔ ہر ادارہ میں اپنے آدمی بھجوائیں۔ اور حالات سے باخبر رہیں۔

۴۔ آپ کے اپنے حلقہ کے متعلق ہر قسم کے حالات اور واقعات سے آپ کو باخبر رہنا ضروری ہے۔

۵۔ کوشش کریں۔ کہ آپ کی طرف سے دفتر مرکزیہ کو پورے طور پر حالات سے باخبر رکھا جائے۔ اگر روزانہ نہیں تو ہفتہ میں دو بار ضرور دفتر کو اطلاع دی جاوے۔

۶۔ بااثر لوگوں سے ملیں۔ جماعت کے بھی اور غیر از جماعت بھی۔ اور معلوم کریں۔ کہ اس فتنہ کے بارہ میں ان کا کیا اثر ہے۔ آیا وہ اس میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ یا نہیں۔

۷۔ دوسری جماعتوں کے ردعمل سے بھی واقفیت حاصل کریں۔

۸۔ سب سے ضروری بات یہ ہے۔ کہ اس سلسلہ میں ہر چھوٹی بڑی بات سے فوری طور پر دفتر کو مطلع کریں۔ اس میں سستی نہ ہو۔ امید ہے۔ آپ اب پہلے سے بھی زیادہ چوکس رہ کر کام کریں گے۔ جزاکم اللہ

خاکسار

سید عبدالباسط
نائب معتمد خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

۱۵۔۸۔۵۶

مجالس خدام احمدیہ کے سالانہ انتخابات

اس سے قبل خالد اور الفضل میں خدام الاحمدیہ کے عہدیداران کے سلسلہ میں قواعد درج کئے جا چکے ہیں۔ اب پھر ان کا اعادہ کیا جاتا ہے۔ جملہ مجالس کو اپنے انتخابات ۷ راکتوبر ۱۹۵۶ء تک مکمل کر لینے چاہئیں اور مرکز سے منظوری حاصل کر لینی چاہیئے تا نیا سال یکم نومبر سے شروع ہوتے ہی نئے عہدیدار کام شروع کر سکیں۔ صرف قائدین اور زعماء کے انتخاب ہوں گے۔

قواعد و شرائط انتخاب

قاعدہ نمبر

۸۸۔ کسی عہدیدار کے انتخاب کے وقت مندرجہ ذیل امور مدِنظر رکھنا ضروری ہوگا۔ کہ وہ (ل) پنج وقتہ نماز باجماعت کا پابند ہو۔ (ب) چندوں کی ادائیگی میں باقاعدہ ہو۔ (ج) راستباز، دیانتدار، اور مجلس کے نظام کا پابند ہو۔

نوٹ:۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ قائد یا زعیم تہجد ادا کرنے کی کوشش کریں گے۔ تا دوسروں کے لئے نمونہ ہوں۔

۸۹۔ مجلس کے عہدیدار کے لئے لازمی ہوگا۔ کہ وہ ڈاڑھی رکھے۔ لیکن اگر کوئی ڈاڑھی والا موزوں خادم نہ ملے۔ تو صدر مجلس سے استثنائی حالات میں اجازت لی جا سکتی ہے۔

۹۳۔ صدر مجلس کا انتخاب دو سال کے لئے ہوا کریگا۔ معاون نائب صدر علاقائی قائد مقامی و زعمائے حلقہ کا ایک سال کے لئے

۹۵ کوئی خادم کسی عہدہ پر متواتر دو دفعہ سے زیادہ منتخب نہیں ہو سکے گا۔ سوائے اس کے کہ صدر مجلس کی صورت میں خلیفۂ وقت معاون نائب صدر علاقائی قائد۔ زعیم کی صورت میں صدر مجلس کسی کو مستثنیٰ قرار دیں۔

۹۷۔ قائد کا انتخاب امیر۔ پریذیڈنٹ یا ان کے کسی نمائندے کی صدارت میں ہوگا۔ جس کی رپورٹ صدر اجلاس مقامی امیر یا پریذیڈنٹ کی معرفت صدر مجلس کو بھجوا دیں گے۔

۹۸۔ یہ انتخاب بذریعہ ووٹ ہوگا۔ اور علانیہ ہوگا۔ (مثلاً ہاتھ کھڑا کر کے) کسی رکن کو یہ اجازت نہ ہوگی۔ وہ انتخابات میں اپنے لئے یا کسی غیر کے لئے اشارۃً یا وضاحتاً پراپیگنڈا کرے۔

۹۹۔ پراپیگنڈا کرنے والا سخت سزا کا مستحق ہوگا۔

۱۰۰۔ ان انتخابات میں جانبدارانہ جذبہ سے کام لینا بہت معیوب اور قابل گرفت ہوگا۔

۱۰۱۔ مجلس مقامی کے عہدیداران کی فہرست صدر کے سامنے آئے گی۔ صدر ہر مقام کے عہدیداران کا انتخاب رد کر سکتا ہے۔

۱۰۲۔ زعیم کا انتخاب قائد مقامی یا ان کے کسی نمائندے کی صدارت میں ہوگا۔ جس کی اطلاع صدر مجلس کی خدمت میں بغرض منظوری کی جائے گی۔

۱۰۳۔ رد شدہ امیدواران دوبارہ اس سال کے لئے منتخب نہیں ہو سکیں گے۔

(دفتر مجلس خدام الاحمدیہ۔ ربوہ)

وصایا منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی دوست کو کوئی اعتراض ہو تو سیکرٹری وصایا کو اطلاع دے۔

وصیت ۱۲۶۰۳ میں اللہ داد ولد چوہدری راجہ خاں صاحب قوم چٹھ پیشہ زمیندارہ عمرہ ۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۲ء ساکن چک ۵۴۳/ای بی ڈاکخانہ چک ۹۳۹ ضلع ملتان۔ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۷/۱/۴۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ ۲۴ ایکڑ غیر منقولہ جائداد جس -/۹۶۰۰ روپیہ ہے اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں اگر اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ اگر اس کے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہو گی نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہو گی اس کے بھی ۱/۱۰ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہو گی۔ گواہ شد سید ولایت شاہ انسپکٹر وصایا العبد نشان انگوٹھا گواہ شد محمد اشرف بقلم خود سیکرٹری تعلیم وتربیت۔

وصیت ۱۴۲۴۳ میں چوہدری محمد سلیمان ولد چوہدری رحیم بخش قوم ارائیں پیشہ کاشتکاری عمر ۶۷ سال پیدائشی احمدی ساکن محمود پور ضلع کرنال حال مہاجر تخت ہزارہ ضلع سرگودہا صوبہ پنجاب بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۸ ۲/۱۱/۵۵ کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میں ضلع کرنال کا مہاجر ہوں اس وقت گورنمنٹ کی طرف سے بدل کے طور پر ۲۰ کنال زمین مزارعہ بطور عارضی مستقل الاٹ ہے جس کی سالانہ آمدنی تقریباً ڈیڑھ صد روپیہ روپیہ ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی آمدنی نہیں لہذا میں اس کا ۱/۱۰ حصہ کی تازیست وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ کرتا ہوں اس کے علاوہ میری کوئی آمدنی یا جائداد بوقت وفات ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہو گی اور میرے ورثا کے لئے یہ فرض ہو گا کہ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی ادائیگی کریں۔ گواہ شد (راجہ) بشیر الدین احمد جنجوعہ ساکن مڈھ رانجھہ حال مدرس تخت ہزارہ ضلع سرگودہا۔ العبد نشان انگوٹھا محمد سلیمان موصی گواہ شد سید مہتاب شاہ دیہاتی مبلغ تخت ہزارہ ضلع سرگودہا۔

وصیت ۱۴۳۸۰ میں سعید احمد خاں والد بابو محمد عبداللہ صاحب قوم ککے زئی پٹھان پیشہ ملازمت عمر ۳۳ سال پیدائشی احمدی ساکن محلہ دارالرحمت ربوہ حال وار ڈ ٹیکنیکل ٹریننگ سنٹر سیالکوٹ چھاونی ڈاکخانہ سیالکوٹ چھاؤنی ضلع سیالکوٹ صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۴ ۴/۵۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اس وقت کوئی نہیں میرے والد صاحب خدا کے فضل وکرم سے زندہ سلامت ہیں اور موصی ہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد مبلغ -/۱۸۳ روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ادا کرتا رہونگا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہو گی نیز میرے مرنے کے وقت میرا جسقدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ہو گی گواہ شد صوفی علی محمد سکنہ کٹھانوالی ضلع سیالکوٹ العبد سعید احمد خاں موصی گواہ شد بشیر احمد خاں موصی ۱۲۶۶۲ عزیز منزل نزد جامع مسجد سیالکوٹ چھاؤنی۔

وصیت ۱۴۳۸۲ میں شفیع محمد ولد عبدالعزیز قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر ۵۲ سال پیدائشی احمدی ساکن لودھراں ڈاکخانہ خاص ضلع ملتان بقائمی ہوش حواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۳ ۲/۵۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اس وقت میری کوئی جائداد نہیں ہے میری آمد بذریعہ ملازمت مبلغ -/۵۱ روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہا کرونگا۔ نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ثابت ہو اس کی بھی ۱/۱۰ حصہ

وصیت ۱۴۴۱۶ میں حمید الدین احمد انور ولد کیپٹن شیخ نواب الدین صاحب قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر ½۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن ربوہ ڈاکخانہ ربوہ ضلع جھنگ صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۶/۵۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اس وقت کوئی نہیں کیونکہ میرے والد صاحب بفضل خدا زندہ موجود ہیں۔ اس وقت ماہوار آمد ۷۰/- روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا $\frac{1}{10}$ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہونگا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ اور اسی پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی $\frac{1}{10}$ حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی۔ گواہ شد محمد ابراہیم انسپکٹر وصایا دفتر وصیت العبد حمید الدین احمد انور گواہ شد محمد دین محلہ دارالصدر شرقی ربوہ۔

وصیت ۱۴۴۱۸ میں دین محمد مالی ولد میاں دتو قوم ارائیں عمر ۸۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۲ء ساکن حال دارالصدر حلقہ ج ڈاکخانہ ربوہ ضلع جھنگ صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۶/۵۶ ۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری منقولہ وغیر منقولہ جائداد متروکہ اراضی کے عوض الاٹ شدہ رقبہ واقع احمد نگر اراضی زرعی تقریباً ۱۸ کنال گورنمنٹ پاکستان کی طرف سے موجود ہے جس کے حقوق ملکیت عارضی مستقل مجھے حاصل ہیں۔ اراضی مذکورہ سے سالانہ آمد ۱۲۰/- روپے فی الحال آمد ہوتی ہے اس آمد کا $\frac{1}{10}$ حصہ کو داخل خزانہ کرتا رہونگا۔ اس کے علاوہ نقد میرے پاس ۱۰/- روپے ہیں اس جائداد مندرجہ بالا کے $\frac{1}{10}$ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ وصیت کرتا ہوں۔ مندرجہ بالا جائداد کے علاوہ میرے مرنے کے بعد جو میراترکہ بھی ثابت ہو اس کے بھی $\frac{1}{10}$ حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میں اس زمین ۱۸ کنال کی آمدنی کے $\frac{1}{10}$ حصہ کی وصیت بھی بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ کرتا ہوں۔ گواہ شد محمد ابراہیم انسپکٹر وصایا دفتر وصیت ربوہ۔ العبد نشان انگوٹھا دین محمد حلقہ ج ربوہ جھنگ۔ گواہ شد غلام قادر کارکن نظارت بیت المال ربوہ۔

وصیت ۱۴۴۲۶ میں چوہدری عبد الشکور ولد چوہدری عبد العزیز قوم جاٹ پیشہ طالب علم عمر ۲۱ سال پیدائشی احمدی ساکن کھروڈ ڈاکخانہ خاص ضلع سیالکوٹ صوبہ ویسٹ پاکستان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۸/۵۶ ۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ خاکسار جامعہ احمدیہ ربوہ کا طالب علم ہے اس وقت مجھے مبلغ ۳۲/۸ روپے صرف ماہوار وظیفہ بوجہ واقف زندگی ہونے کے ملتا ہے اور اس وقت یہی میری جائداد ہے۔ علاوہ ازیں میری کوئی جائداد منقولہ غیر منقولہ نہیں ہے۔ میں اپنی ماہوار آمد کے $\frac{1}{10}$ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان کرتا ہوں۔ اگر اس کے علاوہ اور کوئی آمد پیدا کروں تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میری وفات کے بعد اگر میری کوئی جائداد ثابت ہو تو اس جائداد متروکہ پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ گواہ شد محمد نذیر پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ العبد عبد الشکور متعلم جامعہ احمدیہ ربوہ گواہ شد مسعود احمد کارکن دفتر وصیت ربوہ ضلع جھنگ

اسلامک کانگریس مصر کا وفد احمدیہ مشن نائیجیریا میں۔
مسٹر نسیم سیفی انچارج مشن وفد کو انگریزی ترجمۃ القران پیش کررہے ہیں سیفی صاحب کے بائیں طرف پروفیسر محمود بریلوی ہیں اور ان کے بائیں طرف ڈاکٹر حسن۔

حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز دمشق کے قلعہ بعلبک میں مقامی احمدیوں کے ساتھ۔

جلسہ سالانہ پر خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے حضور کے سفر یورپ کا مکمل البم شائع کیا جا رہا ہے اس البم میں سے ایک تصویر بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔
البم کیلئے ابھی سے آرڈر دیں۔